بعونِ صناعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۳۷

اُردو کا کلاسیکی ادب

آرایشِ محفل

از

حیدر بخش حیدری

ناشر

مجلسِ ترقیِ ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن، کلب روڈ لاہور

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول : جولائی ، ۱۹۶۴ء

تعداد : ۲۱۰۰

ناشر : سید امتیاز علی تاج ، ستارۂ امتیاز
ناظم مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور

مطبع : ریڈنگ پرنٹنگ پریس ، لاہور

مہتمم : شیخ نصیرالدین

سرورق : زرین آرٹ پریس ، لاہور

[redacted]

Marfat.com

بعونِ صانعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان

۳۷

اردو کا کلاسیکی ادب

آرائشِ محفل

از

حیدر بخش حیدری

ناشر

مجلسِ ترقیٔ ادب ۲ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

Marfat.com

130150

Marfat.com

فہرست

عنوان — صفحہ

مقدمہ :

از ڈاکٹر محمد اسلم قریشی ۵ تا ۳۴

آغاز کتاب

پہلا قصہ :

حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی کے خراسان کے شہر سے نکلنے جانے کا اور کسی جنگل سے زر و جواہر بے شمار اس کے ہاتھ آنے کا اور منیر شامی شہزادے کے اس پر عاشق ہونے کا اور حاتم کی مدد کرنے کا۔ ۶

پہلا سوال :

حاتم کے جانے کا اور پہلی شرط بجا لانے کا۔ ۴۰

دوسرا سوال :

حاتم کے جانے کا اور اس شخص کے دروازے کے نوشتے کی خبر لانے کا۔ ۶۷

Marfat.com

عنوان		صفحہ
تیسرا سوال :	حاتم کے جانے کا اور اس بات کی خبر لانے کا کہ کسی سے بدی نہ کر اگر کرے گا تو وہی تیرے آگے آوے گی ۔	۱۴۱
چوتھا سوال :	حاتم کے جانے کا اور اس بات کی خبر لانے کا کہ ''سچ کو ہمیشہ راحت ہے ۔''	۱۹۲
پانچواں سوال :	حاتم کے جانے کا اور کوہ ندا کی خبر لانے کا ۔	۲۳۷
چھٹا سوال :	حاتم کے جانے کا اور مرغابی کے انڈے برابر موتی لانے کا ۔	۲۸۰
ساتواں سوال :	حمام باد گرد کی خبر لانے کا ، منیر شامی اور حسن بانو کے بیاہے جانے اور حاتم کے اپنے گھر آنے کے احوال میں ۔	۳۲۶

مقدمہ

از

ڈاکٹر محمد اسلم قریشی
(ایم - اے - پی ایچ - ڈی)

Marfat.com

مقدمہ

حیدر بخش نام[1]، حیدری تخلص کرتے تھے۔ ان کی زندگی کے تفصیلی حالات دست یاب نہیں ہوتے۔ مختلف ماخذ سے جو معدودے چند معلومات فراہم ہوتی ہیں، انہیں یک جا کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آپ آل سادات کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے آبا و اجداد نجف اشرف سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ حیدری کے والد کا نام سید ابوالحسن تھا جو دہلی میں سکونت پذیر تھے۔ جب دہلی میں گزر اوقات مشکل ہو گئی تو ان کے والد لالہ سکھ دیو رائے کے ہم راہ بنارس چلے آئے۔

۱۔ گارساں دی تاسی نے اپنی تصنیف 'تاریخ ہندی اور ہندوستانی ادب' (بہ زبان فرانسیسی) میں ان کا نام منشی میر سید محمد حیدر بخش حیدری لکھا ہے (جلد اول، طبع ثانی، صفحہ ۵۰۲)۔ مولوی کریم الدین اور مسٹر ایف فیلن نے اس تاریخ کی تلخیص بعنوان "طبقات الشعرائے ہند" میں ان کا نام منشی سید محمد حیدر بخش تحریر کیا ہے (صفحہ ۲۷۰)۔ اسپرنگر (متوفی ۱۸۵۲ء) کی اودھ کیٹلاگ (مطبوعہ ۱۸۵۴ء) میں صرف میر حیدر بخش تحریر ہے۔ ('یادگار شعرا' اردو ترجمہ "اودھ کیٹلاگ"، طبع الہ آباد ۱۹۴۳ء، صفحہ [illegible])۔

Marfat.com

لارڈ ھسٹنگز کے عہد میں نواب علی ابراھیم خاں خلیل[1] بنارس میں ناظم عدالت مقرر ھوئے تھے ۔ انھیں کے زیر سایہ حیدری کی تعلیم و تربیت ھوئی ۔ ''توتا کہانی'' کے دیباچے میں ان کا بیان ھے کہ ''تعلیم یافتۂ مجلس خاص نواب ابراھیم خاں بہادر مرحوم ، شاگرد مولوی غلام حسین غازی پوری[2] ۔'' صاحب ''ارباب نثر اردو[3]'' نے اس میں مزید اضافہ کرتے ھوئے لکھا ھے کہ نواب موصوف کے فیض تربیت سے حیدری نے علوم متعارفہ میں دست گاہ حاصل کی ۔ نواب صاحب نے حیدری کو ایک بڑے عالم قاضی عبدالرشید کے تحت کسی خدمت پر بھی مامور کر دیا تھا ؛ چنانچہ قاضی صاحب کی صحبت میں حیدری نے عربی اور فارسی ادب پر عبور حاصل کیا ۔ ان کے علاوہ مولوی غلام حسین غازی پوری سے مذھبی علوم حدیث و فقہ اور تفسیر و سیر کی تعلیم پائی ۔ اسپرنگر[4] نے مولوی غلام حیدر کے حوالے سے تحریر کیا ھے کہ حیدری کی تعلیم کم تھی مگر بہت اوصاف کے مالک تھے ۔

---

۱ ۔ گارساں دی تاسی اور مولوی کریم الدین نے ان کا سال وفات ۱۸۰۱ء لکھا ھے لیکن ''ارباب نثر اردو'' میں سید محمد نے ۱۲۱۸ھ (۳ - ۱۸۰۳ء) تحریر کیا ھے جو غلط ھے ۔ حیدری نے ۱۸۰۱ء میں ''توتا کہانی'' کے دیباچے میں ان کے نام کے ساتھ مرحوم لکھا ھے جس سے صاحب ''ارباب نثر اردو'' کی مذکورہ تاریخ غلط ثابت ھوتی ھے ۔ [صحیح تاریخ وفات ۱۲۰۸ھ ھے ۔ (ادارہ)]

۲ ۔ ''توتا کہانی'' مطبوعہ مجلس ترقی ادب لاھور ، ۱۹۶۳ء ، ص ۱ ۔

۳ ۔ ''ارباب نثر اردو'' میں سید محمد نے حیدری کا حال قدرے تفصیل سے لکھا ھے ۔ ملاحظہ ھو ، طبع سوم ، صفحہ ۶۶ تا ۹۱ ۔

۴ ۔ ''یادگار شعرا'' ، اردو ترجمہ ''اودھ کٹالاگ'' طبع الہ آباد ۱۹۴۳ء صفحہ ۷۸ ۔

Marfat.com

جب فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں تعلیم و تدریس کا چرچا ہوا تو حیدری نے کلکتے کا رخ کیا[1]۔ دوران سفر میں ایک طبع زاد قصہ 'مہر و ماہ' لکھا۔ کلکتے پہنچ کر یہ قصہ گل کرسٹ کی خدمت میں پیش کیا جو انھیں بہت پسند آیا[2]۔ اس وسیلے سے فورٹ ولیم کالج کے شعبۂ ہندوستانی میں چالیس روپے ماہوار پر سیکنڈ منشی مقرر ہوئے[3]۔ سید حیدر بخش حیدری کی ملازمت کا آغاز ۴ - مئی ۱۸۰۱ء سے ہوا[4]۔

ذوالفقار علی مست کے تذکرے ''ریاض الوفاق'' سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدری ۱۲۲۹ھ (مطابق ۲۴ - دسمبر ۱۸۱۳ء تا ۱۳ دسمبر - ۱۸۱۴ء) میں بنارس میں موجود تھے[5]۔ لیکن منشی بینی نرائن جہاں کے تذکرے ''دیوان جہاں'' کا جو نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے، اس کے آخر میں ایک دستہ ۲۵ - جولائی ۱۸۱۰ء کے مشاعرے کا ہے جس میں حیدری کا کلام بھی شامل ہے[6]۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیدری اس

---

۱ - ممکن ہے کہ حیدری نے اپنے مربی نواب علی ابراہیم خاں خلیل کی وفات کے بعد بنارس سے دل برداشتہ ہو کر کلکتے کی راہ لی ہو۔

۲ - ''ارباب نثر اردو''، از سید محمد۔

۳ - ''گل کرسٹ اور اس کا عہد'' از محمد عتیق صدیقی، صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳ -

عبدالغفور نساخ نے اپنے تذکرے ''سخن الشعرا'' (مرتبہ ۱۲۹۱ء) میں ۱۲۱۶ھ (مطابق ۱۴ - مئی ۱۸۰۱ء تا ۴ - مئی ۱۸۰۲ء) میں حیدری کی کلکتے میں موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سخن الشعرا، طبع نول کشور، صفحہ ۱۴۳) -

۴ - ''گل کرسٹ اور اس کا عہد'' محمد عتیق صدیقی، صفحہ ۱۹۸ -

۵ - ''ارباب نثر اردو'' سید محمد -

۶ - ''ارباب نثر اردو'' سید محمد -

تاریخ تک کلکتے میں فورٹ ولیم کالج کے مشاعروں میں شرکت کرتے رہے ہیں۔ اس حساب سے حیدری کم و بیش چودہ برس فورٹ ولیم کالج سے منسلک رہے۔ انھوں نے ۱۸۲۳ء میں وفات پائی۔[۱]

سید حیدر بخش حیدری نے ''آرائش محفل'' کے دیباچے میں لکھا ہے کہ انھوں نے یہ ترجمہ گل کرسٹ کے حکم سے فارسی کی کسی کتاب سے کیا ہے۔ ان کا بیان ہے :

''یہ قصہ عبارت فارسی میں زبان سلیس سے کسی شخص نے آگے لکھا تھا ، اب اس سید حیدر بخش متلخص بہ حیدری دلی والے نے . . . . بہ موجب حکم . . . . جان گل کرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کے سنہ بارہ سو سولہ ھجری مطابق اٹھارہ سو ایک عیسوی کے . . . . . زبان ریختہ میں موافق اپنی طبع کے اس کتاب[۲] سے (جو ھاتھ لگی تھی) ترجمہ نثر میں کیا اور نام اس کا '' آرائش محفل'' رکھا ؛ پر اکثر اس میں زیادتیاں اپنی طبیعت سے بھی ، جہاں جہاں موقع اور مناسب پایا ، وھاں کیں تا کہ قصہ طولانی ھو جائے اور سننے والوں کو خوش آئے۔''

اس بیان میں دو تین باتیں قابل توجہ ھیں۔ ایک یہ کہ یہ

---

۱ - ''یادگار شعرا'' اردو ترجمہ ''اودھ کٹالاگ'' طبع الہ آباد ، ۱۹۴۳ء صفحہ ۷۸ -

۲ - یہ کتاب فارسی کی نثری داستان ''قصہ حاتم طائی'' مطبوعہ ھندوستانی پریس کلکتہ ۱۲۱۸ھ مجلس کی لائبریری میں موجود ہے۔ حیدری نے اسی کو بنیاد بنایا ھوگا۔ (ادارہ)

Marfat.com

ترجمہ ۱۴- مئی سے ۳۱- دسمبر ۱۸۰۱ء کے درمیان ہوا کیوں کہ سن عیسوی ۱۸۰۱ء کا یہی زمانہ ۱۲۱۶ھ کے مطابق پڑتا ہے۔ لیکن اپنی طبیعت کے موافق حیدری نے اس میں کچھ اضافے بھی کیے۔ چنانچہ ''آرائش محفل'' کو محض ترجمہ قرار دینا درست نہیں، بلکہ اس کی حیثیت ایک تالیف یا تالیفی ترجمے کی ہے۔ اس اعتبار سے ''آرائش محفل'' کی حیثیت حیدری کے دوسرے داستانوی تراجم سے ممیز اور ممتاز ہو جاتی ہے۔

کسی تصنیف کا جائزہ لیتے ہوئے دو پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا از بس ضروری ہے: اول موضوع دوسرے اسلوب۔ ان دونوں پہلوؤں کے اعتبار سے سید حیدر بخش حیدری کی زیر نظر تالیف اردو زبان میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ ہم پہلے اس کے ظاہری عنصر یعنی اسلوب پر اپنی توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند نے اپنے معروف مقالے ''اردو کی نثری داستانیں'' میں ایک جگہ یوں تحریر فرمایا ہے:

> ''.... بالکل بول چال کی زبان ہے، روزمرہ سے کہیں علاحدگی نہیں ہے۔ ابتدا سے آخر تک یہی حال ہے... فطرت کے بیان کے مطابق کوئی تصنع اور لفظی نہیں، معنی آفرینی کی کوشش نہیں کی[1]۔''

ڈاکٹر وحید قریشی کا بیان ہے کہ حیدری کے اسلوب کی یہ خوبیاں ان ہی تک محدود نہیں بلکہ ''فورٹ ولیم کالج کی دوسری کتابوں میں بھی کم و بیش پائی جاتی ہیں اور ان کی تعداد ایک دو نہیں بلکہ پوری ساٹھ ہے۔''

۱- ''اردو کی نثری داستانیں، ڈاکٹر گیان چند، طبع ۱۹۵۴ء، صفحہ ۲۹۴، ۲۹۵۔

سید حیدر بخش حیدری کم و بیش گیارہ کتابوں کے مصنف اور مؤلف ہیں ، ان میں سے چھ داستانیں ہیں ۔ ان چھ داستانوں میں سے "قصہ مہر و ماہ" طبع زاد کہانی ہے اور باقی پانچ فارسی سے اخذ و ترجمہ کی گئی ہیں ۔ ان کے علاوہ ایک مثنوی "ہفت پیکر" ، ایک تاریخ "تاریخ نادری" ، ایک تذکرہ "گلشن ہند" اور دو نظم و نثر کے انتخاب ـــ "گل مغفرت" اور "گلدستۂ حیدری" ـــ ہیں ۔ ہمیں یہاں ان کے تالیفی ترجمے "آرائش محفل" یا "ہفت سیر حاتم" کی داستان سے سروکار ہے ۔

"آرائش محفل" کی تحریر سے قبل حیدری "قصہ مہر و ماہ" "قصہ لیلیٰ مجنوں" اور "توتا کہانی" لکھ چکے تھے ۔ پہلی دونوں کتابیں اب ناپید ہیں ۔ "توتا کہانی" کے دیباچے میں حیدری نے سبب تالیف کے ضمن میں اپنے اسلوب نگارش کے متعلق بھی اشارہ کیا ہے ۔ لکھتے ہیں :

"زبان ہندی میں موافق محاورۂ اردوے معلیٰ کے نثر میں
عبارت سلیس و خوب و الفاظ رنگین و مرغوب سے
ترجمہ کیا ۔"

حیدری کے اسلوب کے متعلق اس نوع کی کوئی وضاحت "آرائش محفل" میں نہیں ملتی ، لیکن حیدری کے اس بیان سے اسلوب نگارش کے متعلق ان کے عام نقطۂ نظر کی وضاحت ضرور ہو جاتی ہے ۔

"آرائش محفل" کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے :

"لکھنے والے نے یوں لکھا ہے کہ اگلے زمانے میں طے نام
یمن کا بادشاہ تھا ، نہایت صاحب حشم و عالی جاہ ۔
فوج افواج کی طرف سے فرخندہ حال ، زر و جواہر سے

Marfat.com

مالا مال ؛ رعیت اس کی هیژده هزار اور سپاه بے شمار ۔ القصہ اپنے چچا کی بیٹی کو نکاح میں لا کر امیدوار ثمر جوانی کا هوا ۔

بارے خدا کے فضل سے کتنے دنوں میں اسی بیگم سے ایک لڑکا مہرلقا پیدا هوا ۔ یہ خبر فرحت اثر سن کر اس نے حکیموں ، منجموں ، رمالوں ، نجومیوں ، پنڈتوں کو بلوا کر کہا کہ تم اپنی اپنی عقل کی رسائی اور جوتش اور قرعے کی رو سے دریافت کرو اور بچارو ، دیکھو تو اس لڑکے کے نصیب کیسے هیں ؟''

ان اقتباسات سے واضح هو جاتا ہے کہ حیدری کا اردوے معلیٰ کا محاورہ فارسی کے عام اور موزوں الفاظ کی ترکیب اور اس کے ساتھ هندی کے متناسب اور متوازن امتزاج سے بنا ہے ۔ ان کا محاورہ اردوے معلیٰ کا سلیس اور عام فہم محاورہ ہے جس میں سیدھے سادے هندی الفاظ اردوے معلیٰ کے محاورے اور سلیس روزمرہ میں خوش اسلوبی سے شیر و شکر هو گئے هیں ۔

سید حیدر بخش حیدری کی نثر میں اردوے معلیٰ کے محاورے کے موافق حاتم کی مضمون کے بیان میں فارسی تراکیب ، فارسی محاورے اور روزمرہ کا اثر جھلکتا ہے ۔ حاتم کی 'هفت سیر' فارسی سے اردو میں ڈھالی گئی ہے ۔ اس بنا پر اس میں فارسی زبان و بیان کا در آنا فطری بات ہے جس سے حیدری کا بچنا ممکن نہ تھا ۔ لیکن هم دیکھتے هیں کہ ان کی نثر میں فارسی ترکیبیں اور محاورے ایسے کھپ گئے هیں کہ قاری کو کوئی بیگانگی محسوس نہیں هوتی ۔ حیدری نے اردوے معلیٰ کی بول چال میں کتابی فارسی کا شائستہ انداز اس طرح سمو دیا ہے کہ

Marfat.com

دونوں یک جان ہو گئے ہیں ۔ انھوں نے دھلوی روزمرہ کو فارسی کی شستہ ادبی ترکیبوں اور محاوروں کی چاشنی دے کر ایک نیا مرکب تیار کیا ہے ۔ یہ کام اردو نظم میں میر تقی میر[1] نے سر انجام دیا تھا اور نثر میں حیدری نے اس کی سعی کی ہے اور کافی حد تک کام یاب بھی ہوئے ہیں ۔ انھیں اس بات کا کامل احساس ہے کہ محض فارسی آمیز اردو فصیح اردو نہیں بن سکتی ؛ چنانچہ انھوں نے فارسی کی وہی ترکیبیں اور محاورے اپنی نثر میں داخل کیے ہیں جو اردو کے مزاج کے موافق ہیں ۔ فارسی محاوروں کی اردوے معلیٰ کے محاوروں میں آمیزش کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

''آخر اس نے اسی کو اپنے گھر کا مالک کیا اور بادشاہ کے سپرد کر کے آپ ملک عدم کا راستہ پکڑا ۔'' (صفحہ ۷)

''بعد ایک مدت کے آفتیں کھینچتا اور مصیبتیں اٹھاتا اس شہر میں جا پہنچا ۔'' (صفحہ ۳۱)

''ندان روتا پیٹتا سر بہ صحرا ہوا ۔'' (صفحہ ۳۳)

''اے مہر لقا ! اپنے مبتلا کو ذرا صورت دکھلا کہ اس کے دل کو اندکے تسکین ہو جائے اور کچھ زندگی کا پھل پائے ۔'' (صفحہ ۳۸)

اس طرح اکثر جگہ حیدری نے فارسی محاوروں کا ترجمہ

---

۱ ۔ مرزا مظہر جان جاناں نے اردو شاعری کا ڈھانچا تبدیل کیا ۔ آبرو وغیرہ کے یہاں ہندی الفاظ کی کثرت تھی ۔ مظہر نے فارسی تراکیب کی آمیزش شروع کی اور معاصرین اسی طریقے پر چل پڑے ۔ (ملاحظہ ہو ، تذکرہ 'طبقات الشعرا' ۔ از قدرت اللہ شوق) (ادارہ ۔)

Marfat.com

کر کے اپنی نثر میں سمونے کی سعی کی ہے ۔ جملوں کی ساخت اور فارسی محاوروں کو اردو میں اپنانے کی یہ دولت 'منتخبات نثر اردو' کے مرتبین کا یہ کہنا بجا ہے کہ ''اسے پڑھ کر پڑھنے والے کو برابر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ قصہ ترجمہ ہے ۔'' لیکن اس احساس کے ساتھ وہ ناگواری شامل نہیں ہوتی جو میر شیر علی افسوس کی ''باغ اردو''، نہال چند لاہوری کی ''مذہب عشق'' اور کسی حد تک میر بہادر علی حسینی کی ''اخلاق ہندی'' کے مطالعے سے ہوتی ہے ۔

''آرائش محفل'' کے مطالعے سے ایک بات جو نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ لکھنے والے نے ہر جگہ عام بول چال کا سا انداز اختیار کیا ہے ۔ اوپر جو ''آرائش محفل'' کے آغاز اور بعد کے اقتباسات درج کیے گئے ہیں، ان میں الفاظ کی نشست و برخاست اس بات کی شہادت مہیا کرتی ہے ۔ یہاں جو باتیں کہی گئی ہیں، وہ گفتگو کے محاورے میں کہی گئی ہیں ۔ اس کے ساتھ فارسی کی چاشنی بھی عیاں ہوتی ہے ۔ لیکن تمام عبارت سلیس ہے ۔ اس سلاست کے ساتھ ساتھ 'رنگین و مرغوب' الفاظ بھی جگہ پاتے ہیں ۔ گویا حیدری نے اپنی اس تصنیف میں اردوئے معلی کے عام محاورے کے ہمراہ کبھی سادہ سلیس اور کبھی سلیس رنگین اسلوب کو اپنایا ہے ۔ یہ رنگینی فارسی اثرات کی مرہون منت ہے لیکن اس کے ساتھ ہندی کے چھوٹے الفاظ بھی شامل ہوتے ہیں ۔ اوپر جو اقتباس درج کیا گیا ہے، اس میں 'پنڈت'، 'پوتھی'، 'بچارو' وغیرہ ہندی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو اردوئے معلی کے محاورے میں گھل مل کر ایک متوازن آہنگ پیدا کرتے ہیں، بلکہ ذہن کے لیے ایک نوع کی لذت و لطف کا ذریعہ بنتے ہیں ۔ حیدری نے تمام کتاب میں

Marfat.com

یہی انداز اختیار کیا ہے ۔ کہیں بھی زبان بول چال کے انداز سے ہٹنے نہیں پائی اور ہندی و فارسی الفاظ کے تناسب میں کہیں فرق نہیں آنے پایا ۔ حیدری نے بالعموم ہندی کے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جو عام فہم محاورے میں رچے بسے ہوئے ہیں ۔ اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں ۔

''جب وہ آئے تب چلون کی اوٹ ہو بیٹھی اور پوچھنے لگی ۔'' (صفحہ ۳۷)

'' تو راہ میں راہ زنی کر کے چاہتی ہے کہ مجھ کو نہور رکھے ، یہ مجھ سے کب ہوگا ۔'' (صفحہ ۵۶)

''ایک جنگل ایسا لق و دق سنسان نظر پڑا کہ جس کا اور نہ چھور ۔'' (صفحہ ۶۲)

''اتنے میں نور کا تڑکا ہوا اور صبح کا ستارہ چمکا ۔'' (صفحہ ۹۶)

''اتنے میں پو پھٹی اور نور کا تڑکا ہوا ۔'' (صفحہ ۱۰۵)

'' تمام خلقت وہاں کی تھرتھرا گئی اور ساری زمین تھلک اٹھی ۔'' (صفحہ ۱۵۱)

''اس نے تاک کر تیر ایسا مارا کہ بیچ کی آنکھ میں ترازو ہو گیا ۔'' (صفحہ ۱۵۱)

''اس جوان کو دو تین دن کی رخصت دے جو یہ جا کر ان کی چھاتی سے لگے اور آتماں ٹھنڈی کرے ۔'' (صفحہ ۳۳۰)

حیدری بعض اوقات عام بول چال میں مستعمل ضرب الامثال کو بھی بڑی بے تکلفی سے استعمال کر جاتے ہیں جن سے بات کا

Marfat.com

لطف دونا ہو جاتا ہے ۔ مثلاً :

" آنکھوں سکھ کلیجا ٹھنڈک ۔" (صفحہ ۹)

"دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر ۔" (صفحہ ۲۰۷)

"پھول وہی ہیں جو مہیشر چڑھیں ۔" (صفحہ ۲۰۰)

"پتھر کو جونک نہ لگی ۔" (صفحہ ۳۰۸)

کبھی ٹھیٹ فارسی محاورے کو بڑی عمدگی سے ٹھیٹ اردو میں ڈھال دیا ہے ۔ فارسی کا محاورہ ہے : "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن ۔" حیدری نے اسے یوں لکھا ہے : "نہ رہنے کو ٹھاؤں نہ چلنے کو پاؤں ۔" (صفحہ ۱۴۴)

حیدری کے گفتگو کے انداز میں اس وقت اور بھی لطف پیدا ہو جاتا ہے جب وہ عورتوں کی بولی ٹھولی میں مکالمے پیش کرتے ہیں ، مثلاً :

"دائی نے کہا کہ جانی ! یہ بات تجھ کو مبارک ہو ، اس کام کو کر بیٹھ نڈھڑک ۔" (صفحہ ۹)

"اس نے کہا کہ جانی ! میں تنہا چھوڑ کر تجھے کیوں کر جاؤں اور ان کو لاؤں ؟ اگر کوئی اور عورت ہوتی تو مضائقہ نہ تھا ، مجھ کو یہ ڈر ہے کہ کہیں کچھ اور آفت نہ پڑے ۔" (صفحہ ۱۶)

"اے جوان خوش رو ! جب رات ہوتی ہے ، سب کہ ناری جنم جلی دیوانی ہو جاتی ہے"۔ (صفحہ ۹۰)

"پری تیوری چڑھا کر بولی : 'یہ چال ہماری قوم کی نہیں جو میں کروں ، یہ پھیکے چوچلے مجھے نہیں بھاتے ،

Marfat.com

اتنی گرمی نہ کیجیے ، اختلاط زیادہ پر آشنائی جڑ ہے ۔"
(صفحہ ۳۱)

"یہ سن کر اس نے منہ پھیر لیا کہا ، 'یہ جھوٹا لپاٹیا ہے مجھے جی سے نہیں چاہتا ، یہ تیری بناوٹ ہے' ۔"
(صفحہ ۳۱)

حیدر بخش حیدری کا اسلوب سادہ ، صاف اور رواں ہونے کے علاوہ بے کیف اور ادبیت سے کورا بھی نہیں ہے ۔ اس میں جہاں کہیں موقع بہم پہنچا ہے ، قافیہ ، تشبیہ اور استعارہ غیر محسوس طور پر کھپ گیا ہے ۔ "توتا کہانی" کے دیباچے میں حیدری نے اردوے معلیٰ کے موافق نثر نگاری کے علاوہ دو باتیں اور بھی کہی ہیں : اول یہ کہ "عبارت سلیس اور خوب" ہوگی اور دوسرے "الفاظ رنگین و مرغوب" ہوں گے ۔ حیدری کے اسلوب کی یہ ایک نمایاں خصوصیت ہے جو ان کی دونوں کتابوں میں یکساں طور پر موجود ہے ۔ "آرائش محفل" میں حسب موقع کہیں کہیں شاعرانہ رنگ آمیزی بھی موجود ہے لیکن اس سے کہیں بھی تکلف اور آورد کی صورت پیدا نہیں ہوتی ۔ یہاں اس کیفیت کے چند جملے ملاحظہ ہوں :

"اگر خاک ہو کر ہوا کے ساتھ تو اڑتا پھرے گا ، تو بھی میرے ایک رونگٹے تک نہ پہنچ سکے گا ۔" (صفحہ ۳۲)

"کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر مانند ابر بہار کے زار و نزار رونے لگا ۔" (صفحہ ۳۴)

"بعد عقد کے میرے گلشن عیش کا گل راحت چنے گا اور شراب وصال پیے گا ۔" (صفحہ ۳۸)

Marfat.com

''ایک جوان خوب صورت سطح خاک پر بیٹھا گوہر اشک چشمۂ چشم سے گل رخسار نازنین پر بہا رہا ہے اور آہیں پر سوز بھر بھر یہ قطعہ پڑھتا ہے۔'' (صفحہ ۶۸)

''ندان میرے طائر روح کو اس نے اپنی زلف مشکیں کے دام میں گرفتار کیا۔'' (صفحہ ۱۴۳)

''بارے نصیبوں کی مدد سے تیرا دامن وصال ہاتھ لگا۔ آرزو تو یہ تھی کہ تیرے باغ حسن کے گل راحت چنوں اور اپنے غنچۂ دل کو کھولوں۔'' (صفحہ ۲۲۷)

''آرائش محفل'' میں یہ شاعرانہ رنگ آمیزیاں اور رنگین عبارت آرائیاں کم ہیں، لیکن ہیں ضرور، اور حیدری کے ''سلیس و خوب'' اور ''رنگین و مرغوب'' اسلوب کے وعدے کو پورا کرتی ہیں۔ یہ رنگینیاں اس جگہ زیادہ دیکھنے میں آتی ہیں جہاں کسی کا سراپا پیش کیا گیا ہے۔ یہ سراپے اکثر اوقات مختصر ہیں، بالعموم ایسے جملے: ''ایک عورت حسین مہ جبین''، ''ایک ناز نین ماہ جبین''، ایک عورت نازنین شکیلہ'' اور ''ایک لڑکی پری پیکر رشک قمر'' نظر سے گزرتے ہیں۔ کبھی کبھار قدرے تفصیل سے کام لیا گیا ہے۔ ملکۂ زریں پوش کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

''ان میں ایک پری زاد نہایت نوکیلی، سجیلی، ہوش ربا، ماہ لقا تھی: آتے ہی ناز و غرور سے اس تخت پر بیٹھی۔''
(صفحہ ۱۹۳)

حاتم کے حسن کی تعریف اکثر اوقات زیادہ زور دار الفاظ میں کی گئی ہے۔ یہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

Marfat.com

''تھوڑے ھی دنوں میں سبزہ جوانی کا رخسار نازنیں پر لہکا ، حسن دونا چمکا ۔'' (صفحہ ۴)

'' ایک شخص نوجوان ، مہر جبیں ، سرو قد ، با زلف مشکیں ، بادشاھوں کی سی پوشاک پہنے ہوئے احوال پوچھتا ھے ۔'' (صفحہ ۳۵)

''ایک شخص نوجوان ، مثل گل خنداں اور حسن میں مانند ماہ تاباں ، ژولیدہ مو ، نہایت خوب رو بہ طور قیدیوں کے بیٹھا ھے اور آھیں سرد بھرتا ھے ۔'' (صفحہ ۱۲۲)

ایک جگہ الگن پری کے عاشق کا حلیہ یوں بیان کیا ھے :

''ایک درخت سایہ دار عظیم الشان کے تلے ایک سل سنگ مرمر کی دھری ھے اور اس پر ایک نوجوان خوش رو ، مہر لقا ، ژولیدہ مو ، دبلا پتلا ، بیماروں کی سی وضع اس کی ڈالی پکڑے آنکھیں بند کیے کھڑا ھے ، دم بہ دم نعرے مارتا ھے اور یہ مصرع پڑھتا ھے ۔'' (صفحہ ۱۴۱)

''آرائش محفل'' میں ھر جگہ عورت کے حسن و جمال کی تعریف کے بجائے مردوں کے حسن و زیبائی کی توصیف زیادہ فراخ دلی سے کی گئی ھے ؛ بالخصوص ھر موقع پر حاتم کی خوب روئی اور رعنائی کو پیش کیا گیا ھے جس سے دھلی کے متصوفانہ مزاج کی غمازی ھوتی ھے ۔ جہاں سراپا نگاری میں حیدری کا قلم نثر مصنوع کی طرف راغب نظر آتا ھے ، وھاں مناظر قدرت اور مظاھر فطرت کے بیان میں بھی لفظی رنگ آمیزی سے کام لیا گیا ھے ، لیکن کہیں بھی سلاست کا دامن ھاتھ سے نہیں چھوٹتا ۔

Marfat.com

حیدری نے جہاں قصرو ایوان اور ان میں بزم آرائیوں کے نقشے کھینچے ہیں ، وہاں ان کی تحریر میں ایک اور خصوصیت یعنی اس زمانے کا رہن سہن ، طرز بود و باش اور معاشی و معاشرتی نوعیت بھی ظاہر ہوتی ہے ۔ 'آرائش محفل' میں اگرچہ 'باغ و بہار' کا سا تہذیبی رچاؤ نہیں اور ہندوستان بلکہ دہلوی معاشرت و تہذیب کے خاکے کم نظر آتے ہیں ، لیکن ان کا وجود سرے سے نابود بھی نہیں ہے ۔ یہاں بھی کہیں کہیں ایک خاص معاشرت ، ایک خاص تمدن اور اس معاشرت و تمدن کی رسوم و روایات کی جھلکیاں نظر سے گزرتی ہیں ۔ حسن بانو کی طرف سے خراسان کے بادشاہ کے پیر کی دعوت (صفحہ ۱۱ و ۲۳)، حاتم کی طرف سے منیر شامی کی آؤ بھگت (صفحہ ۳۶) ، ملکہ زریں پوش کی محفل رقص و سرود (صفحہ ۱۹۳)، شمس شاہ کی طرف سے حاتم کی دعوت کا اہتمام (صفحہ ۲۹۲) وغیرہ سے ایک خاص معاشرت کا نمونہ دیکھنے میں آتا ہے ۔ ذرا حسن بانو کی دعوت کا سلیقہ دیکھیے ۔ یہاں ایرانی اور ہندوستانی شرفا کے طریق زیب و زینت ، انداز نشست و برخاست ، روش مہمان داری ، اہتمام خدمت گزاری اور طعام کے ساز و سامان سے ایک سماں بندھ جاتا ہے ۔

مہمان نوازی اس تہذیب کی روایات میں سے ہے ۔ مسافروں کی خاطر و مدارات میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے ۔ حاتم جہاں جاتا ہے اس کی تواضع حسب دل خواہ ہوتی ہے ۔ سخاوت ہر اہل ثروت کا شیوہ ہے ۔ حاتم کی سخاوت تو شہرۂ آفاق ہے ۔ بچپن ھی سے وہ ''جس غریب غربا ، بھوکے ، پیاسے ، ننگے کو دیکھتا روپیہ پیسہ ، کپڑا لتا ، دانہ پانی ۔ دیے دلائے نہ رہتا اور رات دن دینے دلانے میں مشغول رہتا'' (صفحہ ۳) ۔ حاتم جب مسند دولت پر بیٹھا اور منیر شامی کی مدد کے لیے کمر ہمت

Marfat.com

باندھی تو ''اپنے ارکان دولت کو جمع کر کے فرمایا کہ جس صورت سے مسافروں کو مکان ، بھوکوں کو کھانا ، ننگوں کو کپڑا ، مفلسوں کو خرچ جیسے میرے سامنے ملتا ہے اسی طرح میرے آنے تک ملا جائے'' (صفحہ ۳۷) - حسن بانو بھی سخاوت و خیرات اور مسافروں کی خاطر داری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرتی - جب اسے تائید غیبی سے ۔ اندازہ دولت ہاتھ آئی تو ''اس نے اسی روز سے ایک مسافر خانہ عالی شان بنوایا ؛ ہر مسافر کو کھانا ، کپڑا ، نقد جنس دیتی اور رخصت کرتی ؛ چناں چہ جو کوئی کہیں کا ارادہ کر کے اس کے شہر میں آتا ، یہ اس کو موافق اس کی قدر کے خرچ دے کر رخصت کر دیتی تھی'' (صفحہ ۲۹) - حارث کی بیٹی کا سوال : ''وہ کام نہ کیا جو آج میرے کام آتا'' اس خیال پر مبنی ہے کہ جو لوگ دنیا میں خیر و خیرات کرتے ہیں اور خدا کے واسطے دیتے ہیں ، وہ عاقبت میں نعمتوں سے مالا مال ہوتے ہیں -

اس داستان میں جن لوگوں سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے ، وہ ایک ایسے معاشرے کے پروردہ ہیں جو اپنے انداز فکر اور طرز عمل میں توہم پرستانہ خیالات کا حامل ہے - توہم پرستی اس معاشرے کی عام خصوصیت ہے - جن ، دیو ، پری اور پری زادوں کے علاوہ عجیب الخلقت مخلوقات ان کی دنیا میں آباد ہے - دشت مازندران میں ایک ''پری رو'' نام جانور ہے جس کا جسم سور کی مانند ہے اور سر آدمی کا سا ، جس سے بعض آدمی ایسی صحبت رکھتے ہیں جیسے عورتوں سے (صفحہ ۴۳ ، ۴۴) - کہیں ایسی مچھلی ملتی ہے جس کا آدھا دھڑ مچھلی کا ہے اور باقی سر سے ناف تک حسین و جمیل عورت کا (صفحہ ۷۷) ، کبھی ایک بلائے عظیم نظر پڑتی ہے جس کے نو ہاتھ ، نو پاؤں ، نو منہ

Marfat.com

هیں اور اس کے منہ سے دھواں اور شعلے نکلتے ہیں (صفحہ ۸۱)، ایک جانور کا نام سمن ہے جو آٹھ پاؤں اور سات سر رکھتا ہے، ان میں سے ایک سر ہاتھی کا سا ہے اور چھ سر شیر کی طرح ہیں۔ جو سر ہاتھی کی شکل کا ہے اس میں نو آنکھیں ہیں (صفحہ ۱۵۰)۔ ایک کیکڑہ ایسا ہے جس کا ایک طرف کا نیش مغرب کو پہنچتا ہے اور دوسری طرف کا مشرق کو (صفحہ ۱۵۶)، کہیں ایسے دو شخص ملتے ہیں جن کا رنگ سیاہ ہے، ان کے سر آدمی کے، پاؤں ہاتھی کے مانند اور ناخن شیر کی طرح ہیں (صفحہ ۲٦۷)۔ غرض یہاں عجیب و غریب مخلوقات سے واسطہ پڑتا ہے اور پھر یہاں بیابانوں اور پرستانوں کے علاوہ ایسی ایسی جگہوں سے بھی گزر ہوتا ہے جہاں کہیں کانٹے ہی کانٹے بچھے ہیں، کہیں کوئی میدان چھپکلیوں سے بھرا ہوا ہے؛ کہیں بچھو ہی بچھو ہیں اور کوئی اژدھوں سے پر ہے؛ کہیں زمین آگ کی طرح تپتی ہے اور کہیں خون کے دریا بہتے ہیں؛ کبھی ایسی سر زمین نظر پڑتی ہے جہاں گراں بہا جواہر، لعل؛ الماس اور زمرد سنگ ریزوں کی طرح بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ اس فوق الفطرت دنیا میں گیدڑ اور پرندے عالم الغیب ہیں۔ اس دنیا کے لوگ سحر و افسوں کے کرشموں اور اسم اعظم کے اعجاز پر ایمان رکھتے ہیں۔ حاتم شام احمر جادوگر اور اس کے استاد جادوگر کملاق کے ساتھ حضرت خواجہ خضر کے سکھلائے ہوئے اسم اعظم کی مدد سے مقابلہ کرتا ہے۔ اسم اعظم پڑھ کر پھونکنے سے ان کا سب سحر و افسوں کا فور ہو جاتا ہے اور حاتم فتح یاب ہوتا ہے۔ اس معاشرے کے لوگ بزرگوں کی تائید غیبی پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ بزرگ لوگوں سے انھیں خاص عقیدت ہے اور یہ بزرگ بھی کبھی خواب میں آ کر ان کی

Marfat.com

رهنمائی کرتے ہیں اور کبھی بھوک پیاس کے عالم میں دو روٹیاں اور ایک آبخورہ پانی کا دے جاتے ہیں ۔ کوئی بزرگ دشت ہویدا میں پہنچنے کی ترکیبیں بتاتے ہیں ، کسی بزرگ کی صدائے غیب حاتم کو کنویں سے باہر نکلنے کا راستہ بتاتی ہے ، کہیں خرس کی بیٹی کا مہرہ حاتم کے کام آتا ہے اور اسے آگ اور پانی میں ہلاکت سے محفوظ رکھتا ہے اور کہیں ہیوز بادشاہ کا دیا ہوا عصا اور مہرہ حاتم کی مشکلات کو آسان کرتا ہے ۔ اور پھر یہ کہانی ایسے معاشرے اور ایسی تہذیب کی یادگار ہے جس میں مرد کی بالادستی قائم ہے اور ''مردوں کو عورت کے سر کا چھتر کہتے ہیں ۔'' (صفحہ ۲۸۹)

سید حیدر بخش حیدری کے اسلوب پر بحث کرتے ہوئے یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ اسلوب الفاظ کے چناؤ اور رکھ رکھاؤ ، جملوں کی ساخت اور ترتیب ، پیرایۂ اظہار اور ابلاغ کے جمالیاتی عناصر ہی سے عبارت نہیں ، بلکہ اس میں خارجی زندگی کی پیش کش کو بھی دخل حاصل ہے ۔ اسلوب کے اس خارجی عنصر کے علاوہ اس کا ایک داخلی عنصر بھی ہوتا ہے ۔ ہر ادیب اور انشا پرداز کی تخلیق پر اس داخلی اور ذہنی زندگی کی مہر بھی ثبت ہوتی ہے ۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ مصنف اپنی تصنیف سے پہچانا جاتا ہے ۔ ہر ادیب کے اسلوب میں اس کی شخصیت بھی جھلکتی نظر آتی ہے ۔

ضمنی قصوں کے اضافے سے اصل کہانی کو طول دینے کی اس کوشش کے باوجود بھی حیدری اختصار پسند ہی رہتے ہیں ۔ انھوں نے ''آرائش محفل'' میں ایسے تمام موقعوں پر جہاں عبارت آرائی سے کام لیا جا سکتا تھا اور طول طویل نقشے

130/150

Marfat.com

پیش کیے جا سکتے تھے ، وہاں ایسا نہیں کیا ہے ۔ شروع میں بادشاہ کا ذکر دو تین سطروں میں ختم کر دیا ہے ۔ اس کے مقابل اگر دوسرے داستان نگاروں کے ایسے قصے رکھے جائیں تو وہاں بہت طویل نگاری سے سابقہ پڑتا ہے ۔ اس کے علاوہ سراپا ، منظر کشی ، بزم آرائی اور دیگر معاشرتی پہلوؤں کے جہاں خاکے پیش کیے گئے ہیں ، وہاں نہایت اختصار سے کام لیا گیا ہے ۔ اگر ان کا موازنہ میر امن کی ''باغ و بہار'' کے ایسے مواقع کے نقشوں سے کیا جائے تو میر امن کے یہاں عام داستان نگاروں کے مقابلے میں اختصار کے باوجود حیدری سے کہیں زیادہ اطناب ملے گا۔ حیدری نے ہر جگہ مختصر نویسی سے کام لیا ہے جو ان کی ذہنی افتاد کا لازمہ ہے ۔

اس بنا پر یہ بات شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ ''آرائش محفل'' کا مصنف رکھ رکھاؤ اور لیے دیے رہنے والا شخص ہے ۔ وہ مضطرب اور متلون طبیعت کا مالک نہیں بلکہ اس میں ایک خاص پختگی ، شائستگی ، متانت اور سنجیدگی ہے ۔ حیدری جنسی معاملات اور نفسانی و شہوانی حالات کے بیان میں بھی ایک خاص وضع داری سے کام لیتے ہیں ۔ وہ ایسے واقعات کے بیان میں جذبات کی رو میں بہہ کر چٹخارہ نہیں لیتے ، بلکہ ایسے مرحلوں سے بڑے سلیقے سے گزر جاتے ہیں ۔ حاتم کو اپنی مہموں میں کئی بار مجبوراً جنسی اختلاط میں گرفتار ہونا پڑتا ہے ، لیکن وہ ایسے معاملات سے ایسے گزر جاتا ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ۔ خرس کی بیٹی سے حاتم کی شادی ہوتی ہے اور وہ ازدواجی زندگی کا لطف اٹھاتے ہیں (صفحہ ۵۲ ، ۵۳) ، عورت نما مچھلی حاتم کو تالاب میں لے جاتی ہے اور وہ تین روز تک باہم عیش مناتے ہیں (صفحہ ۵٦) ، حاتم کو

ایک برہنہ عورت تالاب میں لے جاتی ہے اور وہ حسین و جمیل پریوں کے جھرمٹ میں پہنچ جاتا ہے ، لیکن وہ ضبط و استقلال سے کام لیتا ہے اور کسی کی طرف ذرا بھی راغب نہیں ہوتا (صفحہ ۵۹ تا ۶۱) ، حاتم ملکہ زریں پوش کے عشق میں مبتلا ہوتا ہے ، طلسمات کی دنیا میں اس کے ساتھ رہتا ہے اور بڑے مصائب جھیلنے کے بعد اسے حاصل کرنے میں کام یاب ہو جاتا ہے لیکن عین وصل میں جدا ہو جاتا ہے (صفحہ ۲۲۶)---ایسے اور ان جیسے تمام موقعوں پر حیدری دھلی کے مغل معاشرے کی شائستگی اور متانت ، وضع داری اور سلیقے کو خیر باد نہیں کہتے ، جہاں میر امن سمیت سب داستان گو ریشہ خطمی ہو جاتے ہیں اور چٹخارے لینے لگتے ہیں ۔ حیدری نے ہر جگہ جذباتی زندگی کو پس منظر میں رکھا ہے اور وہ جذبات کو نظر انداز کیے بغیر ایسے مرحلوں سے متانت اور شائستگی کے ساتھ سبک روی سے گزر جاتے ہیں ۔ اس شائستگی اور متانت کی مثالیں اور جگہ بھی ملتی ہیں ۔ عورتوں ، برہنہ پریوں اور پری زادوں کے حسن و زیبائی کے بیان میں بھی ان کا رہوار تخیل کبھی بے لگام نہیں ہونے پاتا ۔

ہماری داستانوں کی ایک مشترک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں کوئی نہ کوئی اخلاقی مقصد ضرور پنہاں ہوتا ہے ۔ بعض اوقات اس اخلاقی مقصد کا براہ راست اظہار کر دیا جاتا ہے اور بعض دفعہ اس کا اظہار کیے بغیر کہانی اس طرح پیش کی جاتی ہے کہ اس میں قدم قدم پر اخلاقی پند و موعظت کی باتیں سامنے آتی ہیں ، جس سے زندگی پر اخلاقی گرفت واضح ہوتی ہے ۔ ''اخلاق ہندی'' ، ''خرد افروز'' اور ''گنج خوبی'' کی تمہید میں سبب تالیف و ترجمہ بیان کرتے ہوئے ان کے اخلاقی مقاصد

Marfat.com

کو پیش کیا گیا ہے۔ ''اخلاق ہندی'' کے آغاز میں حسینی نے لکھا ہے :

''۔ ۔ ۔ ۔ اس میں قصے از بس کہ دل چسپ ہیں اور نصیحت میں نہایت مرغوب اور باتیں خوب اور حکایتیں اکثر مفید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔''

''خرد افروز'' کے دیباچے میں شیخ حفیظ الدین احمد کے یہ الفاظ نظر سے گزرتے ہیں :

'''عیار دانش' جو فی الحقیقت دانش کی کسوٹی اور آئین سلطنت کا دستور العمل ہے۔''

اسی طرح میر امن نے ''گنج خوبی'' کی تالیف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے :

''از بس کہ جتنی خوبیاں انسان کو چاہئیں اور دنیا کی نیک نامی اور خوش معاشی کے لیے درکار ہیں، سو سب اس میں بیان ہوئیں، اس واسطے اس کا نام 'گنج خوبی' رکھا۔''

حیدر بخش حیدری نے ''آرائش محفل'' کے دیباچے میں ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے، لیکن اس میں پیش کردہ حاتم کی مہموں کا ایک خاص نصب العین ہے۔ کہانی کے آغاز اور انجام میں اس کا واضح طور پر اظہار کیا گیا ہے۔ کتاب کے ابتدائی حصے میں یہ عبارتیں ہماری نظر سے گزرتی ہیں۔ حاتم کے متعلق منجموں نے پیش گوئی کی تھی کہ وہ :

''تمام عمر کار برائے خدا ہی کیا کرے گا اور نام اس کا مانند مہر سپہر کے تا قیامت دنیا میں جلوہ گر رہے گا۔''
(صفحہ ۲)

جب اس نے ہوش سنبھالا تو وہ :

''ہر ایک شخص کو یوں نصیحت کرنے لگا کہ بندگان خدا سبھی مخلوق ہیں ، قدرت خالق دیکھیے کہ اس نے اپنی صنعت خداوندی سے اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا کیا ہے ۔ اس کی سیر کیجیے اور سجدۂ شکر بجا لائیے اور اپنی اپنی زندگی کو ساتھ جواں مردی و دلیری و نام آوری کے بسر کیے جائیے ۔'' (صفحہ ۴)

اس کے بعد تمام کتاب میں حاتم کی زندگی سے ان باتوں کا عملی ثبوت پیش کیا گیا ہے ۔ حاتم دنیا بھر کی سیر کرتا ہے ؛ تمام عمر کار برائے خدا میں مصروف رہتا ہے ؛ وہ اپنی زندگی جواں مردی و دلیری اور نام آوری کے ساتھ بسر کرتا ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ ان کارناموں کی بدولت اس کا نام ''مانند مہر سپہر کے تا قیامت دنیا میں جلوہ‌گر رہے گا ۔'' جب حاتم کی ہفت سیر تمام ہوتی ہے اور وہ اپنے گھر واپس لوٹتا ہے تو اس کی آمد کی خوشیاں منائی جاتی ہیں ۔ اس کا باپ اپنے ندیموں سے کہتا ہے :

''خلق میں ایسے لوگ بھی ہیں جو غیر کے واسطے اپنا سکھ چھوڑیں ، اوروں کے کام میں دکھ بھریں ۔ فی الحقیقت دونوں جہان میں بھلے وہی ہیں ۔ جینا مرنا بھی انہیں کا اچھا ہے ۔'' (صفحہ ۳۷۳)

یہاں اس کہانی کا نصب‌العین واضح طور پر پیش کیا گیا ہے ۔ گویا دنیا میں بھلے لوگ وہی ہیں جو غیروں کے لیے اپنا سکھ چھوڑیں اور دوسروں کے کام میں مصیبتیں جھیلیں ۔ کتاب میں جگہ جگہ اس نصب‌العین کو دھرایا گیا ہے ۔ بار بار اس نوع کے جملے ہماری نظر سے گزرتے ہیں :

Marfat.com

''میں نے کمر عنداللہ ایک غیر کے واسطے باندھی ہے اور قدم جستجو راہ سعی میں رکھا ہے۔'' (صفحہ ۵۷)

''میں سر ہتھیلی پر دھرے پھرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں کسی کام آوے اور جس کو درکار ہو سو لے۔'' (صفحہ ۱۴۵)

''جب تک میں بندگان خدا کے کاموں سے فراغت نہیں پاتا عیش دنیا حرام جانتا ہوں۔'' (صفحہ ۲۵۷)

حاتم کی جو زندگی اس داستان میں پیش کی گئی ہے، وہ اس نصب العین کی عملی تفسیر ہے۔ وہ برائے خدا دوسروں کے کام کرتا ہے اور تکلیفیں اٹھاتا ہے۔ حاتم کی زندگی کے ''دس برس اور سات مہینے اور نو روز کے حالات'' جو یہاں پیش کیے گئے ہیں، ان میں وہ شہر خارزم کے بادشاہ کے بیٹے منیر شامی کو اس کی محبوبہ (برزخ سوداگر کی لڑکی حسن بانو) سے ملانے کے لیے سرگرداں نظر آتا ہے۔ اس کے لیے وہ کوہ پیمائی اور صحرا نوردی کرتا ہے، آخر حسن بانو کے ساتوں سوال پورے کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔ حاتم اس عرصے میں راہ کے حادثے اور مسافری کے صدمے اٹھاتا ہے اور دوسرے لوگوں کے بھی بگڑے ہوئے کام سنوارتا ہے؛ جنوں، پریوں، پرندوں اور درندوں کے بھی کام آتا ہے۔ ہمہ وقت ''کار برائے خدا'' میں مصروف رہتا ہے، اپنا سکھ چھوڑ کر غیروں کے لیے دکھ اٹھاتا ہے۔

یہ بات کچھ حاتم ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ''آرائش محفل'' میں ایسا ماحول پیش کیا گیا ہے جس میں جن، دیو، پری زاد پریاں، جنگل کے جانور، کیا چرند کیا پرند، درندے گزندے، جادوگر اور عام لوگ سب دوسروں کا دکھ بٹاتے اور مصیبت

میں کام آتے ھیں ۔ جب حاتم پہلے سوال کے جواب میں نکلتا ھے تو بھیڑیا اسے آگاہ کرتا ھے کہ یہ آواز دشت ھویدا سے آتی ھے ۔ گیدڑ حاتم کو دشت ھویدا کا راستہ بتاتا ھے ۔ جب حاتم ایک عاشق صادق کے لیے الگن پری کی تلاش میں نکلتا ھے تو پریاں اسے کوہ القا کا پتا بتاتی ھیں ۔ خرس کی لڑکی حاتم کو ایسا مہرہ دیتی ھے جو جگہ جگہ اس کی مشکلات کو آسان کرتا ھے ۔ ھیوز بادشاہ اسے ایک عصا اور مہرہ دیتا ھے جس سے حاتم کی دقتیں دور ھوتی ھیں ۔ جن اور پری زاد اسے منزل مقصود تک پہنچانے میں ممد و معاون ھوتے ھیں ۔ غرض حاتم طائی کے قصے کی بنیاد ایثار ، قربانی اور خدمت گزاری کے جذبات پر رکھی گئی ھے ۔ خدمت خلق اور ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ ھر مقام پر موجود ھے ۔ اس طرح اس داستان کے نصب العین کی تکمیل ھوتی ھے ۔

اس نصب العین کے علاوہ اس داستان سے اور بھی بہت سے اخلاقی درس ملتے ھیں ۔ حاتم کی تین مہموں کی بنیاد ھی اخلاقی درس پر مبنی ھے ۔ " نیکی کر اور کنویں میں ڈال" ، "کسی کی بدی نہ کر، اگر کرے گا تو وھی پائے گا" ، "سچ کہنے میں ھمیشہ راحت ھے" ، ان مخصوص درسی جملوں کے علاوہ تمام کتاب میں اس نوع کے جملے نظر سے گزرتے ھیں :

"مسافروں کو ھر ایک شخص آرام دیتا ھے ۔" (صفحہ ۹)

"وعدہ کرنا اور وفا نہ کرنا یہ شیوہ اچھوں کا نہیں ھے ۔" (صفحہ ۱۳۶)

"یہ مناسب نہیں کہ کسی کے ناموس کو نظر بد سے دیکھے ۔" (صفحہ ۱۳۸)

Marfat.com

''جو کوئی کسی کو ستاتا ہے سو اپنے حق میں آپ ہی کانٹے بوتا ہے۔'' (صفحہ ۱۵۷)

''بدی مت کر کسی سے ، اگر کرے گا وہی پاوے گا۔''
(صفحہ ۱۸۷)

''بدلا نیکی کا بدی نہیں۔'' (صفحہ ۲۱۱)

''وہ حسن بے لطف ہے اگر اس میں وفا نہ ہو اور وہ آنکھ بے کیف ہے جس میں حیا نہ ہو۔'' (صفحہ ۳۳۳)

''مسافرت میں فائدے بہت ہیں ، فقیر غنی ہو جاتے ہیں اور مفلس مال دار۔'' (صفحہ ۳۳۶)

''آرائش محفل'' کے ایک مرکزی بلند خیال کے علاوہ جس کے گرد پوری داستان کے واقعات گھومتے ہیں ، ہر جگہ پند و نصائح کی باتیں اور اخلاقی خیالات موجود ہیں۔ چناں چہ بلند اخلاق اس کا ایک لازمی جزو بن گئی ہے۔

ایک نصب العین اور عام اخلاقی باتوں کے علاوہ 'آرائش محفل' میں ایک خاص معاشرے کے بنیادی عقاید و معتقدات کا بھی پتا چلتا ہے۔ ایک عام عقیدہ جو ساری داستان میں سمویا ہوا ہے ، وہ یہ ہے کہ خدا رازق ہے اور ہر حال میں اپنے بندوں کو رزق دیتا ہے۔ یہ ایک سوسائٹی کا عقیدہ ہے جس کی معیشت اور اقتصاد کی بنیاد روحانی اور اخلاقی قدروں پر استوار ہوتی ہے۔ اس میں روحانیت کو اولیت حاصل ہے اور مادی احتیاجات بھی اخلاقیات کے تحت پروان چڑھتی اور پوری ہوتی ہیں۔ آج کے مادی انسان کے لیے جو اپنے اور دوسروں کے رازق ہونے کا مدعی ہے ، یہ بات انوکھی بلکہ انہونی سی ہے لیکن اس زمانے میں

کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو اس عقیدے سے سرمو سرتابی کرے۔ کہانی میں متعدد مقامات پر اس بات کا اظہار ہوتا ہے، مثلاً:

"خدا رازق ہے، وہ کسی نہ کسی ڈھب پہنچاتا رہے گا۔"
(صفحہ ۴۷)

"رزق مجھے ہر حال میں تو ہی خزانۂ غیب سے پہنچاوے گا۔"
(صفحہ ۱۳۷)

یہاں اس عقیدے کا عملی ثبوت بھی بہم پہنچتا ہے۔ حاتم جب کبھی بھوک پیاس سے لاچار ہو جاتا ہے اور خور و نوش کا کوئی وسیلہ نظر نہیں آتا تو "دو روٹیاں اور دو آبخورے پانی کے" خود بہ خود آجاتے ہیں (صفحہ ۶۲)، کبھی کسی دریا کو عبور کرنے کے لیے جب کشتی میں سوار ہوتا ہے تو اس میں روٹیاں اور کباب کھانے کو مل جاتے ہیں (صفحہ ۳۶۳، ۳۶۵) کبھی "ایک قاب نان کباب سے بھری ہوئی" (صفحہ ۲۷۵) پاتا ہے اور خوب سیر ہو کر کھاتا ہے۔

لوگوں کے عام عقاید و تصورات اس داستان کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہیں۔ یہاں جا بہ جا اس نوع کے تصورات کی تلقین ہوتی ہے کہ خداوند رحیم و کریم ہے، مشکل کشا ہے۔ اس کے رحم و کرم سے تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔ خدا دانا و بینا ہے اور اپنے بندوں کے احوال سے آگاہ ہے۔ وہ ہر ایک کا محافظ اور نگہبان ہے۔ انسان کو ہر وقت اس کے رحم و کرم کا امیدوار رہنا چاہیے۔ ہمیشہ راضی بہ رضائے الٰہی رہنا اور اس کے توکل پر ہر کام سر انجام دینا کام یابی کا پیش خیمہ ہے۔ خدا کی راہ میں کام کرنے والے شہید ہوتے ہیں اور وہ ہمیشہ

Marfat.com

زندہ رہتے ہیں ۔ دنیا کے سب کاموں کی آخرت میں جواب دہی لازمی ہے ۔ قسمت کا لکھا ہوا مٹ نہیں سکتا ۔ انسانوں کو جو دنیا میں مشکلیں پیش آتی ہیں ، جو رنج و غم برداشت کرنا پڑتے ہیں ، وہ محض امتحان ہے ۔ اگر امتحان میں ثابت قدم رہا ، خدا کے راستے میں صبر و شکر سے تکلیفیں برداشت کیں اور یاد خدا میں مشغول رہا تو وہ کام یاب و کامران ہوا ۔

''آرائش محفل'' میں حاتم کی مہموں کا تار و پود اس کی سیرت کے مختلف پہلوؤں سے بنا گیا ہے ۔ حاتم کی واحد شخصیت تمام کہانی پر شروع سے آخر تک چھائی ہوئی ہے ۔ اس کے کردار کا تجزیہ کیا جائے تو اس کی ذات میں ہمیں وہ تمام خصوصیات جلوہ گر نظر آتی ہیں جو ایک بلند و اعلیٰ کردار کے انسان میں ممکن ہو سکتی ہیں ۔ حاتم عقل و دانش اور علم و حکمت کا مرقع ہے ، جرأت اور مردانگی کا مجسمہ ہے ، ایثار و قربانی اور ضبط و تحمل کا پیکر ہے ۔ حاتم کا حسن خلق اس کے اخلاق کی پاکیزگی اور نیک نفسی ، خدا ترسی اور خدمت گزاری اسے بہت بلند اور ارفع انسان بنا دیتی ہے ۔ کہانی کے نصب العین کو اپنانے ، کار برائے خدا میں مصروف رہنے ، غیروں کے لیے اپنا سکھ چھوڑنے ، اوروں کے کاموں میں دکھ بھرنے کی صفات سے حاتم کے کردار میں رفعت و عظمت پیدا ہو گئی ہے ۔

''حاتم اگرچہ قوم گبر سے تھا پر خدا کو ایک جانتا تھا ۔'' (صفحہ ۲۹۵) ۔ اسے ہر حالت میں خدا کی مدد پر بھروسا رکھنے کی عادت ہے ۔ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے ۔ توکل بر خدا وہ ہمیشہ پر خطر راہ اختیار کرتا ہے ، ہمیشہ سختی کے راستے کو ترجیح دیتا ہے ۔ خطر پسند طبیعت

حاتم کے کردار کی ایک نمایاں خصوصیت ہے - کسی حالت میں بھی اس کے پائے استقامت کو جنبش نہیں آتی - حاتم صبر و استقلال سے ہر مصیبت کا سامنا کرتا ہے اور انجام کار کام یاب ہوتا ہے - کام یابی و کام رانی حقیقت میں حاتم سے زیادہ حق کی فتح ہے -

حاتم کی جرأت اور جواں مردی اور دیگر صفات کے علاوہ کوئی نہ کوئی ایسا وسیلہ بھی پیدا ہو جاتا ہے جس سے اس کی مشکل آسان ہو جاتی ہے - یہاں جن ، دیو ، پریاں ، پری زاد ، پرند ، چرند ، حضرت خضر اور دوسرے بزرگ سب راہ نمائی کا فرض انجام دیتے ہیں - در اصل حاتم کا سب سے بڑا سہارا اس کے کردار کی عظمت اور بلندی ہے - دوسروں کی راہ بری اور بے شمار مدد کرنے والوں کی دست گیری بھی حاتم کی ذاتی صفات کی بدولت ہے - اس کی سیرت و کردار کی خوبیوں کو اس میں بڑا دخل حاصل ہے - حاتم دوسروں کے کام آتا ہے اور انھیں اپنا دوست بنا لیتا ہے - وہ دوسروں کی مدد کرتا ہے اور دوسرے اس کی دست گیری کرتے ہیں - کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ حاتم کی انسان دوستی اور خدا ترسی سے اوروں کو غائبانہ تعارف ہوتا ہے اور وہ اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاتے ہیں - علاوہ ازیں دوسروں کی مدد کی ایک وجہ کہانی کا عالم گیر نصب العین ہے - دوسروں کے غم کو اپنا غم سمجھنا داستان کے ہر فرد کے خمیر میں داخل ہے -

حاتم اپنی سیرت کی تمام تر خوبی ، اپنے کردار کی بلندی اور عظمت کے باوجود کچھ کم زوریاں بھی رکھتا ہے - یہ عام انسانی سرشت اور فطرت کی خامیاں ہیں - حاتم حسینوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے - داستان کے دوسرے عاشقوں کی طرح کبھی وہ

Marfat.com

الگن پری کو دیکھ کر غش کر جاتا ہے ، کبھی پری نوش لب کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے اور کبھی ملکہ زریں پوش کو ایک نظر دیکھ کر ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے ۔ حاتم ملکہ زریں پوش کی محبت کا دم بھرتا ہے ۔ اس کے فراق میں آہ و زاری کرتا ہے ، اس کے عشق میں دیوانہ وار پھرتا ہے اور آخر تائید غیبی سے اسے حاصل کرنے میں کام یاب ہو جاتا ہے ۔ حاتم اپنی جواں مردی ، شجاعت اور دلیری کے باوجود بہت نرم دل کا مالک ہے ۔ وہ دوسروں کو مصیبت میں دیکھ کر بے تاب ہو جاتا ہے ۔ وہ دوسروں کی آہ و زاری پر آنکھوں میں آنسو بھر لاتا ہے ۔ حاتم دولت مند ہے ، وہ گداگروں کو زر و جواہر سے مالا مال کر دیتا ہے ، شاہوں کے تحائف کو ٹکھرا دیتا ہے لیکن پھر بھی جب اس کا گزر ایسی جگہ سے ہوتا ہے جہاں لعل و زمرد سنگ ریزوں کی طرح بکھرے ہوئے ہیں تو اس کے منہ میں پانی بھر آتا ہے ۔ حاتم اپنی بساط کے بہ موجب قیمتی پتھر چن کر اپنی جیب و آستین بھر لیتا ہے ۔ ڈر اور خوف بھی انسانی فطرت کا خاصہ ہے ۔ حاتم بھی کبھی کبھی خوف کے مارے کانپنے لگتا ہے اور اس کے ہاتھوں میں جیب کا مہرہ نکالنے کی سکت نہیں رہتی ۔ وہ کبھی ڈر کے مارے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جاتا ہے ، کبھی موت کے اندیشے سے رونے لگتا ہے ، کبھی تذبذب اور تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ یہ سب انسانی فطرت کی کم زوریاں ہیں ۔ حاتم بھی ایک انسان ہے ، اسے بھی ان کم زوریوں سے مفر نہیں ۔ اس طرح حاتم ایک مثالی ہیرو کا نمونہ ہوتے ہوئے بھی ایک زندہ انسانی کردار بن کر سامنے آتا ہے اور غیر فانی شخصیت کا مالک بن جاتا ہے ۔

''آرائش محفل'' میں حسن اخلاق کی روح ہر جگہ

جاری و ساری ہے - حاتم کی اصل مہمیں اور ضمنی قصے کہانیاں سب حسن اخلاق کے مرقعے ہیں - اس میں ہر فرد حسن اخلاق کا پابند ہے - احسان مندی اور خدمت گزاری سب کی مشترکہ صفت ہے - جن ، انسان اور حیوان سب خدمت خلق میں مصروف نظر آتے ہیں - خیر مطلق اور عمل پیہم اس داستان کے محرکات ہیں - یہ ایسی صفات ہیں کہ ہر زمانے اور ہر عہد میں اس کتاب کی اہمیت برقرار رہے گی -

ڈاکٹر محمد اسلم قریشی
(ایم اے - پی ایچ - ڈی)

Marfat.com

ARAISH-I MUHFIL.

OR

THE HISTORY

OF

HATIM-I TA EE.

TRANSLATED FROM THE PERSIAN,

INTO THE,

HINDOOSTANEE LANGUAGE,

BY

SUE YUD HUEDUR BUKHSH HUEDREE,

MOONSHEE IN THE COLLEGE,

OF

FORT WILLIAM.

Calcutta,

PRINTED AT THE HINDOOSTANEE PRESS,

1805

E. I. COMP.Y LIBRARY

(نسخہ مطبوعہ فورٹ ولیم کالج کلکتہ ۱۸۰۵ء کے سرورق کا عکس)

Marfat.com

Marfat.com

اللہ اکبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی دے مجھے روشن بیانی — کہ تا دل پر کھلے راز نہانی
زباں کو مخزن تقریر کر دے — دہن کو گوہر معنی سے بھر دے
کمیتِ خامہ کو میرے لگا پر — مجھے بحر معانی تک رسا کر
پلا دے مجھ کو جام ارغوانی — کہ جس سے طے ہو حاتم کی کہانی
کہیں سن کر اسے فصحائے اردو — کہ ہے یہ گوہر دریائے اردو

یہ قصہ عبارت فارسی میں زبان سلیس سے کسی شخص نے آگے لکھا تھا ، اب اس سید حیدر بخش متخلص بہ حیدری دلی کے رہنے والے نے حکومت میں امیر والا تدبیر، پشت پناہ ہر پیر و جواں ، دستگیر درماندگان و بے کساں ؛ نوشیروان وقت ، ہمایوں بخت ، زبدۂ نوئینان عظیم‌الشان ، مشیر خاص شاہ کیوان بارگاہ انگلستان مارکویس ولزلی گورنر جنرل بہادر دام افضالہ کی بہ موجب حکم خداوند خدایگان والا شان ، عالی خاندان جان ٹکرسٹ صاحب بہادر دام اقبالہ کے سنہ بارہ سو سولہ ہجری مطابق اٹھارہ سو ایک عیسوی ، موافق سنہ جلوس تینتالیس شاہ عالم بادشاہ غازی کے زبان ریختہ میں موافق اپنی طبع کے اس کتاب سے (جو [illegible] لگی تھی) ترجمہ نثر میں کیا اور نام اس کا "آرائش محفل" رکھا ؛ پر اکثر اس میں زیادتیاں اپنی طبیعت سے بھی جہاں جہاں موقع اور مناسب پایا ، وہاں کیں تاکہ قصہ طولانی ہو جائے اور سننے والوں کو خوش آئے ۔

Marfat.com

لکھنے والے نے یوں لکھا ہے کہ اگلے زمانے میں طے نام یمن کا بادشاہ تھا ، نہایت صاحب حشم و عالی جاہ ؛ فوج افواج کی طرف سے فرخندہ حال ، زر و جواھر سے مالا مال ؛ رعیت اس کی ھیژدہ ہزار اور سپاہ بے شمار ۔ القصہ اپنے چچا کی بیٹی کو نکاح میں لا کر اسید وار ثمر جاودانی کا ھوا ۔

بارے خدا کے فضل سے کتنے دنوں میں اسی بیگم سے ایک لڑکا مہر لقا پیدا ھوا ۔ یہ خبر فرحت اثر سن کر اس نے حکیموں ، منجموں ، رمّالوں ، ندیموں ، پنڈتوں کو بلوا کر کہا کہ تم اپنی اپنی عقل کی رسائی اور پوتھی اور قرعے کے رو سے دریافت کرو اور بچارو ؛ دیکھو تو اس لڑکے کے نصیب کیسے ؟

انھوں نے جو دریافت کیا تو ھر ایک طرح سے اس شہ زادے کو صاحب اقبال ھی پایا اور کہا کہ خدا وندا ! ھم کو تو اپنے علم سے یوں معلوم ھوتا ھے کہ یہ صاحب زادہ ھفت اقلیم کا بادشاہ ھوگا اور تمام عمر کار برائے خدا ھی کیا کرے گا اور نام اس کا مانند مہر سپہر کے تاقیامت دنیا میں جلوہ گر رھے گا ۔

اس بات کو سن کر اسے نہایت خوشی حاصل ھوئی اور سجدۂ شکر ادا کر کے ان لوگوں کو زر بے شمار سے مالا مال کر دیا اور اس لڑکے کا نام حاتم رکھ کر اپنے مصاحبوں سے یہ بات کہی کہ تم جلد اس بات کا اشتہار دو کہ میرے قلم رو میں آج کے دن جس شخص کے یہاں لڑکا پیدا ھوا ھے ، وہ لڑکا آج ھی کی تاریخ سے نوکر بادشاھی ھے ، بلکہ ماں باپ اس کے محل مبارک ھی میں پہنچائے جائیں ؛ وہ پرورش بھی یہیں ھو رھے گا ۔ چنانچہ اس روز اس کے ملک میں چھ ہزار لڑکے پیدا ھوئے تھے ۔

Marfat.com

یہ حکم سنتے ہی ہر ایک کے ماں باپ اپنا اپنا لڑکا حضور اعلیٰ میں پہنچا گئے -

بنا بر اس کے چھ ہزار دائیاں نوکر رکھی گئیں اور ایک ایک لڑکے پر تقسیم ہو گئیں ؛ چار دائیاں حاتم کے واسطے مقرر ہوئیں - وہ کس کس طرح سے اس کو تھپکیاں اور لوریاں دے دے کر چمکارتیاں تھیں کہ یہ کسی طرح سے دودھ پیے پر وہ ہرگز آنکھیں نہ کھولتا تھا اور نہ کسی کی چھاتی منہ میں لیتا تھا -

چنانچہ یہ خبر بھی بادشاہ تک پہنچی - وہ اس بات کے سنتے ہی نہایت متفکر ہوا اور اپنے اہل کاروں سے کہنے لگا کہ تم جلد آن سیانوں کو بلواؤ -

غرض وے آئے اور عرض کرنے لگے کہ جہاں پناہ ! یہ حاتم زمانہ ہوگا ، تنہا دودھ نہ پیے گا - پہلے ان کو پلوا لے گا تو پیچھے آپ پیے گا اور جب تک جیتا رہے گا ، تب تک تنہا نہ کھائے گا نہ پیے گا -

حاصل کلام جب وہ لڑکے پی چکے تب اس نے بھی پیا - اور ابتدائے عمر سے نہ روتا ، نہ اکیلے کھاتا اور نہ غفلت کی نیند سے سوتا -

جب دودھ چھڑایا گیا ، تب انھیں چھ ہزار لڑکوں کے ساتھ کھانا پینا مقرر کیا - حق تو یہ ہے جس غریب[1] غربا بھوکے پیاسے، ننگے کو دیکھتا روپیہ پیسہ ، کپڑا لتا ، دانہ پانی بے دیے دلائے نہ رہتا اور رات دن دینے دلانے میں مشغول رہتا -

فضل خدا سے چودہ برس کا ہوا - جو زر و جواہر باپ نے

۱ - غریب و غربا - (ص ۴ مکتوبہ)

Marfat.com

جمع کیا تھا ، سو راہ[1] میں خدا کی خرچ کرنے لگا ۔ جب شکار گاہ میں جاتا اور کوئی جانور نظر آتا تو جیتا ہی پکڑتا اور چھوڑ دیتا اور کبھی کسی کو سخت و سست نہ کہتا ۔

فضل الٰہی سے حسن بھی ایسا رکھتا تھا کہ جس زن و مرد نے دیکھا سو ہزار جان سے عاشق ہوا اور اگر کوئی سر سواری بھی فریاد کرتا تھا تو یہ گھوڑے کی باگ تھام لیتا اور اسے داد کو پہنچا دیتا ، اور جو نہ مانتا اس کو میٹھی میٹھی باتوں سے سمجھا دیتا تھا اور کبھی ظلم و ستم کا روادار نہ ہوتا ؛ نہ اپنے کی حمایت کرتا ، نہ بیگانے کی ماسی پیتا ۔

بارے فضل الٰہی سے تھوڑے ہی دنوں میں سبزہ جوانی کا رخسار نازنین پر لہکا ۔ حسن دونا چمکا تو ہر ایک شخص کو یوں نصیحت کرنے لگا کہ* بندگان خدا سبھی مخلوق ہیں ؛ قدرت خالق دیکھیے کہ اس نے اپنی صنعت خدا وندی سے اٹھارہ ہزار عالم کو پیدا کیا ہے ۔ اس کی سیر کیجیے اور سجدۂ شکر بجا لائیے اور اپنی اپنی زندگی کو ساتھ جواں مردی و دلیری و نام آوری کے بسر کیے جائیے ۔ چنانچہ شہرہ حسن و خلق و دلیری و سخاوت کا اس کے ہر ایک شہر و قصبے میں[2] پہنچا ۔ جس جس نے سنا اس اس کے منہ سے لفظ مرحبا بے اختیار نکلا ۔ اور اکثر اس کے دیکھنے کو آتے تھے اور مسرور ہو ہو کر اپنے اپنے گھر چلے[3] جاتے تھے ۔

اتفاقاً ایک دن وہ کسی جنگل میں شکار کھیلنے گیا کہ اتنے میں ایک شیر غراتا ہوا سامنے سے نظر آیا ۔ یہ اندیشہ

---

۱ ۔ یہ راہ مولا میں ۔ (ص ۴ مکتوبہ)

۲ ۔ بہ خوبی پہنچا ۔ (ص ۵ مکتوبہ)

۳ ۔ چلے ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۵) میں نہیں ۔

Marfat.com

کر کے اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر خنجر مارتا ہوں تو یہ حیوان بے زبان زخمی ہوتا ہے یا مارا ہی پڑتا ہے اور اگر چھوڑ دیتا ہوں تو میں جان سے جاتا ہوں ؛ یقین ہے کہ یہ لپکے اور مجھے کھا جاوے ۔ ان دونوں مشکلوں پر نظر کر کے یہ خیال کیا کہ اگر یہ میرا گوشت کھا کر منہ[۱] تازہ کرے تو اس بات سے اور کون سی بات بہتر ہے ، تجھ کو ثواب ہوگا اور اس کا پیٹ بھرے گا ۔

اس بات کو سوچ کر اس کے آگے گیا اور کہنے لگا کہ اے شیر صحرائی ؟ میرا گوشت اور میرے گھوڑے کا گوشت حاضر ہے ؛ جس کے گوشت کو بہ خوبی چاہتا ہو ، اس کے گوشت کو کھا اور اپنا پیٹ بھر کر جہاں چاہے وہاں چلا جا ۔

یہ بات سنتے ہی وہ اپنا سر جھکا کر حاتم کے قدموں پر گر پڑا اور اپنی آنکھیں اس کے تلووں سے ملنے لگا ۔ حاتم نے کہا کہ اے شیر خدا ! یہ حاتم کی ہمت سے دور ہے جو تو بھوکا جاوے ۔ اگر مجھ کو نہیں کھاتا تو میرا گھوڑا موجود ہے ، اسی کو کھا اور اپنے جنگل کو چلا جا ۔

وہ ہرگز نہ بولا اور اپنا سر جھکا کر چلا گیا ۔

حاصل کلام یہ اپنے شہر میں معہ[۲] اپنے ہم جولیوں کے رہا کرتا تھا اور کار خلق اللہ برائے خدا ہی کیا کرتا تھا ۔

---

۱ ۔ منوا ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۵)

۲ ۔ مع ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۵)

پہلا قصہ

حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی کے خراسان کے شہر سے نکالے جانے کا اور کسی جنگل سے زر و جواہر بے شمار اس کے ہاتھ آنے کا اور منیر شامی شہ زادے کے اُس پر عاشق ہونے کا اور حاتم کی مدد کرنے کا

سنا ہے کہ خراسان کے ملک میں ایک بادشاہ تھا کہ لاکھوں سوار پیادے اُس کی جلو میں ہمیشہ حاضر رہا کرتے تھے اور عدل و انصاف میں بھی ایسا تھا کہ باگھ بکری کو ایک ہی گھاٹ پانی پلاتا بلکہ اپنے بیٹے کا بھی پاس نہ کرتا ۔

اُس کے وقت میں برزخ نام ایک سوداگر نہایت مال دار صاحب شکوہ تھا ۔ اپنے گماشتوں کو ہر ایک ملک میں واسطے سوداگری کے مال و اسباب دے دے کر بھیجا کرتا اور آپ اسی ملک میں ساتھ دل جمعی کے رہتا ۔ رسوخیت بادشاہ سے بھی اُس نے نہایت مرتبے بہم پہنچائی تھی اور بادشاہ کی بھی اس پر کمال مہربانی تھی ۔

بعد ایک مدت کے قریب مرگ کے پہنچا ، پیالہ اُس کی زندگی کا بھرنے لگا ۔ وہ سوائے حسن بانو کے کوئی بیٹا بیٹی وارث نہ رکھتا تھا ؛ چنانچہ مال و اسباب اُس کا اسی لڑکی کو

Marfat.com

پہنچا اور اس وقت وہ بارہ برس کی تھی ۔ آخر اس نے اسی کو اپنے گھر کا مالک کیا اور بادشاہ کے سپرد کر کے آپ ملک عدم کا رستہ پکڑا ۔

بادشاہ نے بھی اُسے اپنی لڑکیوں کی طرح سے رکھا اور زر و جواہر کا اس کے کچھ لالچ نہ کیا بلکہ وہ اسباب سب کا سب اسی کو بخشا ۔

بعد چند روز کے جب وہ لڑکی شعور مند ہوئی ، تب اپنے ذہن کی رسائی سے اور نیک بختی کے باعث سے دائی کو بلا کر کہنے لگی کہ اے مادر مہربان! دنیا مثل حباب ہے، اُس کا مٹنا کچھ بڑی بات نہیں ۔ اس قدر دولت دنیا لے کر میں تن تنہا کیا کروں گی ؛ جس سے مصلحت نیک یہی ہے کہ اس کو خدا کی راہ میں لٹا دوں اور اپنے تئیں آلایش دنیوی سے پاک رکھوں اور شادی بیاہ بھی نہ کروں بلکہ یاد خدا ہی میں روز شب مشغول رہوں ۔ اس واسطے تم سے پوچھتی ہوں کہ اس سے[1] کسی صورت سے چھٹکارا پاؤں ؛ جو مناسب جانو سو کہو ۔

دائی نے پہلے دونوں ہاتھوں سے بلائیں لیں اور کہا کہ اے جان مادر ! تو ان ساتوں سوالوں کا ایک اشتہار نامہ لکھ کر اپنے دروازے پر لگا دے اور یہ کہہ کہ جو کوئی میرے ساتوں سوال پورے کرے گا ، میں اُس ہی کو قبول کروں گی ؛ وے ساتوں سوال یہ ہیں :

پہلا سوال تو یہ ہے کہ ایک بار دیکھا ہے دوسری دفعہ کی ہوس ہے ۔

۱ - 'اس سے'۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۸) میں نہیں ۔

Marfat.com

دوسرا سوال یہ ہے کہ نیکی کر اور پانی[1] میں ڈال ۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ بدی کسی سے نہ کر، اگر کرے گا تو وہی پاوے گا ۔

چوتھا سوال یہ ہے کہ سچ کہنے والے کے ہمیشہ ہی راحت آگے ۔

پانچواں سوال یہ ہے کہ ''کوہِ ندا'' کی خبر لاوے ۔

چھٹا سوال یہ ہے کہ وہ موتی جو مرغابی[2] کے انڈے برابر بالفعل موجود ہے ، اُس کی جوڑی پیدا کرے ۔

ساتواں سوال یہ ہے کہ ''حمام بادگرد'' کی خبر لاوے ۔

حسن بانو نے اس دائی کی اس بات کو پسند کیا اور خوش ہو کر[3] اپنے جی میں کہا کہ، وہ شخص ایسا کون سا ہے جو ان ساتوں سوال کے جواب بہم پہنچائے گا ۔ اسی گمان پر وہ اپنے تئیں آٹھوں وقت روزے نماز میں مشغول رکھتی تھی ۔

اتفاقاً ایک دن اپنے کوٹھے پر بیٹھی ہوئی بازار کا تماشا دیکھ رہی تھی کہ اتنے میں ایک فقیر نہایت بزرگ صورت ، ظاہر درست ، چالیس خادموں کو ساتھ لیے ہوئے اسی[4] کی طرف گزرا اور پاؤں بھی زمین پر نہ رکھتا تھا ؛ چنانچہ وہی اس کے ساتھی سنگاتی سونے روپے کی اینٹیں قدم کے تلے دھر دھر دیتے تھے ، وہ ان پر پاؤں رکھتا ہوا چلا جاتا تھا ۔

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۸) میں ''دریا'' ہے ۔

۲ ۔ مرغابی برابر۔ لیکن نسخۂ مکتوبہ (ص ۸) میں ''مرغابی کے انڈے برابر'' ہے ۔

۳ ۔ ہو ہو کر ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۸)

۴ ۔ اُس کی طرف سے گزرا ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۹)

Marfat.com

اس احوال سے جو حسن بانو نے اسے آتے دیکھا تو نہایت اپنا جی خوش کیا اور دائی سے کہا کہ اے اماں جان ! یہ فقیر بڑا صاحب کمال معلوم ہوتا ہے جو اس شان و شوکت سے راہ چلتا ہے ۔

اس نے کہا کہ اماں واری ! یہ بادشاہ کا پیر ہے ؛ ہر مہینے میں دو چار بار بادشاہ اس کے یہاں جاتا ہے اور یہ بھی کبھی کبھی اس کے پاس آتا ہے ۔ اس کے برابر اب دنیا میں کوئی عمدہ درویش نہ ہوگا کیوں کہ یہ نہایت پرہیز گار[1] متقی ہے ۔

حسن بانو نے اس سخن کو سن کر کہا کہ اگر تم پروانگی دو تو میں اس درویش کی مہمانی کروں ۔ گھڑی دو گھڑی کے واسطے اپنے گھر بلا کر تکلیف دوں اور اپنی آنکھیں اس کے قدموں پر ملوں ۔

دائی نے کہا کہ جانی ! یہ کیا[2] بات ، تجھ کو مبارک ہو ، اس کام کو کر بیٹھ ندھڑک ۔ مثل مشہور ہے '' آنکھوں سکھ کلیجا ٹھنڈک ۔''

غرض اس نے کسی شخص کے ہاتھ اس فقیر کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ اگر کسی روز بطور بزرگوں کے میرے گھر کو اپنے قدم مبارک سے روشن کرو اور تشریف فرما ہو تو یہ کم ترین دونوں جہاں کی دولت حاصل کرے اور اپنی مراد کو پہنچے ۔

وہ گیا اور احوال اس کی آرزو کا سنا کر کہنے لگا کہ بزرگوں کو لازم ہے کہ خوردوں پر مہربانی کریں ۔ اس بات کو

---

۱ - پرہیزگار و متقی ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۹)
۲ - 'کیا' نسخۂ مکتوبہ (ص ۹) میں نہیں ہے ۔

Marfat.com

اُس نے قبول کیا اور کہا کہ البتہ میں آؤں گا کیوں کہ[1] سنت نبوی ہے - جو کوئی اُس سے پھرے سو جہنم میں پڑے ؛ مگر آج کے دن مجھے[2] کچھ کام ہے ، کل صبح کو آؤں گا -

اس خبر کے سنتے ہی اس نے اقسام اقسام کے کھانے پکوائے اور کئی خوان میووں اور مٹھائی کے تیار کیے اور کئی کشتیاں شاہ صاحب کی نذر کے واسطے ابریشمی[3] ، زربافی زر و جواهر اور[4] روپے اشرفیوں کی بھی درست کر رکھیں ؛ اس اُمید پر کہ درویش زمانہ کل آویں گے تو میں ان کو ان کے آگے دھروں گی اور عجز و انکسار سے پاؤں پر گر پڑوں گی ، کہ اتنے میں صبح ہوئی کہ وہ درویش اُنھیں چالیسوں فقیروں کے ساتھ اپنی عادت قدیم سے سونے روپے کی اینٹوں پر پاؤں رکھتا ہوا حسن بانو کے گھر تک آ پہنچا -

ابیات

کہوں وصف اس کے میں اب تم سے کیا
وہ ظاھر میں انسان تھا مسخرا
جو باطن پہ اس کے کروں میں نظر
تو شیطان سے بھی ہے ابلیس تر
نہ بالے کا خطرہ نہ بوڑھے کا غم
وہ ہے قتل کرنے میں تیغ دو دم

اور حسن بانو نے دروازے سے لے کر نشست گاہ تک فرش زری باف پہلے ہی سے کروا رکھا تھا - وہ اس کو روندتا ہوا

---

۱ - کہ یہ - (نسخۂ مکتوبہ ص ۱۰) میں ہے -
۲ - کام ہے کچھ مجھے - (نسخۂ مکتوبہ ص ۱۰)
۳ - ابریشمی و - (نسخۂ مکتوبہ ص ۱۰)
۴ - و - (نسخۂ مکتوبہ ص ۱۰)

Marfat.com

مسند شاهانہ پر آ بیٹھا اور خواجہ سرا زر و جواہر کی کشتیاں اس کے آگے لے آئے۔ اس نے ہرگز کسی کشتی کو قبول نہ کیا بلکہ کہا کہ یہ اسباب میرے کس کام کا۔ پھر وے اندر گئے اور کئی خوان پوشاک کے لے آئے۔ اس نے ان کو بھی پسند نہ کیا۔ پھر محل میں گئے اور بہت سے خوان شیرینی اور میوے کے لے آئے اور ایک دسترخوان پاکیزہ و کلاں بچھا کر اس پر چننے لگے۔ وہ ہر ایک خوان سونے روپے ہی کے باسنوں سے بھرا تھا اور کھانے اقسام کے ان میں دھرے تھے اور فرش فروش بادشاہوں سے بھی عمدہ اور زربفت کے پردے کلابتوں کی ڈوریوں سے اس دالان کے دروں پر بندھے تھے، اور ایک نمگیرا بھی الماس تراش استادوں پر اس کے آگے جھم جھماتا تھا، اور خوجے لباس زریں جواہر سے سجے سجائے، چالاک و چست جڑاؤ سونے روپے کے سیلپچی آفتابے لے آئے اور ہاتھ دھلوا کر سامنے با ادب کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہماری بی بی امیدوار اس بات کی ہے کہ خداوند کچھ تناول کریں۔

اس بات کو سن کر وہ مکار کھانا کھانے لگا اور اس سونے روپے کے اسباب کو بھانپنے۔ اور ہر ہر نوالے پر اپنے جی میں یہی کہتا تھا کہ برزخ سوداگر کوئی بڑا ہی مال دار و عمدہ تھا جو اس قدر مال و اسباب بطور بادشاہوں کے اپنے گھر میں چھوڑ گیا؛ چاہیے یوں کہ اس سب کو آج ہی کی رات کسی طرح اپنے گھر لے جائیے اور غنیمت سمجھیے۔

اس اندیشے میں اس ملعون نے کھانے کو تھوڑا بہت زہر مار کر کے ہاتھ کھینچا۔ پھر وہ خواص سب کے سب جڑاؤ عطردان لے آئے۔ اس نے وہ عطر اپنی داڑھی و پوشاک میں ملا اور وہ ہر ایک باسن مینے کاری کا انکلا، ظاہر میں

Marfat.com

حسن بانو کو دعائیں دے دے کر رخصت ہوا۔

اتنے میں رات ہوگئی۔ اور اس کے لوگ تمام دن اس کم بخت کی ضیافت کے کام وکاج سے تھک رہے تھے، رات کے ہوتے ہی بے اختیار پاؤں پھیلا پھیلا کر سو رہے؛ نہ اُنھوں نے دروازے کوٹھوں کے بند کیے، نہ آس اسباب و جواھر کو ٹھکانے سے رکھا۔

بعد دو پہر رات کے وہ ڈکیت، انسان صورت، شیطان خصلت اپنے اُنھیں چالیسوں چوروں کے ساتھ اس کی حویلی میں آ پڑا اور تمام زر و جواھر مال و متاع غارت کرنے لگا۔ اس عرصے میں جو تھوڑے بہت لوگ جاگ اُٹھے، اُن ظالموں کے ھاتھ سے زخمی ہوئے اور کچھ مارے پڑے۔

حسن بانو اپنے کوٹھے کی کھڑکی سے جھانک جھانک کے دیکھتی تھی اور ان کو پہچان پہچان کر ھاتھ مل مل کے کہتی تھی کہ افسوس یہ موا تو وھی خانہ خراب درویش ھے اور اس کے ساتھی۔ اس کا علاج کوئی کیا کرے۔

غرض رات جوں توں اسی پچتاوے میں کاٹی، پر صبح کو چرپائیوں پر اُن مُردوں اور ان زخمیوں کو ڈلوا کر بادشاہ کے در دولت پر لے گئی؛ بطور فریادیوں کے جا کھڑی ہوئی اور بہ آواز بلند دوھائی دے دے کر کہنے لگی کہ میں لوٹی گئی۔

بادشاہ نے پوچھا کہ یہ کون ھے اور کس کے ظلم سے ایسی بلبلا رھی ھے؟

خبرداروں نے عرض کی ”اے خدا وند! برزخ سوداگر کی بیٹی دو چار چرپائیوں پر کئی مردے اور کئی زخمی لائی ھے اور رو رو کر عرض کرتی ھے کہ اگر جہاں پناہ اپنی مہربانی سے نزدیک بلواویں تو یہ لونڈی کچھ احوال اپنی واردات کا حضور

Marfat.com

میں ظاہر کرے -

اس بات کو سنتے ہی بادشاہ نے اسے بلوا لیا اور احوال پوچھا -

اس نے مجرا کر کے کہا کہ عمر دولت خدا وند کی بڑھے اور مہر انصاف ، سپہر حق پرستی پر تا قیامت جلوہ گر رہے ! کل لونڈی نے اس فقیر کی مہمانی کی تھی ، سو اس نے یہ غضب میرے سر پر ڈالا کہ پہر رات گئے اپنے چالیسوں چوروں کے ساتھ آ کر مجھ غریب بے کس کے گھر کو لوٹا ؛ دس بیس کو زخمی کیا ، دو چار کو مار ڈالا اور گیارہ بارہ لاکھ روپے کے قریب زر و جواہر و نقد و اسباب لے گیا - خدا اس کا منہ کالا کرے کہ اس قدر ظلم و ستم اس نے اس عاجزہ پر کیا -

اس سخن کے سنتے ہی بادشاہ آگ ہو گیا اور کہنے لگا ''اے نادان ! مت کھوٹی ! تجھے کچھ بھی شعور ہے جو ایسے ولی کو اس طرح کی تہمت لگاتی ہے - وہ تمام جہان کی چیزوں سے نفرت رکھتا ہے -''

حسن بانو نے پھر عرض کی کہ اے حضرت ! ایسے کافر کو ولی نہ کہیے - یہ تو شیطنت میں شیطان سے بھی زیادہ ہے ، آپ کیا ارشاد کرتے ہیں -

بیت

اس کو کس طرح سے کہیں انسان
ہے یہ ملعون ، زادۂ شیطان

اس بات چیت کے سنتے ہی وہ اور بھی غضب ہوا اور تاؤ پیچ کھا کر کہنے لگا ''ارے کوئی ہے ! اس بدبخت لڑکی کو میرے سامنے ہی سنگسار کرے کہ یہ اپنی سزا کو پہنچے

Marfat.com

تا اوروں کو عبرت ہووے کہ پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے کہ ایسے بزرگ کو اس وضع کی بات کہے ۔

اتنے میں ایک وزیر نیک خو اپنی جگہ سے اٹھا اور پایۂ تخت بادشاہی چوم کر عرض کرنے لگا کہ جہاں پناہ یہ وہی برزخ سوداگر کی بیٹی ہے کہ جس کے سر پر خدا وند ہمیشہ شفقت کا ہاتھ اس کے جیتے جی پھیرتے تھے اور پیار کر کے اپنے پاس بٹھلاتے تھے، آج اس کو سنگسار کرتے ہو ۔ اگر اس کو مارو گے تو دل سے ان غلاموں کے اعتماد خداوند کی مہربانی کا اور بندہ پروری کا اپنے فرزندوں کے حق میں اٹھ جائے گا ، بلکہ ہر ایک اسی اندیشے سے ہلاک ہوگا کہ جہاں پناہ بعد ہمارے ، ہمارے فرزندوں سے بھی یہی سلوک کریں گے جو آج اس لڑکی کے ساتھ کرتے ہیں ۔ اس خیال کو اپنے اپنے جی میں جگہ دے کر کنارہ کش ہوں گے اور فرصت پا پا کر بھاگ بھاگ جاویں گے ؛ اغلب ہے کہ غنیموں سے ملیں اور خداوند سے دشمنی کریں ۔ یہ حقیقت عرض کرنی واجب تھی عرض کی ، آگے جو مرضی خدا وند کی ۔

اس بات کو سن کر بادشاہ نے کہا کہ اے دانش مند ! میں نے تیری سفارش سے اور برزخ سوداگر کی خاطر سے اس کی جاں بخشی کی ۔ پھر یہ اپنا اگر بھلا چاہتی ہے تو آج ہی اس شہر سے نکل جاوے بلکہ حضور عالی سے لوگ جاویں ، اس کو دیس نکالا دیں اور زر و جواہر سے لے کر جھاڑو کے تنکے تک اس کے گھر کا اسباب توشے خانے میں داخل کریں ۔

اس بات کے سنتے ہی فوج بادشاہی گئی اور آمن کو اس کے گھر سے بے گھر کر کے کچھ مال و اسباب اس فقیر کے ہاتھ سے جو بچا تھا ، سو سب کا سب لوٹ لائے اور وہ غریب تن تنہا

Marfat.com

وہاں سے نکل کر کسی جنگل میں دائی سمیت جا پڑی۔

چاروں طرف گھبرائی گھبرائی صحرا میں پھرتی تھی اور رو رو کر اپنی دائی سے یہی کہتی تھی کہ مادر مہربان! ایسی خطا مجھ سے کیا ہوئی جو میں اس عذاب میں پڑی۔

اس کو گلے لگا، بلائیں لے، یوں دلاسے دیتی تھی کہ بابا! گردش فلکی سے کچھ چارہ نہیں، صبر کر۔ اگر خدا فضل کرے گا تو پھر سب کچھ ہو رہے گا۔

اسی صورت سے گریہ و زاری کرتی ہوئی اپنی دائی سمیت ایک اور جنگل میں جا پہنچی اور ایک درخت سایہ دار کے نیچے مارے دھوپ کے جا بیٹھی۔ دو چار دن کی بھوکی پیاسی تو تھی ھی، بے اختیار نیند آ گئی تو وہ لڑکی آسی درخت کے نیچے خاک ھی پر سو رہی۔

کیا خواب دیکھتی ھے کہ ایک شخص بزرگ صورت، نیک خصلت، سفید کپڑے پہنے، عصائے سبز ھاتھ میں لیے، گلے میں تسبیاں ڈالے، کھڑاؤں پہنے سرھانے کھڑا کہتا ھے کہ بابا! غم نہ کھا اور اندیشہ مت کر۔ وہ کریم کار ساز ھے، اس سے کچھ عجب نہیں جو تجھے پھر آسی[۱] مرتبے پر پہنچاوے؛ چنانچہ اس درخت کے نیچے سات بادشاھت کی دولت گڑی ھے؛ سو حق تعالیٰ نے تیرے ھی واسطے چھپا رکھی ھے۔ اب تو اٹھ اور اس خزانے کو اپنے تصرف میں لا، دل کو یاد خدا میں لگا۔

اس نے کہا کہ میں ایک عورت ناتواں، کیوں کر اس زمین کو کھودوں اور کیوں کر اس دولت بے شمار کو اپنے قبضے میں لاؤں؟

---

۱ - کسی - (نسخہ مکتوبہ ص ۱۶)

Marfat.com

اُس نے کہا کہ تو ایک لکڑی سے قدرے کھود اور قدرت خدا دیکھ کہ وہ اس مشکل کو کیوں کر آسان کرتا ہے۔

اس بات کے سنتے ہی حسن بانو چونک اٹھی اور اپنی دائی سے یہ حقیقت کہنے لگی۔

آخر کار اُس نے اور اُس کی دائی نے جو اُس درخت کی جڑ اپنے اپنے زور کے موافق ہلائی اور قدرے ایک لکڑی سے کھودی تو سات کنویں اشرفیوں سے بھرے اور سو صندوق ہر طرح کے جواہر سے معمور معہ اُس موتی کے جو مرغابی کے انڈے برابر تھا ، دکھلائی دیے۔

حسن بانو اس دولت خدا داد سے نہایت خوش ہوئی اور سجدہ شکر کا ادا کر کے اپنی دائی سے کہنے لگی کہ اے اماں جان ! تم اسی گھڑی شہر کی طرف جاؤ اور ہمارے کنبے کے لوگوں کو لے آؤ اور کچھ تھوڑی بہت چیزیں کھانے پینے کے قسم سے بھی۔

اس نے کہا کہ جانی ! میں تنہا چھوڑ کر تجھے کیوں کر جاؤں اور اُن کو لاؤں ؟ اگر کوئی اور ہوتا تو مضایقہ نہ تھا۔ مجھ کو یہ ڈر ہے کہ کہیں کچھ اور آفت نہ پڑے۔

اسی بات چیت میں تھیں کہ اتنے میں حسن بانو کا کوکا فقیری بھیس بنائے ہوئے اُسی جگہ آ نکلا اور بے اختیار اس کے پاؤں پر گر کے سر و چشم چومنے لگا۔

اُس نے اس کو گلے سے لگا لیا اور رو رو کر دلاسا دیا کہ تو خاطر جمع رکھ ، حق تعالیٰ نے اس قدر زر و جواہر بے شمار دیا ہے کہ جس کا حساب ہو نہیں سکتا۔ تو اس وقت کچھ تھوڑا بہت خرچ راہ لے اور شہر میں جا کر جتنے ہمارے اقربا

Marfat.com

ھیں ، سب کو میرے احوال سے آگاہ کر کے لے آ اور راج مزدور و معمار بھی اچھے اچھے بلا لا کہ وے ایک عمارت عالی شان تیار کریں ، کیوں کہ میں ایک شہر بہت بڑا بساؤں اور اس کا نام ''شاہ آباد'' رکھوں ، پر یہ احوال تو کسی پر ظاھر نہ کرنا ۔

یہ بات سن کر اس نے کچھ تھوڑے بہت روپے لیے ، شہر میں آیا اور اس کے اقربا جو جابجا بحال تباہ بھیک مانگتے پھرتے تھے، اُن سبھوں کو بخوبی جمع کر کے اس کے پاس لے گیا ۔

وہ سب کے سب حسن بانو کو دیکھ کر خوش ھوئے اور ایک خیمہ بہت بڑا کھڑا کر کے آپس میں رھنے لگے ۔

بعد اس کاروبار کے جب اُس نے فرصت پائی ، تب وہ پھر شہر میں آیا اور سب کے سردار معمار سے ملاقات کر کے کہنے لگا کہ تم تھوڑے کاریگروں کو اپنے ساتھ لے کر فلانے جنگل میں چلو ، مجھے کچھ تم سے کام ھے ۔

اُس نے یہ بات قبول کر کے اپنے عملے سمیت ھم راھی اُس کی اختیار کی ۔

وہ اُن کو اپنے ساتھ لیے ھوئے حسن بانو کے پاس آیا ۔ اُس نے بہت سی تسلی اور انعام دے کر جس کام کے واسطے بلوایا تھا ، اُس میں لگا دیا ۔

بعد چھ مہینے کے جب ایک حویلی ستھری سی بنوا چکی تب معماروں سے کہنے لگی کہ اب تم اُس کے گرد شہر عالی شان کا ڈول ڈالو اور اُسے آباد کرو ۔

اُنھوں نے عرض کی کہ بادشاہ کی بے مرضی اتنا بڑا شہر یہاں بسانا اچھا نہیں ۔ اس بات کو سنتے ھی حسن بانو لباس مردانہ

سج سجا ، ایک عربی گھوڑے پر سوار ہو ، تھوڑے[1] پیادوں کو آگے رکھ ، ایک خوان جواہر اور ایک مور یاقوت کا اپنے ساتھ لے شہر کی طرف روانہ ہوئی ۔

یہ خبر بادشاہ کو پہنچی کہ ایک سوداگر بچہ نہایت عمدہ حضور کی قدم بوسی کی آرزو رکھتا ہے اور در دولت تک آ پہنچا ہے ۔

بادشاد نے فرمایا کہ اس کو نہایت عزت و حرمت سے حضور میں حاضر کرو ۔

لوگ اس کو ہاتھوں ہاتھ ، ساتھ امتیاز کے حضور میں لے آئے ۔ وہ مجرا گاہ میں کھڑی ہو کر آداب و قواعد بادشاہی سے تسلیمات و کورنشات بجا لائی اور خوان نذر کے زیر تخت رکھ کے اُمید وار مہربانی کی ہوئی ۔

بادشاہ اُس کو دیکھ کر خوش ہوا اور شفقت سے احوال یوں پوچھنے لگا کہ تم کس شہر کے رہنے والے ہو اور کس کام کو یہاں آئے ہو ، تمھارا نام کیا ہے ؟

وہ ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگی کہ میں فلانے سوداگر کا بیٹا ہوں ۔ قبلہ گاہی گردش فلکی سے فلانے شہر کے قریب جہاز پر مر گئے ہیں ۔ آرزو جبیں سائی کی اس آستانے پر کمال مراتبے رکھتا تھا ؛ آج طالع کی مدد سے حاصل ہوئی جو یہاں تک پہنچا ۔ اب اُمید وار اس بات کا ہوں کہ باقی عمر اپنی دامن دولت کے سائے میں بسر کیے جاؤں ، کیوں کہ مشرف ہونا اس در دولت سے سعادت دارین ہے اور نعمت کونین ۔ اور درخواست اس بات کی رکھتا ہوں ، اگر حکم ہو تو فلانے جنگل

---

۱ - تھوڑے سے - (نسخۂ مکتوبہ ص ۱۹)

میں چند روز رھوں اور ایک شہر آباد کر کے نام اُس کا 'شاہ آباد' رکھوں ۔

بادشاہ اس سخن سے نہایت خوش ہوا اور خلعت فاخرہ دے کر کہنے لگا کہ اے جوان صالح ! تیرے ماں باپ نہیں ھیں ۔ تو آج سے اُن کی جگہ مجھ کو سمجھ ۔ فرزندی میں میری داخل ہو، جو چاھے سو کر، جہاں چاھے وھاں رہ ، کچھ اندیشہ خاطر میں نہ لا ، جو چاھے سو لے جا ۔

حسن بانو آداب بجا لا کر عرض کرنے لگی کہ اے خدا وند ! اگر اس غلام کو شہ زادوں میں شمار کیا ھے تو کسی عمدہ[1] خطاب سے سرفراز فرمائیے تا حرمت و عزت زیادہ بڑھے کہ بہرام نام میرا لائق نہیں ۔

جہاں پناہ نے اس سخن کو پسند کیا اور اس کا نام 'ماہ رو شاہ' رکھا ۔ پھر فرمایا کے اے فرزند ارجمند ! وہ جنگل یہاں سے بہت دور ھے ۔ جی چاھتا ھے کہ ایک شہر اپنے نام سے تو شہر کے قریب آباد کرے ، اس میں بخوبی رھے ۔

اُس نے پھر عرض کی کہ جہاں پناہ! وہ صحرا نہایت دل چسپ ھے ۔ سوائے اس کے نزدیک دارالسلطنت کے دوسرا شہر آباد کرنا ترک ادب ھے ۔ اُمید وار فضل و کرم کا ھوں کہ معماروں کو حضور سے ارشاد ھو جو وے جلد اُس جنگل میں شہر بساویں ۔

بادشاہ نے اُن کو حکم کیا بلکہ فرمایا کہ ھر ایک کار کن جاوے اور اُس شہر کے آباد کرنے میں مشغول ھووے ۔

وہ بھی ایک مہینے میں دو تین بار حضور میں مجرے کے

---

۱ ۔ عہدۂ ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۲۰)

Marfat.com

لیے آیا جایا کرتی تھی اور ہر روز راج مزدوروں کو انعام دے دے کر تقید کرتی تھی کہ جلدی کرو ، معطل نہ رھو - وے رات دن اس کے بنانے میں لگے رہتے تھے -

بعد دو برس کے ایک شہر عظیم آباد کیا - نام اُس کا شاہ آباد رکھا - کاری‌گروں کو بہت سا انعام و خلعت دے کر رخصت کیا - پھر تو حسن بانو اکثر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے لگی -

ایک دن بادشاہ کے مجرے کو وہ آئی اور حضرت اُس وقت اُس درویش بزرگ صورت ، شیطان سیرت کے یہاں جایا چاہتے تھے- حسن بانو کو دیکھتے ھی کہنے لگے کہ اے فرزند ! آج جی چاہتا ھے کہ ھم تم دونوں اُس بزرگ وار ، نیک‌کردار کی خدمت میں حاضر ھوویں ، سعادت دارین حاصل کریں ، کیوں کہ ایسے غوث زمانہ کی زیارت کرنی صورت نجات کی ھے ، بسم اللہ کیجیے -

حسن بانو نے عرض کی کہ خداوند! ایک تو ایسے بزرگ کی قدم بوسی سے دونوں جہان کی خوبی حاصل ھوتی ھے ، دوسرے جہاں پناہ کے ھمراہ رکاب چلنا ؛ اس بات کے سوا میرے حق میں کیا بہتر ھے جو انکار کروں اور اس دولت عظمیٰ سے ھاتھ اُٹھاؤں - پر جی میں کہتی تھی کہ ایسے شیطان مجسم کی صورت دیکھنا روا نہیں لیکن کیا کروں تابعدار بادشاہ ھوں ، اس کے ساتھ چلنا ضروری ھے ، گو کہ گھر اس کا میرے واسطے خانۂ گور ھے -

حاصل کلام بادشاہ کے ساتھ ھو کر اُس فقیر کے گھر گئی اور بادشاہ اس کی تعریف اُس شیطان کے آگے کرنے لگا - یہ ماہرو شاہ کے نام سے مشہور تھی ؛ اپنا سر جھکا کر تعریفیں سنتی تھی اور چپکے چپکے کہتی تھی کہ اس قدر جو مجھ پر سرفرازی

Marfat.com

و مہربانی کرتے ہیں ، یہ سب زر و جواہر کی تعریف ہے ، نہیں تو میں وہی برزخ سوداگر کی بیٹی ہوں کہ جس کو اپنے شہر سے نکلوا دیا تھا اور مال و خزانہ لوٹ لیا تھا ۔

اتنے میں بادشاہ اٹھا اور اس فقیر سے رخصت ہونے لگا ۔ ماہرو شاہ نے ہاتھ باندھ کر عرض کی ''اگر پیر و مرشد اس کم ترین کے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں تو عین سرفرازی و بندہ‌پروری ہے اور یہ بات خصلت سے بزرگوں کی بعید نہیں ۔''

اس انسان صورت ، شیطان سیرت نے کہا کہ بابا البتہ میں آؤں گا ۔

ماہ رو شاہ نے پھر بادشاہ سے عرض کی کہ میری حویلی شہر سے نہایت دور ہے ، شاہ صاحب کو تصدیع ہوگی ۔ صلاح یہ ہے کہ یہاں ایک حویلی برزخ سوداگر کی قابل بادشاہوں کے بالفعل خالی پڑی ہے ۔ اگر خداوند دو چار روز کے واسطے عنایت کریں تو یہ غلام ایسے ولی کی ضیافت قرار واقعی کرے اور دولت بے زوال سے بہرہ مند ہووے ۔

بادشاہ نے کہا ''اے فرزند ارجمند ! تو نے اس کی خبر کہاں سے پائی ؟''

اس نے عرض کی کہ اکثر اس شہر کے رہنے والے اس کی تعریف کرتے ہیں اور نام اس کا بھی بخوبی لیتے ہیں ۔

بادشاہ نے کہا ''اے ماہ رو شاہ ! وہ حویلی ہم نے تجھی کو بخشی ۔''

اس بات کے سنتے ہی وہ آداب بجا لایا اور اپنے لوگوں کو ساتھ لے کر اس حویلی میں داخل ہوا ۔ پھر اس کو بے مرمت دیکھ کر بے اختیار در و دیوار سے لگ لگ رویا اور کہنے لگا

کہ لوگو اس حویلی کو مرمت کر کے جلد درست کرو ۔ یہ کہہ کر اپنے شہر کو چلا گیا ۔

بعد ایک مہینے کے ضیافتوں کا سر انجام تیار کر کے اس میں بھیجا اور کتنے خوان سونے روپے کے مرصع باسنوں سمیت اور بہت سا سر انجام زری باف و زربفت و بوم طلا کا ایک اور طاؤس یاقوتی اور بہت سا جواہر بیش قیمتی اپنے ساتھ لایا ؛ پھر اپنے نوکر چاکر اس حویلی میں چھوڑ کر بادشاہ کے پاس گیا ۔ ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا ''جہاں پناہ ارادہ یوں ہے کے چند روز برزخ سوداگر کی حویلی میں رہوں ، سلام مجرے کو بھی[1] روز حاضر ہوا کروں لیکن کل اپنے پیر و مرشد کی تواضع کر لوں ۔

بادشاہ نے فرمایا ''بہت بہتر ، یہ تیرا اختیار ہے بلکہ ہماری بادشاہت بھی اپنی ہی جان ۔''

وہ اٹھ کر آداب بجا لایا اور عرض کرنے لگا کہ اس قدر بندہ پروری اور اتنی سرفرازی خداوند کی محض نوازش ہے ۔ فدوی ہر صورت سے تابعدار بادشاہ عالم پناہ کا ہے ۔

غرض بادشاہ سے رخصت ہوا اور اپنے باپ کے گھر آ کر ضیافت کی تیاری کی ۔ پھر ایک آدمی سے کہا کہ تو جا کر اس فقیر مکرہائے کی خدمت میں اس عاجز کی طرف سے بندگی عرض کر کہ کل اگر تشریف ارزانی فرماؤ تو گویا اس کم ترین کو بے داموں مول لو ۔

غرض وہ گیا اور اس کے کہنے کے موجب عرض کی ۔ اس نے اس بات کو قبول کیا ۔

---

۱ - ہر روز ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۲۳)

Marfat.com

صبح کو اُسی اپنی عادت سے فقیروں کو ساتھ لیے سونے روپے کی اینٹوں پر پاؤں رکھتا ہوا چلا ۔ ماہ رو شاہ نے فرش فروش مکلف و مسند شاہانہ سے ایک مکان آگے ہی چمکا رکھ تھا ، اس میں داخل ہوا ۔

شاہ زادے نے اس کو مسند شاہانہ پر بٹھلایا ، خوان و زر و جواہر[1] مع طاؤس مرصع نذر گزارنے ، فقیر نے قبول نہ کیے ۔ تب اس نے تمام جواہر اپنے طاقوں پر چنوا دیے اس لیے کے جس وقت نظر فقیر کی اُس پر پڑے تو طمع اس کی زیادہ بڑھے ۔ پھر کئی خوان میوے کے منگوائے اور ایک دسترخوان زربفت کا بچھوایا ، جڑاؤ سنگ یشم (یشب) کے باسنوں میں طرح بہ طرح کے اور قسم قسم کے کھانے نکال کر چنے اور گنگا جمنی چلمچی آفتابے سے ہاتھ دھلا کر عرض کی کہ پیر و مرشد کچھ آلش کریں اور اس کم‌ترین کو سرفراز فرمائیں ۔

اس بات کو سن کر اُس کوتہ اندیش نے ہاتھ بڑھایا اور اپنے اُنھیں چالیسوں فقیروں کے ساتھ کھانا کھانا شروع کیا ۔ دو چار ہی لقمے کھا کر کہا کہ بس زیادہ کرو ۔ فقیروں کو پیٹ بھر کر کھانا اچھا نہیں کیوں کہ اگر بہت کھائیں گے تو عبادت الٰہی نہ کر سکیں گے ۔

ماہ رو شاہ نے پھر عرض کی کہ پیر و مرشد ! اس کمترین کی تسلی نہیں ہوئی ، دو چار نوالے آپ اور بھی تناول کریں ۔

اُس نے کہا کہ اتنا کھانا تیری خاطر سے کھایا ورنہ میں تمام رات و دن میں دو چار دانے کھاتا ہوں ۔ آٹھ پھر یاد خدا ہی میں مشغول رہتا ہوں کیوں کہ جو زیادہ کھاؤں تو عبادت

---

۱ ۔ خوان زر و جواہر۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۲۴)

Marfat.com

کیا خاک کروں ؟ [1]دل میں کہتا تھا کہ یہ اسباب سب کا سب اپنا ہی ہے ، کہاں جاتا ہے ۔

پھر ایک مرصع کار[2] عطردان پان‌دان آگے لا رکھا ۔ اس نے عطر ملا ؛ گھڑی دو گھڑی کے بعد رخصت ہو کر اپنے گھر آیا ۔

آن چوروں سے کہنے لگا کہ یہ کھانا جب حلال ہوگا کہ ہم تم آج ہی کی رات چل کر تمام اسباب چرا کے اپنے گھر لے آویں ۔

اسی گفتگو میں تھے کہ رات ہو گئی ؛ تب اس نے چوروں کے کپڑے پہنے اور انھیں چالیسوں کو ساتھ لے کر آدھی رات کو اس کی حویلی کی طرف چلا ۔

ماہ رو شاہ نے اپنے لوگوں کو پہلے ہی کہہ رکھا تھا کہ تم کچھ اسباب کہیں سے نہ سمیٹنا ، جہاں کا تہاں پڑا رہنے دینا ، پر مستعد بیٹھے رہنا ۔ اور ایک رقعہ شہر کے کوتوال کو لکھ بھیجا کہ آج کی رات ڈاکا پڑنے کی خبر ہے ۔ تم تھوڑے سے لوگ لے کر جلد آؤ اور ایک کونے میں چھپے، گھات میں رہو ۔ جس وقت اس حویلی سے شور و غل کی آواز بلند ہو، اسی گھڑی تم آن پہنچنا اور چوروں کو باندھ لینا ۔

کوتوال اس خبر کو سنتے ہی سو دو سو پیادوں سے اس کی حویلی کے دائیں بائیں آ کر بیٹھ رہا کہ اتنے میں وہ اجل گرفتہ ایک ڈھاڑے کا ڈھاڑا لے کر اس کی حویلی میں پیٹھا ، اسباب غارت کرنے لگا ۔

---

۱ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی میں 'پھر' ہے لیکن نسخۂ مکتوبہ میں نہیں ۔

۲ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی اور نسخۂ مکتوبہ میں ''مرصع کا'' ہے ، ''مرصع کار'' ہوگا اس لیے درستی کر دی گئی ۔

Marfat.com

غرض ہر ایک نے ہر ایک طرح کے اسباب کا گٹھر باندھ کر اپنے اپنے سر پر رکھا - وہ درویش بھی اُس طاؤس مرصع کو لے کر حویلی سے باہر نکلا - پیادے تو اسی تاک پر لگ رہے تھے ، اپنی اپنی جگہ سے کودے اور اُن کو باندھنے لگے - ندان اُن سبھوں کی مشکیاں چڑھا لیں اور گٹھریاں اُن کے گلے میں ڈال دیں - غرض اس قدر شور و غل ہوا کہ کوتوال خود چلا آیا - اُنھوں نے عرض کی کہ اب آپ بھی ان سے خبردار رہیں ، صبح کو حضور معالی میں لے چلیں - وھاں سے جو حکم ہوگا سو کیا جائے گا -

حسن بانو اُن دشمنوں کو گرفتار دیکھ کر نہایت خوش ہوئی اور اپنے نوکروں کو انعام دے کر ٹھنڈے جی سے پاؤں پھیلا کر سو رہی -

اتنے میں صبح ہوئی - بادشاہ نے برآمد ہو کر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا - وزیر ، امیر ، خان و نواب مجرا کرکے اپنے اپنے پائے پر کھڑے ہوئے - حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آج کی رات شہر میں کیا شور و غل تھا -

اتنے میں کوتوال اُن سبھوں کو باندھے ہوئے آ پہنچا اور آداب بادشاھی سے مجرا کر کے عرض کرنے لگا ''جہاں پناہ ! آج آدھی رات گئے برزخ سوداگر کی حویلی میں چور پڑے تھے - یہ نمک خوار اس احوال کے دریافت کرتے ھی وھاں جا پہنچا اور اُن کو مع زر و جواھر باندھ کر حضور اعلیٰ میں لے آیا[۱] - معلوم ایسا ھوتا ھے کہ شاید میں نے ان کو کہیں دیکھا ھے - ظاھرا صورت آشنا سے نظر پڑتے ھیں -

---

۱ - پر - (نسخۂ مکتوبہ ص ۲۷)

وہ یہ عرض کر ہی رہا تھا[۱] ، اتنے میں ماہ رو شاہ آیا اور مجرا قواعد بادشاہی سے کر کے ایک کرسئی جواہر نگار پر بیٹھ گیا ۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اے فرزند ارجمند ! شب کیا تمھاری حویلی میں چور پڑے تھے ؟

اس نے کہا کہ جہاں پناہ کوتوال بر وقت پہنچا ، نہیں تو گھر لٹتا اور میں مارا جاتا ۔

یہ بات سن کر بادشاہ نے کہا کہ ان چوروں کو ہمارے سامنے لاؤ ۔

وہیں وے اسی طرح سے ان کو باندھے ہوئے لے آئے ۔ بادشاہ ہنسا اور کہنے لگا کہ اے فرزند ! یہ تو ہمارے ارزق شاہ صاحب معلوم ہوتے ہیں ؛ ان کو اور نزدیک لاؤ ۔

غرض وے آگے آئے اور بخوبی پہچانے گئے تو وہی شاہ صاحب تھے اور وہی ان کے چالیسوں مرید ۔ پھر کوتوال کو حکم کیا کہ تو ان کی گٹھڑیاں اور کمریں کھول ، اسباب دکھلا ۔ اس نے ان کا جھاڑا لیا تو ہر ایک کے پاس سے مال اور کمندیں اور پھانسیاں نکلیں ، بلکہ ارزق کی بھی کمر میں سے طاؤس مرصع اور کئی پھنسیاں ہاتھ آئیں ۔ بادشاہ اس حال کو دیکھ متعجب ہوا اور غضب سے کہنے لگا کہ ابھی ان کو سولی دو کہ پھر کوئی ایسی دغابازی نہ کرے ۔

وہاں زبان ہی ہلانے کی دیر تھی ، جلاد نے ہر ایک کا کام تمام کیا ۔

حسن بانو نے جو دیکھا کہ دشمن اپنے ساتھیوں سمیت مارا پڑا ، کرسی سے اٹھی اور ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگی

---

۱ - کہ - (نسخۂ مکتوبہ ص ۲۷)

Marfat.com

کہ جہاں پناہ ! یہ لونڈی خانہ زاد موروثی برزخ سوداگر کی بیٹی ھے - حضرت نے اسی فقیر بے حیا کے واسطے اس لونڈی کو شہر بدر کیا تھا ؛ تب بھی اس عاجزہ کی تقصیر نہ تھی - چنانچہ میرے باپ کا تمام مال اُسی کے گھر میں ھے - اگر خداوند اُس کو کھدوا دیں تو نکلے ھی نکلے اور جھوٹھ (جھوٹ) سچ اس باندی کا حضور پرنور میں ظاھر ھووے -

بادشاہ نے حسرت سے اُنگلیاں کاٹیں اور فرمایا کہ ارزق کا گھر کھودیں - اور حسن بانو کو تحسین و آفرین بہت سی کی -

آخر کار جب اُس کا مکان کھودا تو تمام مال برزخ سوداگر کا نکلا - حسن بانو نے اُس کو بادشاہ ھی کی نذر کیا اور عرض کی کہ خداوند ! یہ کم‌ترین امید وار اس بات کی ھے کہ اگر آپ اس بے کس کے گھر قدم رنجہ فرماویں تو یہ باندی بہت کچھ رکھتی ھے - سب کا سب حضور میں گزرانے اور اپنی حقیقت ظاھر کرے -

بادشاہ نے اُس کی عرض قبول کی -

وہ حضور سے رخصت ھو کر اپنے ملک میں آئی اور تمام شہر کی آئینہ بندی کروا کے محل کو بھی فرش فروش سے آراستہ کیا -

بعد دو تین دن کے بادشاہ نے اس کے شہر کی طرف کوچ کیا - جب نزدیک جا پہنچا ، وہ اپنی سپاہ سمیت استقبال کو ایک تکلف سے شہر کے باھر آئی اور قدم بوس ھو کر بخوبی اہتمام کرتی ھوئی محل میں لے گئی - ایک مسند شاھانہ پر بٹھلا کر وہ دوسرا طاؤس مرصع اور کئی خوان زر و جواھر کے آگے رکھ دیے -

بادشاہ ان کو دیکھ کر نہایت خوش ھوا - پھر اس نے

Marfat.com

ساتوں کنویں زر سرخ سے بھرے ہوئے دکھلا دیے اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اہل کاروں کو حکم ہو جو اس مال و اسباب کو چھکڑوں پر لدوا کر خزانۂ بادشاہی میں داخل کریں ۔ بادشاہ نے وزیروں سے کہا کہ تم ابھی اس مال کو خزانۂ عامرہ میں یہاں سے اٹھوا کر بھجوا دو ۔

وہ متصدیوں سمیت کنویں پر گئے ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ زرسرخ سے مالا مال ہیں ۔ جوں چاہا کہ اس کو نکال کر لاویں ، وہیں وہ زر سانپ بچھو کی صورت ہو گیا !

وہ اس واردات سے ڈر کر بادشاہ کے پاس گئے اور اس احوال کو ظاہر کیا ۔ بادشاہ حیران ہوا اور حسن بانو کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا ۔ تب حضرت نے فرمایا کہ اے فرزند ! کچھ اندیشہ مت کر ۔ یہ مال و اسباب حق تعالیٰ نے تیری ہی قسمت میں لکھا ہے ، تو مختار ہے ؛ دوسرا اس کو نہ لے سکے گا ۔

وہ تسلی آمیز باتوں سے خوش ہوئی اور آداب بجا لا کر عرض کرنے لگی کہ اگر حکم ہو تو یہ لونڈی اس دولت بے قیاس کو راہ خدا میں تصرف کرے ۔

بادشاہ نے پروانگی دی اور اس سے رخصت ہو کر دولت خانے تشریف لے گئے ؛ تھوڑے لوگ سپاہ کے اس کی حفاظت کے واسطے وہاں چھوڑے ۔

اس نے اسی روز سے ایک مسافر خانہ عالی شان بنوایا[۱] ۔ ہر ایک مسافر کو کھانا ، کپڑا ، نقد جنس دیتی اور رخصت

---

۱ - نسخۂ بمبئی ۱۸۴۵ء میں 'بنوا کر' اور نسخۂ مکتوبہ (ص ۳۰) میں 'بنوا '' ہے ۔

Marfat.com

کرتی - چنانچہ جو کوئی کہیں کا ارادہ کر کے اس کے شہر میں آتا تھا ، یہ اس کو موافق اس کی قدر کے خرچ دے کر رخصت کر دیتی تھی -

کتنے دنوں میں مسافروں نے یہ چلن اور وصف اُس کا ملک ملک ، گاؤں گاؤں مشہور کیا کہ ایک نئے شہر میں ایسی ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے اور سخاوت اور مروت اس قدر رکھتی ہے کہ ہر ایک خدا کے بندے کا سر اپنے بار احسان سے جھکا دیتی ہے اور اپنی شیریں سخنی سے ہر ایک بشر کو غلام کر لیتی ہے - حق تو یہ ہے کہ نہ ایسی سنی ہے[1] ، نہ دیکھی - اور نوکر بھی اُس کے امانت دار اور دیانت دار ہیں کہ ہر ایک محتاج غریب کو روپے اور اشرفیوں سے نہال کر دیتے ہیں - نام اس کا اس زمانے میں سخاوت و رحم کے باعث چاند اور سورج سے بھی زیادہ روشن[2] ہے -

یہ خبر رفتہ رفتہ شہرخارزم میں پہنچی - وہاں کا بادشاہ بھی لشکر عظیم اور ملک وسیع رکھتا تھا - ایک بیٹا اُس کا منیر شامی نام چودہ پندرہ برس کا نہایت حسین و خوب صورت تھا - اتفاقاً آوازہ حسن بانو کی سخاوت اور خوب صورتی کا اُس لڑکے نے سنا - سنتے ہی عاشق ہو گیا اور ایک مصور کو بلوا کر کہا کہ میں اس قدر روپے تجھے دیتا ہوں - تو شاہ آباد میں جا اور حسن بانو کی تصویر جس طرح بنے اُس ڈھب سے کھینچ لا -

وہ کئی مہینے کا وعدہ کرکے اُس سے رخصت ہوا اور قریب شاہ آباد کے جا پہنچا - کتنے ایک نوکر حسن بانو کے

۱ - 'اور'- (نسخۂ مکتوبہ ص ۳۰)

۲ - 'روشن'- نسخۂ مکتوبہ (ص ۳۱) میں ہے -

Marfat.com

اسی کام کے واسطے مقرر تھے کہ وے ہر ایک مسافر کو اپنے اپنے مکان پر لے جاتے اور اچھے اچھے کھانے کھلاتے ۔ جب اس کو رخصت کرنے لگتے ، تب اس کے پاس لے آتے تھے ۔ وہ اس کا احوال پوچھتی تھی اور خرچ موافق اس کے حال کے دے کر رخصت کرتی ۔ اسی صورت سے وہ لوگ اس کو بھی حسن بانو کے پاس لے گئے ۔

تب اس نے ایک پردہ ڈال کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور کچھ احوال پوچھا ۔ اس نے عرض کی کہ میں امید وار اس بات کا ہوں کہ یہ باقی عمر اپنی آپ کے سایۂ دولت میں بسر کروں ۔

اس نے کہا کہ تو کیا کام جانتا ہے اور کیا ہنر رکھتا ہے ؟

وہ بولا کہ میں مصوری کا کام ایسا جانتا ہوں ، جس کی تصویر چاہوں ، پس پردہ کھینچوں ۔

اس بات کو سن کر اس نے نوکر رکھا ۔ بعد تھوڑے دنوں کے جی میں یہ خیال گزرا کہ اپنی تصویر کھنچوائیے اور اس کو دیکھیے ، اس کا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا ۔ ایک دن اس کو بلوایا اور کہا ”اے مصور ! میری تصویر بے دیکھے کھینچ ۔“

اس نے کہا کہ آپ کوٹھے پر چڑھیں اور ایک لگن پانی سے بھروا کر زیر دیوار رکھوا دیں ۔ میں پانی میں سے ذرا عکس دیکھ لوں تو تمھاری تصویر ہو بہو کھینچوں ۔

اس نے فرمایا ”ایک طشت پانی سے بھر کر جلد دیوار کے تلے رکھ دو ۔“

نوکروں نے وہی کیا ۔ تب وہ اوپر گئی اور پرچھائیں اس

Marfat.com

کی اُس میں پڑی - مصور نے ایک نظر پانی میں اس کی شبیہہ دیکھ لی اور اپنے گھر آ کر دو تصویریں کھینچیں - جو تصویر کہ تصویر تھی سو تو اُس نے اپنے پاس رکھی اور ایسی ویسی حسن بانو کو حوالے کی - اُس نے اس کو بھی پسند کر کے لے لیا اور انعام دے کر رخصت کیا -

مصور تھوڑے دنوں میں منیر شامی کے پاس جا پہنچا اور وہ تصویر اُس کو دکھلا کر اُمید وار انعام کا ھوا -

وہ اُس کو دیکھتے ھی غش ھو گیا - جب ھوش میں آیا تب آھیں سرد دل پُر درد سے کھینچنے لگا - ندان یہ بات جی میں ٹھہرائی کہ بہتر یہی ھے اب نکل چلیے ، گو مرضی ماں باپ کی نہیں -

آخر کار آدھی رات کو فقیروں کا سا احوال بنا کر اپنے گھر سے تنہا نکلا اور شاہ آباد کی طرف راھی ھوا -

بعد ایک مدت کے آفتیں کھینچتا اور مصیبتیں اُٹھاتا اُس شہر میں جا پہنچا ، پر کچھ نہ کھایا - خبرداروں نے یہ خبر حسن بانو کو پہنچائی کہ ایک مسافر اس شہر میں ایسا آیا ھے کہ وہ نہ کچھ کھاتا ھے اور نہ کسی سے کچھ بات کرتا ھے - حسن بانو نے اُس کو اپنے پاس بلوا لیا اور کہا ''اے مسافر شہر غریب ! تو نے کھانا پینا کیوں چھوڑا اور اس قدر زر نقد کیوں نہ لیا ؟ اگر لے لیتا وہ پیسا کہیں نہ کہیں تیرے کام ھی آ رھتا - بھلا کچھ تو ھم سے لے -

اُس نے کہا کہ زر و جواھر کا محتاج ھو کر کچھ نہیں آیا ھوں - میں بھی بہت سی دولت و ھمت[1] رکھتا ھوں بلکہ

۱ - حشمت - (نسخۂ مکتوبہ ص ۳۳)

Marfat.com

شہزادہ شہر خارزم کا ہوں۔

اُس نے کہا ''اگر تو شہ زادہ ہے تو فقیروں سا حال کیوں بنایا ہے؟''

بولا کہ میں تیری تصویر کو دیکھ کر دیوانہ ہوا، اپنی شہ زادگی کو خاک میں ملا کر شہر سے نکلا، خاک چھانتا یہاں تک آ پہنچا۔ فقط آرزوئے وصال رکھتا ہوں۔ جو بات تھی سو کہی، آگے مرضی تیری، جو چاہے سو کر۔

اس بات کے سنتے ہی اُس نے تامل سے سر نیچے کر لیا۔ بعد ایک دم کے کہا ''اے جوان! اس خیال کو اپنے دل سے دور کر کیوں کہ اگر خاک ہو کر ہوا کے ساتھ تو اڑتا پھرے گا تو بھی میرے ایک رونگٹے تک نہ پہنچے گا، منہ دیکھنے کا تو کیا ذکر ہے۔ مگر وہ شخص جو میری یہ ساتوں شرطیں پوری کرے۔

تب شہ زادہ بولا کہ میں تیرے دروازے پر اپنی جان دوں گا۔

وہ مسکرائی اور بولی کہ جان دینا آسان ہے پر دیکھنا میرا مشکل۔

تب اُس نے کہا '' تم کو اپنی جان عزیز کی قسم ہے! وے سوال کون سے ہیں؟ مجھ سے کہو۔''

تب حسن بانو بولی ''پہلا سوال تو یہ ہے کہ ایک بار میں نے دیکھا ہے اور دوسری دفعہ کی ہوس ہے؟ اس کا جواب دے۔''

اُس نے کہا کہ وہ کہاں ہے اور کب سے یہ سخن کہتا ہے۔

Marfat.com

یہ بات سن کر وہ ہنسی اور کہنے لگی کہ کیا خوب! اگر میں جانتی تو تجھ سے کیوں پوچھتی ۔

شہ زادہ اس بات کو سن کر اپنے گریبان میں سر ڈال کر رہ گیا اور[1] جی میں کہنے لگا ''اب کیا کروں ، بن دیکھے ہوئے مکان کی طرف کیوں کر جاؤں ۔'' تب حسن بانو بولی ''اے عزیز! اگر یہی اندیشہ ہے تو میرے دیکھنے کے خیال کو دل سے اٹھا دے اور جہاں چاہے وہاں چلا جا ۔''

پھر اس نے کہا ''اے سراپا ناز! میرے حق میں تیرے شہر کا رہنا اچھا ہے اور یہیں کے کوچوں کا مرنا مبارک ہے ۔

یہ سن کر اس نے کہا ''ہم ایسے یاوہ گو[2] کو اپنے شہر میں رہنے نہیں دیتے۔ اگر آپ سے جاتا ہے تو جا نہیں تو بے حرمت ہو کر نکلے گا ۔

شہ زادہ اس گفتگو سے مایوس ہوا اور ایک برس کا اس نے وعدہ کر ، چلنے کا قصد کیا ۔

تب سوداگر بچی نے جانا کہ یہ اپنا نقد دل یہاں کھو چکا ہے ۔ تھوڑے بہت روپے خرچ راہ دیے اور نام پوچھا ۔ اس نے کہا ''منیر شامی ۔''

ندان روتا پیٹتا سر بہ صحرا ہوا ۔ کسی جنگل میں جا کر کبھو ہنس دیتا ، کسی پہاڑ سے سر ٹکرا کر کبھو رو دیتا پر قدم بڑھائے ہی جاتا تھا ۔

اور بھی اس فتنہ انگیز کے یہاں اسی صورت سے لٹتے ہی

۱ - 'اور' نسخۂ مکتوبہ (ص ۳۴) میں نہیں ہے ۔
۲ - یا وہ کوٗن ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۳۵) ۔

Marfat.com

شہ زادے ، وزیر زادے آئے اور اُنھیں سوالوں میں گرفتار ہو ہو کر کتنے کافور ہو گئے اور بہتیرے مر مٹے ، پر سوال اس کا[1] ایک بھی پورا نہ کر سکا ۔

القصہ منیر شامی اُس کی تصویر کو اپنی بغل میں دابے ہوئے جنگل جنگل مانند بگولے کے پھرتا تھا پر کہیں مطلب کا کھوج نہ پاتا تھا ۔

اتفاقاً پھرتے پھرتے ایک دن متصل یمن کے ایک جنگل میں جا نکلا اور کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر مانند ابر بہار کے زار و نزار رونے لگا ۔

حاتم بھی اُسی روز یہیں شکار کھیلنے گیا تھا ۔ اتنے میں ایک آواز درد ناک اُس کے کان میں پڑی ۔ اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اس آواز کی خبر لاؤ ، دیکھو تو اس بیابان میں ایسا ستم رسیدہ کون ہے جو اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے ۔

غرض کئی شخص گئے اور آ کر عرض کرنے لگے ''اے خدا وند ! ایک شخص نوجوان ، خوب صورت بطور فقیروں کے فلانے درخت تلے بیٹھا روتا ہے ؛ نہ آنکھیں کھولتا ہے ، نہ کسی سے کچھ بولتا ہے ۔

حاتم اس بات کے سنتے ہی اُس کی طرف تنہا آیا ۔ چپکا کھڑا رہ ، دور سے تماشا دیکھنے لگا ۔ وہ بے خبر رو رو آہیں بھرتا تھا اور اپنے جگر کے ٹکڑے کرتا تھا ۔ یہ حالت اُس کی دیکھتے ہی بے تاب ہو گیا ؛ آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور اپنے جی میں کہنے لگا ''یا الٰہی اس پر ایسا حادثہ کیا پڑا ہے جو احوال اس کا

---

۱ ۔ اُس کا ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۳۵) میں نہیں ہے ۔

ایسا ہو گیا ہے۔"

غرض اپنے گھوڑے سے اترا ، اس کے سرہانے جا کھڑا ہوا اور ترحم سے پوچھنے لگا "اے جوان رعنا ! تجھ پر ایسی کیا مصیبت پڑی جو تیری یہ حالت ہے ؟"

اس نے سر اٹھا کر جو دیکھا تو ایک شخص نوجوان ، مہر جبیں ، سرو قد ، با زلف مشکیں ، بادشاہوں کی سی پوشاک پہنے ہوئے احوال پوچھتا ہے۔

جب اس نے اس الفت و شفقت کے ساتھ اسے دیکھا ، بے اختیار بول اٹھا "اے بھائی ! کیا کہوں ، نہ طاقت تقریر کی ہے ، نہ قدرت تحریر کی ؛ سوائے اس کے ایسا کوئی نظر نہیں آتا جو میرا درد دل سنے اور اس کا علاج کرے۔"

حاتم نے کہا "تو خاطر جمع رکھ اور مجھ سے کہہ کیوں کہ میں نے خدا کی راہ میں کمر باندھی ہے ، تیرے بھی کام کرنے میں قصور تا مقدور نہ کروں گا۔ اگر دولت دنیا درکار ہے تو ابھی لے اور اگر کسی دشمن نے ستایا ہے تو اس کو میرے سامنے کر دے ؛ یا ماروں گا یا آپ ھی رھوں گا۔ اگر معشوق کے ملنے کی آرزو رکھتا ہے تو وہ بے سعی نہیں مل سکتا ، اس کی تدبیر کروں گا ؛ خدا کے فضل سے اس کو بھی تجھ سے ملا دوں گا۔ اگر سر کا طالب ہے تو یہ بھی حاضر ہے۔"

منیر شامی نے جو اس ڈھب کی باتیں سنیں ، آفرین و مرحبا کہہ کر دعائیں دیں اور کہا "اے جوان صاحب وفا ! تو سلامت رہے جو ہم غریبوں کو دلاسے دیتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ تصویر اپنی بغل سے نکالی اور اسے دکھلا کر پوچھا " اب تو ھی بتلا کہ بن دیکھے اس کے کیوں کر

Marfat.com

جیوں اور اپنا حال کس طرح تباہ نہ کروں ؟"

حاتم نے جو وہ شکل دیکھی ، بھچک[1] رہ گیا - پھر کہنے لگا "حق بہ طرف تیرے ہے پر اتنا بے تاب نہ ہو، ٹک صبر کر ، خاطر جمع رکھ ، خدا سے دھیان لگا ، نا اُمید مت ہو - میں بھی تیرے کام میں قصور نہ کروں گا - جب تک تیرا یار تجھ سے نہیں ملاتا[2] ، تب تک تیرا ساتھ نہیں چھوڑتا -"

غرض اسی طرح تسلی دے ، ڈھارس بندھا کر یمن میں لے گیا - وھاں حمام کروایا ، پوشاک بدلوائی ، ضیافتیں کھلائیں ، ناچ دکھائے ؛ دو چار روز اس طور سے مشغول رکھا ، پھر ایک دن اُسے اُداس دیکھ کر کہا "اے عاشق صادق ! میں تجھے ٹالتا نہیں ، اب تیرے مطلب کی تلاش کرتا ھوں اور کمر کوشش کی باندھتا ھوں -"

شہ زادہ بولا "میرے کام کا آغاز ، انجام نہیں رکھتا - میں روادار نہیں کہ تو عیش و عشرت چھوڑے اور اپنے تئیں محنت و مشقت میں ڈالے -" حاتم بولا "گو تو نہیں چاھتا نہ چاہ ، پر میں اپنے سخن کو[3] نباھوں گا اور تجھے تیری محبوبہ سے اگر جیتا بچا تو[4] ملاؤں گا -

غرض اپنے ارکان دولت کو جمع کر کے فرمایا کہ جس صورت سے مسافروں کو مکان ، بھوکوں کو کھانا ، ننگوں کو

---

۱ - بھیچک - (نسخۂ مکتوبہ ص ۳۷) -
۲ - نسخۂ مطبوعہ بمبئی (ص ۳۰) "ملا" اور نسخۂ مکتوبہ (ص ۳۷) میں 'ملاتا' ہے -
۳ - تامقدور - (نسخۂ مکتوبہ ص ۳۸) -
۴ - تو- نسخۂ مکتوبہ (ص ۳۸) میں نہیں ہے -

کپڑا ، مفلسوں کو خرچ جیسے[1] میرے سامنے ملتا ہے اسی طرح سے میرے آنے تک ملا جائے تا یہ کوئی نہ کہے کہ حاتم اس شہر میں نہیں ، اب کون کسی کو دے ۔ اس امر میں تساہل و تغافل نہ کرنا بلکہ یہ کاروبار بہ خوبی جاری رکھنا ۔

اس طرح سے اُن کو سمجھا بجھا دیا اور آپ منیر شامی کے ساتھ[2] شاہ آباد کا رستہ پکڑا[3] ۔

کتنے دنوں میں وہاں جا پہنچا ۔ حسن بانو کے لوگ جو مہمان داری پر مقرر تھے ، پیشوا آ کر اس کو مہمان سرا میں لے گئے ۔ قسم قسم کے کھانے لے جا کر روبرو رکھے ۔ اشرفی روپے بھی بہت سے حاضر کیے اور بہ منت التماس کیا کہ آپ بے تکلف کھانا نوش جان کیجیے اور زر سرخ و سفید جس قدر درکار ہو بے تامل لیجیے ۔

اس نے کہا ''اے بندگان خدا ! میں محتاج روٹی کا اور طالب زر و جواہر کا ہو کر نہیں آیا ہوں ۔ حق تعالیٰ نے مجھ کو بھی بہت سے روپے دیے ہیں اور بہت سے ملکوں کا سردار کیا ہے ۔ میری تو آرزو بہت بڑی ہے ۔

لوگوں نے اس بات کو سن کر حسن بانو سے کہا کہ حاتم نام ایک شخص تازہ وارد تمہارے سوالوں کے جواب دینے پر مستعد ہے لیکن منیر شامی بھی اس کے ساتھ ہے ۔ اس نے اس مذکور کو سن کر اُن دونوں کو بلوا لیا ۔

جب وہ آئے ، تب چلون کی اوٹ ہو بیٹھی اور پوچھنے لگی

---

۱ - جیسے - نسخۂ مکتوبہ (ص ۳۸) میں نہیں ۔
۲ - همراه - (نسخہ مکتوبہ ص ۳۸)
۳ - پکڑا - ,, ,, ,,

Marfat.com

"تمھارا کیا احوال ھے؟"

حاتم نے کہا "شکر ھے جیتے تو ھیں لیکن اے مہر لقا! اپنے مبتلا کو ذرا صورت دکھلا کہ اس کے دل کو اندکے تسکین ھو جائے اور کچھ زندگانی کا[1] پھل پائے۔"

وہ بولی "اے بندۂ خدا! میں نا محرم کے سامنے کیوں کر ھوں اور کس طرح سے اپنا دیدار دکھاوں؟ ھاں مگر جو کوئی یہ ساتوں سوال پورے کرے گا، وھی بعد عقد کے میرے گلشن عیش کا گل راحت چنے گا اور شراب وصال[2] پیے گا۔

تب حاتم نے کہا کہ وہ کون سے سوال ھیں؟ تم اپنی زبان شیریں سے بیان کرو۔ ساتھ اس کے یہ قول بھی دو کہ اگر اُن سوالوں کو پورا کروں تو تمھارے تئیں جسے چاھوں بخش دوں۔

اُس نے اس بات کو مانا اور اقرار بخوبی کیا۔ پھر ایک دسترخوان پاکیزہ بچھوا کر طرح بہ طرح کے کھانے کھلوا کر تھوڑے بہت روپے دیے اور رخصت کے وقت یہ کہا "اے حاتم! پہلا سوال تو یہ ھے کہ ایک بار دیکھا ھے، دوسری دفعہ کی ھوس ھے۔ اس کی خبر لا کہ وہ کون ھے اور کہاں ھے اور اُس نے ایسا کیا دیکھا ھے کہ دوبارہ جس کے دیکھنے کی آرزو رکھتا ھے؟ پہلے اس کو پورا کر، پھر دوسرے کی فکر کیجو۔

حاتم نے اس بات کے سنتے ھی منیر شامی کو اس کے سپرد کیا اور کہا "یہ میرا بھائی ھے۔ جب تک میں یہاں نہ آؤں، تب تک اس کو اپنی بندگی میں رکھنا اور خاطر داری

---

۱ ۔ سے ۔ (نسخہ مکتوبہ ص ۳۹)
۲ ۔ وصل ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۳۹)

Marfat.com

کیا کرنا۔

یہ کہہ کر حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور منیر شامی کو مہمان سرا میں چھوڑ کر کسی طرف کو چلا گیا۔

Marfat.com

پہلا سوال[1]

حاتم کے جانے کا اور پہلی شرط بجا لانے کا

القصہ حاتم جب تھوڑی دور گیا ، تب اپنے جی میں کہنے لگا کہ اب میں کیا کروں اور کس سے کہوں ؟ بے دیکھے بھالے کدھر جاؤں اور اس عقدے کی گرہ کیوں کر کھولوں ! مگر برائے خدا یہ مشکل اپنے پر لی ہے ، وہی آسان کرے گا ۔ مجھ سے تو کچھ نہیں ہو سکتا ۔ یہ کہہ کر توکل بہ خدا آگے بڑھا ۔

اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک بھیڑیا قریب ہے کہ ایک ہرنی کو پکڑے اور پھاڑ چیر کر کھا جاوے ۔ اس بے کسی میں جو اُس نے اس ہرنی کو دیکھا ، جلد جا کر ایک آواز سہم ناک سے پکار کر کہا کہ[2] اے نابکار ! کیا کرتا ہے خبردار ! یہ غریب بچے والی ہے ، دودھ اس کی چھاتیوں سے بہا جاتا ہے ۔

وہ اس بات کو سن کر ڈرا اور کھڑا ہو کر کہنے لگا ''شاید تو حاتم ہے جو ایسے وقت میں اس کے آڑے آیا ۔''

وہ بولا ''تو نے کیوں کر جانا ''۔

اُس نے کہا ''میں نے تیری ہمت و شفقت سے پہچانا لیکن

---

۱ ۔ قصہ ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۴۰)

۲ ۔ 'کہ' نسخۂ مکتوبہ میں نہیں ہے ۔

Marfat.com

تمام ملک میں یہ بات مشہور ہے کہ تو ہر ایک مخلوق کے حق میں احسان کرتا ہے پر یہ سبب معلوم نہیں ہوتا کہ تونے میرا شکار میرے منہ سے کیوں چھڑایا ؟"

تب حاتم نے کہا کہ تو کیا چاہتا ہے ؟

وہ بولا "میری خوراک گوشت ہے ، جو پاؤں تو کھاؤں "۔

حاتم نے کہا "بہتر، جہاں کا گوشت چاہے ، وہاں کا میرے بدن سے کاٹ کر کھا اور اپنا پیٹ بھر کر چلا جا ۔"

اُس نے کہا "سرین کا گوشت بے ہڈی ہوتا ہے ۔ اگر وہ دو تو خوب سا چکھوں اور دعائیں دوں ۔"

تب حاتم نے اُسی گھڑی خنجر کمر سے کھینچ لیا اور ایک لوتھڑے کا لوتھڑا اپنے چوتڑ سے کاٹ کر اس کے آگے ڈال دیا ۔ وہ گوشت اُس نے کھایا اور سیر ہو کر کہا "اے حاتم ! ایسی کیا مصیبت پڑی جو تونے یمن سے شہر کو چھوڑا اور اس قدر تکلیفیں اُٹھا کر اس جنگل خوں خوار میں آ پڑا ؟"

تب حاتم[1] نے یہ جواب دیا کہ منیر شامی حسن بانو پر عاشق ہوا ہے اور وہ سات سوال رکھتی ہے ۔ جو کوئی ان کو پورا کرے گا ، اُسی کو قبول کرے گی ۔ میں نے عنداللہ اس کام پر کمر باندھی ہے ۔ چنانچہ پہلا سوال اُس کا یہ ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ایک بار دیکھا ہے اور دوسری دفعہ کے دیکھنے کی ہوس ہے ۔ ہر چند یہ نہیں جانتا کہ وہ مکان کہاں ہے اور وہ کون ہے؟ اور ایسا کیا دیکھا ہے اس نے کہ جس کے دیکھنے کی دوبارہ آرزو رکھتا ہے ؟ پر خدا کی طرف

۱ ۔ اُس ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۳۱)

Marfat.com

لو لگائے ، سر به صحرا چلا جاتا ھوں ۔ کہیں تو کچھ کھوج اس کا ملے گا ۔

اس بات کو سن کر بھیڑیے نے کہا ''اے جوان ! میں اُس مکان کو جانتا ھوں ۔ اکثر بزرگوں کی زبانی اس کا پتا پایا ھے ۔ نام اس کا ''دشت ھویدا ''۔ کہتے ھیں وھاں جو جاتا ھے ، سو تمام دن پھرتا ھے اور یہی آواز سنتا ھے ۔''

حاتم نے کہا که وہ دشت کہاں ھے ؟

بھیڑیا بولا ''یہاں سے تھوڑی دور جا کر دو رستے ملیں گے ۔ تو بائیں ھاتھ کی راہ کو چھوڑ کر داھنے رستے پر ھو لینا ؛ یقین ھے که وھیں پہنچے گا اور اپنا مدعا حاصل کرے گا ؛ که ھرنی اس کو دعائیں دیتی ھوئی چلی اور وہ بھیڑیا بھی اس سے رخصت ھوا ، پر وہ دونوں اُسؑ کی جواں مردی اور سخاوت پر عش عش کرتے تھے ۔

حاتم دو چار ھی قدم بڑھا ھوگا که درد کے باعث سے پاؤں لڑ کھڑائے ۔ ناچار ایک درخت کے نیچے گر کے تڑپنے لگا ۔ وھاں ایک گیدڑ کی ماندھ[1] تھی اور وہ اپنی مادہ سمیت خوراک کی تلاش کے واسطے گیا تھا ۔ بعد دو گھڑی کے جو چر چگ کر آیا اور حاتم کو اپنی جگه پر تڑپتے پایا ، تب مادہ نے اُس سے کہا که یه آدمی زاد کہاں سے آیا ھے ؟ اب اس مکان کو چھوڑ دینا چاھیے کیوں که غیر جنس سے موافقت کس طرح ھو اور صحبت کب بنے ؟ مثل مشہور ھے ''آدمی سے حیوان کو کیا نسبت ۔''

گیدڑ نے کہا ''اے مادہ ! شاید یه جوان حسین حاتم ھے

---

۱ ۔ غار ۔ بھٹ ۔ وغیرہ ۔ (''فرھنگ آصفیه'' ج ۴ ۔ ص ۲۷۰)

Marfat.com

اور 'دشت ھویدا' کی خبر کو جاتا ھے ۔ اب چوتڑ کے درد سے اس درخت کے نیچے گر پڑا ھے اور تڑپ کر جی دیتا ھے ۔"

وہ بولی کہ تو نے کیوں کر دریافت کیا ؟

اُس نے کہا کہ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سنا ھے کہ فلانی تاریخ ، فلانے روز اس جگہ حاتم کا گزر ھوگا اور اس درخت کے تلے اذیتیں کھینچے گا ؛ سو وہ تاریخ یہی ھے اور وہ دن بھی یہی ھے ۔

اُس نے کہا کہ اس کا احوال سچ کہہ ۔ وہ بولا کہ یہ یمن کا شہ زادہ ھے اور بڑا سخی ۔ آج فلانے جنگل میں ایک ھرنی بچے والی چرتی تھی اور ایک بھیڑیا اُس پر لپکا ۔ اُس نے اپنے چوتڑ کا گوشت دے کر اس بھیڑیے سے وہ ھرنی چھڑا دی اور اپنے اوپر یہ مصیبت لی ۔

اُس نے کہا کہ انسانوں میں کب ایسے صاحب مروت ھوتے ھیں اور کب کسی کی بے کسی پر وہ رحم کھاتے ھیں ۔

اُس نے جواب دیا کہ برائے خدا یہ کیا کہتی ھے ۔ انسان ھر ایک مخلوق پر بزرگی رکھتا ھے ۔ اشرف‌المخلوقات کہلاتا ھے ؛ خصوصاً حاتم نہایت اھل ھمت و صاحب مروت و قدر دان و خدا پرست ھے ۔ سخاوت بھی اس قدر رکھتا ھے کہ اپنا گوشت دے کر غیر کی جان بچا دی ۔ اس نے جو اتنی خوبیاں اس کی سنیں تو کہا کہ یہ ایسے زخم سے کیوں کر اتنی دور جائے گا ؟

گیدڑ نے کہا کہ اگر 'پری رو' کے سر کا بھیجا اس کے زخم پر لگے تو بات کہنے میں اچھا ھو جائے ، پر یہ بہت مشکل ھے : اس واسطے کہ وہ ایک جانور ھے دشت مازندران میں کہ جسم

Marfat.com

اس کا مور کی مانند ہے اور سر آدمی کا سا ؛ جو کوئی اس کے پاس جاتا ہے اور شربت پلاتا ہے تو وہ مست ہو کر ناچنے لگتا ہے اور تماشا دکھاتا ہے - بعضے آدمی اُس سے صحبت ایسی رکھتے ہیں جیسے عورتوں سے -

یہ سن کر وہ بولی کہ ایسا کون شخص ہے جو اُس کا سر کاٹ لاوے اور حاتم کو چنگا کرے -

اس نے کہا کہ اگر تو سات روز نہ دن کو دن سمجھے اور نہ رات کو رات جانے ، نہ کھاوے نہ پیوے اور آٹھوں پہر اس کی خبر گیراں رہے تو میں جاؤں اور اُس جانور کا سر کاٹ لاؤں -

اُس نے کہا[1] کہ اس سے کیا بہتر ہے کہ انسان پر حیوان کا احسان ہو -

غرض وہ اُن دونوں کو وہاں چھوڑ کر گیا - جوں دشت مازندران میں وارد ہوا اور اس کو کسی درخت کے نیچے سوتے پایا ، نزدیک جاکر سر اُس کا اس زور سے کھینچا کہ بدن سے جدا ہوا - پھر اس کو لیے ہوئے اپنے وعدے پر آپہنچا -

مادہ بھی اُسی صورت سے اس کی خبرداری میں مستعد رہی ؛ چنانچہ اس کے آنے تک اس نے چڑیا کے بچے کو بھی اس کے پاس نہ آنے دیا اور رات دن اُس کے سرھانے بیٹھی جاگا کی - حاتم بھی پڑے پڑے اس کی محنت و مشقت کو دیکھا کرتا تھا کہ اتنے میں گیدڑ نے پری رو جانور کا سر لا کر مادہ کے آگے رکھ دیا -

اس نے وہ سر توڑا اور مغز اس کا حاتم کے چوتڑ پر لگادیا - وہ زخم وہیں بھر آیا اور درد جاتا رہا -

حاتم اُٹھ کھڑا ہوا اور اُس کی طرف دوڑ کر کہنے لگا

---

۱ - 'کہا' نسخۂ مکتوبہ (ص ۴۵) میں نہیں -

Marfat.com

کہ اے حیوان ! یہ مجھ پر بڑا احسان کیا تو نے مگر خوب نہ کیا کہ میرے واسطے ایک جانور کی جان لی ۔ اس کا عذاب مجھ پر ہوگا ۔ میں خدا کو کیا منہ دکھلاؤں گا ۔

اس بات کو سن کر اس نے کہا کہ یہ گناہ میری گردن پر ہے ۔ تو کچھ اندیشہ نہ کر کیوں کہ ہم بھی اپنے خالق کو جانتے ہیں ۔

وے اسی گفتگو میں تھے کہ اتنے میں حاتم نے کہا کہ اگر تم نے مجھ پر احسان کیا ہے تو کچھ مجھ سے بھی کہو تا کہ میں بھی اس کو بجا لاؤں اور اس کام کو بہ خوبی کروں ۔

گیدڑ بولا ''اے جوان مرد ! اس جنگل کے قریب کفتاریں[1] رہتی ہیں اور ہمارے بچے ہر سال کھا کھا جاتی ہیں ۔ ہمارا اتنا قابو نہیں چلتا جو ان کو مار کے اپنے بچے بچاویں ۔ اگر تو ان کو مارے اور ہمارے سر سے یہ آفت ٹالے تو بڑا احسان کرے بلکہ بے داموں مول لے ۔''

حاتم نے کہا کہ تم مجھ کو ان کا مکان دکھلا دو ۔ میں تا مقدور قصور نہ کروں گا ۔

وہ مکان وہاں سے چھ کوس پر تھا ۔ غرض وہ حاتم کو لے کر گیا اور دکھلا کر آپ کسی جھاڑی میں چھپ رہا ۔ حاتم آگے گیا اور اس جگہ کو خالی پا کر بیٹھا کہ اتنے میں ایک جوڑا آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی ہمارے[2] مکان پر بیٹھا ہے ۔

اس بات کو دریافت کر کے وے دونوں آگے بڑھے اور

۱ ۔ کفتاریں ، جمع کفتار ، یعنی بجو ۔ چرخ ۔
۲ ۔ ان کے ۔

Marfat.com

کہنے لگے کہ اے شخص ! یہ جگہ تیری نہیں جو تو یہاں تھانے امیر ہو کر آ بیٹھا ۔ اگر اپنا بھلا چاہتا ہے تو اُلٹے پاؤں پھر جا ، نہیں تو ابھی تکا بوٹی کر لیتے ہیں ۔

اُس نے کہا ''اے نادانو ! میں مردم آزار نہیں اور نہ میر شکار ہوں ۔ تم اتنا مجھ سے کیوں ڈرتے ہو ؟ اگر یہ مکان تمھارا ہے ، تمھیں مبارک رہے ۔ شوق سے آرام کرو ۔''

کفتاروں نے کہا کہ آدمی کو مروت سے کیا ؟ تو ہم کو بتّا نہ دے[1] ۔ چل ، چلا جا نہیں تو رنج کھینچے گا اور مارا جائے گا ۔

حاتم نے کہا ''اے حیوانو ! برائے خدا جیسے اپنی جان جانتے ہو ، ویسی ہی غیر کی جانو ۔ یہ کیا ناانصافی ہے جو گیدڑ کے بچے مارو اور اپنے تئیں پا[2]لو ۔''

وے بولے کہ اے جوان! کیا اُس گیدڑ کا حمایتی ہو کر ہم سے لڑنے آیا ہے ؟

اُس نے کہا '' خدا کی قسم میں اُس کا حمایتی بن کر نہیں آیا ہوں بلکہ منت کرتا ہوں کہ تم اس کے بچوں کو کھانے سے توبہ کرو اور غضب خدا سے ڈرو ۔''

وے بولے کہ اے انسان ! تو ان کا غم کیا کھاتا ہے ۔ کوئی دم میں وہی احوال تیرا بھی ہوتا ہے ۔

اس بات کو سن کر حاتم نے کہا ''از برائے خدا! اس کے بچوں کے بدلے تم مجھ کو کھاؤ ، پر اُن بچوں کے کھانے سے ھاتھ اُٹھاؤ ۔''

---

۱ ۔ نسخہ مکتوبہ (ص ۷۲) میں اس طرح ہے : ''تو ہم کو نہ دے بتا ۔''

Marfat.com

وے بولے کہ اُن کو تو کھاویں گے پر آج تجھ کو بھی نہ چھوڑیں گے ۔

حاتم نے کہا ’’ قسم ہے اپنے خدائے معظم کی کہ جس نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کیا ہے ، تم گیدڑ کے بچوں سے باز آؤ ۔ وہ کریم روزی رساں ہے ، بہر صورت تمھیں رزق پہنچائے گا ۔‘‘

وے بولے کہ ہم اُن کو کب چھوڑتے ہیں اور تجھے کب سلامت جانے دیتے ہیں ۔

تب حاتم نے معلوم کیا کہ یہ کم بخت نہایت سخت دل ہیں ، خدا کی بھی قسم نہیں مانتے ، ان کو مارا چاہیے ۔

یہ سمجھ کر وہ مارے غصے کے لال ہو گیا اور اپنی جگہ سے اُچھل ، ان دونوں کی گردن پکڑ ، زمین پر دے پٹکا اور جی میں کہا کہ اب ان کو کیوں کر ماروں کیوں کہ میں نے آج تک نہ کسی کو مارا ہے اور نہ کسی کو دکھ دیا ہے ؛ پر انھوں نے خدا کی قسم سے انکار کیا ہے ، کچھ سزا دیا چاہیے ۔

اس بات کو جی میں ٹھہرا کر خنجر کمر سے کھینچا ۔ موٹھ سے ان کے دانت توڑے اور پھل سے ناخن کاٹ ڈالے ۔ پھر سجدۂ شکر ادا کر کے دعا مانگی کہ الٰہی ان حیوانوں کا درد دور کر !

یہ دعا اس کی جناب الٰہی میں قبول ہوئی ۔ اسی گھڑی ان دونوں کا درد جاتا رہا ۔ پھر اس نے اُن کو کھول کر آزاد کیا ۔ وے رو رو کر کہنے لگے کہ اب ہم کو رزق کیوں کر ملے گا اور ہم کیوں کر جئیں گے ۔

حاتم نے کہا ’’کچھ اندیشہ نہ کرو ۔ خدا رازق ہے ، وہ کسی نہ کسی ڈھب سے پہنچاتا رہے گا ۔‘‘

Marfat.com

اتنے میں وہ گیدڑ سامنے سے آ کر کہنے لگا کہ آپ خاطر جمع رکھیں۔ آج کے دن سے ان کا کھانا پینا ہمارے ذمے ہوا۔ ہم جہان میں جب تک جیتے رہیں گے، تب تک جہاں جائیں گے وہاں سے لا کر ان کو کھلاویں گے۔

یہ بات سن کر حاتم اُن سے رخصت ہوا، آگے بڑھا۔ اتنے میں مادہ نے اپنے نر سے کہا ''اے گیدڑ! یہ مروت سے دور ہے جو حاتم تنہا دشت ہویدا کو جاوے اور تو اس کا ساتھ نہ دے۔''

اس سخن کے سنتے ہی وہ دوڑا اور پکار کر کہنے لگا ''اے حاتم! میں بھی تیرے ساتھ دشت ہویدا کو چلوں گا۔''

اس نے کہا ''اے حیوان! میں ایک تیرے احسان سے گردن اُٹھا ہی نہیں سکتا، دوسرا بوجھ کیوں کر لوں اور اپنے واسطے تجھے وطن سے کس لیے آوارہ[1] کروں؟ برائے خدا ان باتوں سے باز آ۔ یہ مجھ سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔ اگر تو ساتھ ہی دینے پر مرتا ہے تو یہی احسان بہت ہے کہ مجھے راہ راست بتلا دے۔

اس نے کہا ''جو رستہ نزدیک کا ہے، اس میں آفتیں بہت سی ہیں اور دوسری راہ دور دراز ہے، پر اُس میں اس قدر خطرہ نہیں؛ اس واسطے میں تیرے ساتھ چلنے کا ارادہ کرتا ہوں کہ ان کو بتا دوں، آگے تیری خوشی۔''

اُس نے کہا کہ خدا راہ نزدیک کی مشکلیں مجھ پر آسان کرے گا۔

تب گیدڑ نے کہا ''جو راہ کہ تیرے آگے آتی ہے، وہی نزدیک ہے۔ اگر سلامت رہے گا تو دشت ہویدا کو پہنچے گا۔''

۱۔ آوارہ کس لیے۔ (نسخہ مکتوبہ ص ۴۹)۔

حاتم اس کو رخصت کر کے آگے چلا ۔

بعد ایک مدت کے ایک چوراھا دکھلائی دیا ۔ یہ وہاں کھڑا ہو کر سوچنے لگا کہ اب کدھر جاؤں ؟ اور اُس جنگل میں خرس بادشاھت کرتا تھا ، تمام ریچھ ھی ریچھ رہتے تھے ۔ اتفاقاً سو دو سو ریچھ اُس روز اُس جگہ سیر کرنے آئے تھے ۔ حاتم کو دیکھتے ھی نہایت خوش ہوئے اور پکڑ کر اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے ۔ وہ دیکھ کر خوش ھوا اور کہنے لگا کہ تم ھمارے پاس بیٹھو اور اپنا احوال کہو کہ تم کون ھو اور کہاں سے آئے ھو اور کیا نام رکھتے ھو ؟ ھمیں تو یوں معلوم ھوتا ھے کہ شاید تم یمن کے بادشاہ حاتم ھو ۔

اس بات کو سن کر اُس نے کہا کہ یہ تو تم سچ کہتے ھو ۔ میں حاتم بن طے ھوں ، برائے خدا اس جنگل میں آ نکلا ھوں ۔

اس نے کہا ”تمہارے آنے سے میں بہت راضی ھوا ، جو تم یہاں تشریف لائے ۔ اب اپنی بیٹی سے بیاھوں گا ، کیوں کہ اس جنگل میں میری دامادی کے لائق کوئی نہ تھا مگر تم آئے ھو ۔“

اس بات کو سن کر اُس نے اپنا سر جھکا دیا اور سوچ میں گیا ۔ بادشاہ نے کہا کہ تو جو جواب نہیں دیتا ، شاید میں تیرے خسر ھونے کے لائق نہیں ھوں ۔

تب اُس نے کہا کہ میں انسان اور تو حیوان ، میری تیری موافقت کیوں کر ھو ؟

وہ بولا ”اے حاتم ! شہوت کی لذت میں انسان اور حیوان سب ایک ھیں ، تو کچھ اندیشہ نہ کر ؛ اور میری لڑکی تجھی سی ھے ۔

یہ کہہ کر اُس نے اپنے دو چار خرسوں سے کہا کہ تم

لڑکی کو عروسی گہنے کپڑے سے سنوارو اور بنی بنا کر فلانے حجرے میں بٹھلاؤ ۔

وے اُس لڑکی کو بنا بنو کر اُس حجرے میں لے گئے ۔ پھر حاتم کو بھی وہاں لے آئے ۔ اُس نے جوں ہیں اُس پری پیکر رشک قمر کو دیکھا ، متعجب ہو کر مجلس میں پھر آیا اور کہنے لگا ''اے خرس ! تو بادشاہ ہے اور میں فقیر ۔ اگر اس شاہ زادی کو اپنی جورو کروں تو یہ نہایت ترک ادب ہے ۔''

اُس نے کہا کہ اس بات کو قبول کرو اور حیلہ و حجت چھوڑ دو کہ تم بھی شہر یمن کے شاہ زادے ہو ۔''

وہ متفکر ہوا اور جی میں کہنے لگا کہ ہے ظالم ، میں کس بلا میں پڑا ۔ اب کیا کروں ؟ میں ایک کام کے واسطے اپنے شہر سے نکلا ہوں ۔ اگر یہاں اپنا بیاہ کر کے رنگ رلیاں مناؤں گا تو وہاں منیر شامی میرا انتظار کھینچ کر مر جاوے گا ۔ میں خدا کو کیا جواب دوں گا ۔

بادشاہ خرس نے جو پھر اُسے سر بہ زانو دیکھا ، پوچھا اے جوان خوش رو ! اگر اس بات کو قبول نہ کرے گا تو قیامت تک نہ چھوڑوں گا بلکہ اسی قید شدید میں مر جائے گا ۔

اُس نے اس بات کا جواب نہ دیا اور سر اُٹھا کر نہ دیکھا ؛ تب خرس نے غضب ناک ہو کر اپنی قوم سے کہا کہ اس کو فلانے غار میں ڈال دو اور اس کے منہ پر ایک سل سنگ خارا کی رکھو اور خبردار رہو ۔

اس کلام کے سنتے ہی کتنے ہی دوڑے اور حاتم کو اس اندھیرے گڑھے میں بند کر کے اُس کے منہ پر ایک بھاری سا پتھر رکھ دیا ۔

Marfat.com

وہ اُس غار میں بھوکا پیاسا حیران تھا کہ سات دن کے بعد خرس کے بادشاہ نے پھر اُسے بلوا کر اپنے پاس بٹھلایا اور سمجھا بجھا کر کہا کہ اے حاتم! میری لڑکی کو قبول کر۔

وہ پھر سر بہ زانو ھوا اور اس سخن کو خاطر میں نہ لایا۔ تب اُس نے ایک خوان میوے کا منگوا کر اس کے آگے رکھا۔ بھوکا تو تھا ھی، بے اختیار کھانے لگا۔ جب خوب سا اس کا پیٹ بھرا، اس نے کہا کہ اے جوان! اس پری پیکر کو اپنے نکاح میں لا اور حظ زندگی کا اُٹھا۔

حاتم نے کہا ''یہ مجھ سے ھرگز نہ ھو سکے گا، انسان کو حیوان سے کیا نسبت۔''

اُس نے پھر اپنے ریچھوں سے کہا کہ اسے پھر اُسی غار میں ڈال دو۔ اُنھوں نے اُسی طرح کیا۔

وہ کئی دن تک بے آب و دانہ قید میں رھا۔ اتفاقاً ایک شب خواب میں وہ نیم جان کیا دیکھتا ھے کہ ایک پیر مرد سرھانے کھڑا کہتا ھے کہ اے حاتم! تو کیوں اپنی جان خواہ نہ خواہ اس اندھے کوئیں میں گنواتا ھے، اور نہیں جانتا کہ تو کس کام کے واسطے آیا ھے۔ جب تک اُس کی لڑکی قبول نہ کرے گا، تب تک تو اس قید سے نہ چھوٹے گا۔ اس بات کو سن کر اس نے کہا ''اے بزرگ! اگر میں اس لڑکی سے اپنا نکاح کروں گا تو وہ کب مجھے فرصت دے گی جو میں اپنے تئیں اس کام میں لگاؤں گا۔''

اُس نے کہا کہ اے حاتم! تیرا چھٹکارا اسی میں ھے۔ بے خطرے کر گزر اور نہیں تو اسی قید میں مر جائے گا۔ تجھ کو لازم ھے کہ اس کی بیٹی کو راضی اور خوش کرے کہ

Marfat.com

وہی بہ خوبی تجھے رخصت دلوائے گی ۔

یہ خواب دیکھتے ہی وہ چونک پڑا ۔ اتنے میں پھر بادشاہ خرس نے اس کو اپنے پاس بلوایا اور کہا ''اے حاتم ! تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ میری لڑکی قبول کر ۔''

اُس نے اس شرط پر یہ بات بہ ناچاری مانی کہ جب میں اس کے ساتھ اپنا بیاہ کروں ، تب کوئی ریچھ میرے گھر میں نہ آوے ۔

بادشاہ نے کہا ''اے حاتم ! کیا طاقت ہے کسی خرس کی جو وہاں کا دھیان کرے ، آنا تو در کنار ۔''

حاصل کلام اُس نے اپنے ارکان دولت کو جمع کر کے مجلس شادی کی جمائی ؛ مسند شاہانہ بچھائی اور حاتم کو اس پر بٹھلا کر اپنے رسوم کے موافق اُس لڑکی سے بیاہ دیا اور اس کا ھاتھ اس کے ھاتھ میں پکڑا کر آپ اپنے لوگوں سمیت حجرے سے باھر نکل آیا ۔

حاتم نے اُسی مسند عروسی پر اُس کے ساتھ آرام فرمایا اور مزا بہت سا اُٹھایا ۔ اسی صورت سے ھر روز اس رشک قمر کے ساتھ چین کرتا تھا اور میوے قسم قسم کے کھاتا تھا ۔ غرض یہاں تک میوے کھائے کہ جی بھر گیا ۔ آخر اُکتا کر ایک دن اپنے خسر کے پاس گیا اور کہنے لگا ''حضرت سلامت ! میں میوے کھاتے کھاتے گھبرا گیا ۔ اگر کچھ اناج کے قسم سے عنایت ھو تو جی بھرے اور طبیعت لگے ۔''

اُس نے اُسی وقت اپنے ریچھوں کو بلوا کر کہا کہ تم ھر قسم کا غلہ اور شکر اور گھی وغیرہ اور باسن گاؤں اور شہروں سے لے آؤ ۔

Marfat.com

وے اس بات کے سنتے ہی دوڑے اور ہر ایک شہر سے طرح بہ طرح کے باسن خوش اسلوب اور قسم قسم کے اجناس انسان کی مرغوب ، ایک پل میں لے آئے ۔ حاتم نے انواع و اقسام کے کھانے پکوائے اور اپنی بی بی کے ساتھ بیٹھ کر کھائے بلکہ اسی طرح سے ہر روز کھاتا اور عیش و عشرت مناتا ۔

جب تین مہینے گزر گئے، تب ایک دن اس نے عین اختلاط میں اہلیہ سے کہا کہ جانی میں ایک کام کے واسطے اپنے شہر سے نکلا تھا ، تیرے باپ نے زبردستی میرا بیاہ تیرے ساتھ کردیا ۔ اگر اپنی خوشی سے تو چند روز کے واسطے مجھے رخصت اپنے باپ سے دلوا دے تو یہ عین احسان و مہربانی ہے ۔ جب میں اس کام سے فرصت پاؤں گا اور جیتا بچوں گا تو پھر تجھ سے ملاقات کروں گا ۔

وہ اس بات کے سنتے ہی اپنے باپ کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ بابا جان ! وہ اس طرح کی بات کہتے ہیں ۔

اس نے کہا کہ بی بی! اگر تو اس بات میں راضی ہے تو وہ تیرا خاوند ہے اور تو اس کی جورو ، وہ جانے یا تو ۔

وہ بولی کہ وہ مرد نہایت راست گو معلوم ہوتا ہے ۔ اپنے وعدے پر مقرر آوے گا ، کچھ مضائقہ نہیں ، پروانگی دو ۔

اس نے اس کو بلوا کر رخصت کیا اور بہت سے رشتوں کو کہہ دیا کہ تم اس کو بخوبی اپنی سرحد سے باہر پہنچا دو ۔ تب اس کی بیٹی نے ایک مہرہ حاتم کی پگڑی میں باندھ دیا کہ تیرے اکثر جگہ یہ کام آوے گا ۔

غرض وہ ان دونوں سے رخصت ہو کر آگے چلا ۔ بعد چند روز کے ایک ایسے ریگستان میں جا پڑا کہ جہاں نہ دانہ

Marfat.com

نظر آتا تھا نہ پانی ، مگر شام کے وقت ایک مرد پیر برقع منہ پر ڈالے دو روٹیاں ، ایک آب خورہ پانی کا دے جاتا ۔ وہ اسے کھا پی لیتا اور رات دن منزلیں طے کیا کرتا کہ ایک دن سامنے سے ایک اژدھا مانند پہاڑ کے نظر آیا ۔ یہ اس کو دیکھ کر گھبرایا لیکن چلنے سے باز نہ رہا ۔

جوں ہی اس کے پاس پہنچا ، وہیں اس نے دم کھینچا ۔ حاتم نے ہر چند اپنے تئیں سنبھالا پر نہ سنبھل سکا ، صاف اس کے منہ میں چلا گیا ۔

جب کہ اپنے تئیں اس کے پیٹ میں دیکھا ، تب سجدۂ شکر بجا لایا اور یہ کہنا شروع کیا ''خوب ہوا جو یہ تن میرا آلودۂ گناہ ایک بندۂ خدا کے منہ میں پڑا ، نہیں تو یہ جامۂ خاکی کسی کام کا نہ تھا ۔ حق تو یہ ہے کہ جو کوئی اپنے تئیں راہ خدا میں ڈالے اور اپنا گھر برباد کرے اور آپ اس کی یاد میں مشغول رہے تو برباد نہیں ہوتا ۔ مگر وہ اس کے امتحان کے واسطے کچھ کچھ رنج دیتا ہے ۔ اگر وہ اس مصیبت سے بچا اور ثابت قدم رہا تو بحر مشقت سے گوہر راحت لے نکلا ۔ اسی طرح سے اپنے دل کو تسلی دیتا تھا اور حضرت ایوب کی مصیبتوں کو دھیان میں لاتا تھا کہ خدا کریم[1] کارساز ہے ، میری مشکل بھی آسان کرے گا ۔

غرض تین روز تک وہ اس کے پیٹ میں پھرا کیا اور ادھر ادھر رستہ ڈھونڈا کیا ۔ راہ تو کہیں نہ پائی مگر آپ ہی[2] اس گندگی سے لتھڑ پتھڑ گیا ؛ پر سانپ کے زہر نے جو اس کو اثر نہ

---

۱ ۔ خدائے کریم ۔ (نسخۂ مکتوبہ ص ۵۶)
۲ ۔ ہی ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۵۶) میں نہیں ہے ۔

Marfat.com

کیا ، اس کا یہ سبب تھا کہ چلتے ہوئے اس کی جورو نے پگڑی میں ایک مہرہ باندھ دیا تھا ۔ اس کے یہ خواص تھے کہ جس کے پاس رہے ، نہ وہ آگ میں جلے ، نہ پانی میں ڈوبے ، نہ زہر اُسے اثر کرے ۔ اسی سبب سے وہ جیتا رہا اور اُس کے زہر نے کچھ اُس کو اثر نہ کیا ۔

بعد تین روز کے وہ اژدھا گھبرایا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ بلا میں نے کیا کھائی جو ہضم نہیں ہوتی اور پیٹ میں دوڑی پھرتی ہے ۔ غرض وہ اپنے پیٹ کے دکھنے سے بے قرار تھا اور حاتم اُس کے پیٹ میں چین نہ لیتا تھا بلکہ چاروں طرف دوڑتا پھرتا تھا اور اس کی انتڑیوں کو اپنے پاؤں سے روندتا تھا ۔

آخر کار اُس نے معلوم کیا کہ یہ لقمہ تمام عمر کا کھایا پیا نکالے گا ۔ اس بات کو جی میں ٹھہرا کر قے کی ، حاتم باہر نکل پڑا اور اُس ریت پر کھڑا ہو کر کپڑے سکھلانے لگا ۔ جب وہ خشک ہوئے تب وہاں سے روانہ ہوا ۔

تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک تالاب نظر پڑا ۔ یہ بے اختیار دوڑ کر اُس کے کنارے پر جا بیٹھا اور اپنے کپڑے دھونے لگا ۔

اتنے میں ایک مچھلی پانی میں سے نکلی ۔ نیچے کا آدھا دھڑ اُس کا مچھلی کا تھا اور سر سے ناف تلک آدمی کا ۔ حاتم اس کی شکل دیکھ کر شکر بجا لایا اور صنعت خداوندی پر عش عش کرنے لگا ۔

غرض ٹکٹکی باندھے ہوئے تھا کہ وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر تالاب میں لے گئی اور اپنے مکان پر ایک ستھرے بچھونے پر

Marfat.com

بٹھلایا ۔ پھر آپ سر تا پا ایک عورت نازنین بن کر ارادہ ہم بستر ہونے کا کیا ۔

اُس نے اس بات کو ہرگز نہ مانا اور کہا کہ میں ایک کام کے واسطے اپنے گھر کو تباہ کر کے یہاں تک پہنچا ہوں ۔ تو راہ ہی میں راہ زنی کر کے چاہتی ہے کہ مجھ کو ٹھور رکھے ۔ یہ مجھ سے کب ہوگا کہ تیرے ساتھ اس جگہ عیش کروں ، مگر اس صورت پر کہ جس جگہ سے تو لائی ہے وہیں پہنچا دے ، تو خیر میں بھی چند روز تیرے ساتھ اپنی صحبت گرم کروں اور تیرے دل کی بھی آرزو بخوبی بر لاؤں ۔

اس نے اس بات کو قبول کر کے کہا کہ میں بعد تین روز کے تجھ کو جہاں سے لائی ہوں ، وہاں پہنچا دوں گی ۔ حاتم خوش ہوا اور بہ رغبت اس سے ملا ۔

بعد تین روز کے اُسے کہا کہ اے مچھلی ! اب اپنے وعدے کو تو بھی پورا کر ۔

اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر پانی میں غوطہ مارا اور کنارے پر پہنچا دیا ۔ پھر کہنے لگی ''اے جوان رعنا ! تو مجھ سے جدا کیوں ہوتا ہے ؟''

حاتم نے کہا کہ مجھے ایک ایسا ہی کام ضروری ہے ، نہیں تو میں تجھ سے کب جدا ہوتا اور اس چین کو چھوڑ کر یہ دکھ کیوں سہتا ۔

اس بات کو سن کر وہ چلی گئی ۔ اس نے وہاں اپنے کپڑے دھو کر سکھلائے اور رستہ پکڑا ۔

بعد ایک مدت کے کسی ایسے پہاڑ پر جا پہنچا کہ جس پر ہزاروں درخت سر سبز طرح بہ طرح کے میوؤں سے لدے کوسوں

Marfat.com

تک لہلہاتے تھے اور سینکڑوں مکان عالی شان ستھرے[1] چمکتے تھے ۔ ہر ایک طرف آب جوئیں جاری اور ہر ایک سمت کو پھولی ہوئی پھلواری ؛ جو مکان تھا سو[2] ہوا دار ۔ یہ تھکا ماندہ تو تھا ہی ، وہاں جاتے ہی سو رہا کہ اتنے میں اس مکان کا مالک آن پہنچا اور دیکھا کہ ایک جوان خوب صورت غافل سوتا ہے ۔ نزدیک اس کے آ کر بیٹھ گیا ۔

حاتم بعد دیر کے بیدار ہوا اور آنکھیں مل مل کر دیکھنے لگا تو ایک شخص اس کے پاس بیٹھا نظر آیا ۔ بہ مجرد اس کے دیکھتے ہی گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھا اور جھک کر سلام کیا ۔ اس نے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں جائے گا اور اس جنگل میں کس کام کے واسطے آیا ہے ؟

حاتم نے کہا کہ میں دشت ہویدا کو جاؤں گا ۔ بہتر ہوا کہ آپ کی بھی زیارت نصیب ہوئی ، آگے جو مرضی اللہ کی ۔

اس نے کہا ''اے جوان ! اس خیال خام کو دل سے دور کر، کیوں جان گنواتا ہے ؟ مجھ کو یہ افسوس ہے کہ کوئی تیرے آشناؤں میں ایسا دل سوز نہ تھا جو تجھ کو منع کرتا ۔

اس نے کہا '' کچھ میں اپنی مراد کے واسطے نہیں جاتا ہوں ۔ میں نے کمر عنداللہ ایک غیر کے واسطے باندھی ہے اور قدم جستجو راہِ سعی میں رکھا ہے ، آگے جو کرے حق تعالیٰ ، کہ منیر شامی خارزم کا شہزادہ حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی پر عاشق ہوا ہے اور وہ سات سوال رکھتی ہے ۔ جو کوئی اس کے ساتوں سوال پورے کرے گا ، اس کو قبول کرے گی اور وہ

---

۱ ۔ ستھرے ستھرے ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ٥٩)

۲ ۔ سو ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ٥٩)

Marfat.com

شہزادہ اُن کے جواب کا عہدہ برآ نہ ہو سکا ؛ تب اُس نے اپنے شہر میں نہ رهنے دیا ۔ ناچار وہ وهاں سے نکلا ، جنگلوں میں خراب پھرنے لگا اور به آواز بلند رونے ۔ اسی صورت سے باحال تباہ میرے مکان میں آیا ، مجھ سے ملاقات کی ؛ میں نے احوال پوچھا ، اُس نے اپنا ماجرا جو ابتدا سے تا انتہا قرار واقعی تھا ، مفصل میرے سامنے ظاهر کیا ۔ اُس وقت میرے جی میں یه خیال گزرا که اس کا احوال پوچھنا اور اس کی مدد نه کرنا یه بات جواں مردی سے دور ھے ، اس واسطے میں نے کمر سعی کی باندھی اور اس قدر مصیبت اپنے اُوپر لی ۔"

اس بات کو سنتے ھی اس شخص نے کہا که معلوم ھوا که تو حاتم بن طے ھے کیوں که سوائے اس کے اب اس زمانے میں کون ھے جو ایسا کام کرے اور غیر کے واسطے آپ آفت میں پڑے ۔ خیر کچھ اندیشه نه کر ، خدا وند کریم و رحیم ھے ، یه مشکل آسان ھوگی ۔ لیکن میرے جی میں یه خطرہ ھے که آج تک کوئی دشت ھویدا سے پھر نہیں آیا اور اگر کوئی پھرا بھی ھے تو وہ آپ میں نہیں رھا ۔ یه نصیحت میری به دل یاد رکھ که جس وقت تو اُس دشت کے قریب پہنچے گا ، تو تجھے ظلمات میں لے جاویں گے ۔ تو چپکا چلا جانا ، کسی جگه زور کر کے اڑ نہیں رهنا اور جو پری پیکر تیری خواھش کرے ، تو اس کی طرف ھرگز التفات نه کرنا ۔ پیچھے ان کے ایک ایسی نازنین مه جبین آوے گی که جس کے دیکھتے ھی تیرا دل ھاتھ سے جاتا رھے گا اور بے اختیار ھو جائے گا ، پر خدا کے واسطے کہیں استقلال نه چھوڑنا اور اضطراب نه کرنا ۔ سچ تو یه ھے که وہ جوں ھی تیرا ھاتھ پکڑے گی ووں ھی دشت ھویدا میں جا پہنچے گا ۔ اگر ایک ھفتے تک کچھ کام اُسے کہے گا تو

دم مرگ تک پشیمان رہے گا ۔

وے اسی گفتگو میں تھے کہ ایک شخص نوجوان دو پیالے کھیر کے اور دو کوزے پانی کے اپنے ہاتھوں پر دھرے غیب سے پیدا ہوا اور اُن کے آگے رکھ دیے ۔ اور اُن دونوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور سجدۂ شکر ادا کر کے وہ رات کاٹی ۔ صبح کو حاتم اس سے رخصت ہو کر کسی جنگل کی طرف راہی ہوا ۔

تھوڑے دنوں کے بعد ایک تالاب خوش قطع پر جا پہنچا اور اس کے کنارے بیٹھ کر پانی پینے لگا ۔ اتنے میں ایک عورت حسین مہ جبین سر سے پاؤں تک ننگی پانی سے نکلی اور حاتم کا ہاتھ پکڑ کر پھر اُسی تالاب میں غوطہ مار چلی گئی ۔ جوں ہی حاتم کا پاؤں زمین کی تہہ پر پہنچا ، آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو اپنے تئیں اور اُس نازنین کو ایک پھولے پھلے باغ عالی شان میں پایا ، بھچک[1] رہ گیا ۔ اور وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر کسی طرف چلی گئی ۔

وہ سیر کرتا ہوا ادھر اُدھر کا تماشا دیکھتا پھرتا تھا کہ ایک طرف سے ہزاروں پری پیکر غول باندھے ، گلے میں باہیں ڈالے ، سر سے پاؤں تک گہنے میں لدی ہوئیں ، کسی طرف سے نکل آئیں اور حاتم کو زبردستی اپنی طرف کھینچنے لگیں ۔ اُس نے ہرگز کسی کی طرف رغبت نہ کی اور نہ کسی کو سر اُٹھا کر دیکھا کہ یہ کون ہیں اور کیا کرتی ہیں ، بلکہ وہ کہنا اُس مرد کا اس کو یاد تھا ۔ اور اپنے دل میں کہتا تھا کہ اے حاتم ! کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرے استقلال کا پاؤں ڈگے

---

۱ ۔ بھیچک ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۶۲) ۔

Marfat.com

اور تو خواہ نہ خواہ اُس مکر و فریب کے غار میں گرے ، خبردار رہ کہ ظلمات یہی ہے -

آخر کار وے بہ ہر صورت اس کو ایک ایسے مکان میں لے گئیں جو تمام جواہر و لعل و یاقوت ہی سے بنا تھا - لاکھوں ہی تصویریں ہر ایک سمت اس میں لگیں تھیں اور ایک تخت مرصع بھی ایک دالان خوش قطع میں نہایت تکلف سے بچھا تھا -

جب وہ اُس تخت کے پاس پہنچا ، تب وے سب کی سب بطور تصویر کے نقش بہ دیوار ہو گئیں - اور ہزاروں پریاں اُس محل کی دیوار سے نکلیں - وہ ہر ایک کی طرف حیرت سے دیکھتا تھا اور اپنے دل میں یہ کہتا تھا کہ الٰہی یہ کیا حکمت ہے ! یہ کہاں سے آئیں اور وے کیوں نقش دیوار ہو گئیں ؟ غرض اُس تخت کے پاس تو کھڑا ہی تھا - اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم ! اگر تو یہاں تک پہنچا ہے تو اب اس تخت پر بھی بیٹھ - یہ سوچ کر جوں ہی اُس نے اُس پر پاؤں رکھا ، ووں ہی اس میں سے ایک آواز تڑاق کی آئی - اُس نے معلوم کیا کہ شاید اس کا پایا ٹوٹ گیا - نیچے جھانکنے لگا تو اُس تخت کو جوں کا توں پایا - پھر اُس پر بیٹھ گیا - ووں ہی پھر اس میں سے ویسی ہی آواز آئی - ساتھ ہی اُس آواز کے وہ نازنین کہ جو سب سے خوب صورت اور قد و قامت میں بڑی تھی ، سو نقش دیوار کی ہیئت کو چھوڑ کر حاتم کے پاس ناز و ادا سے چلی آئی - حاتم اس صورت سے اُس کو دیکھ کر حیران ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ الٰہی! یہ تو ابھی بطور تصویر کے تھی ، پھر کیوں کر اس ناز و کرشمے سے منہ پر نقاب ڈالے اس تخت کے آگے کھڑی ہوئی ! اُسے دیکھتے ہی بے قرار ہو کر چاہتا تھا کہ اس کا گھونگھٹ کھول کر رخسار نازنین کا دید کرے

Marfat.com

کہ نصیحت اُس مرد کی یاد آئی ۔ ووں ہی سنبھل گیا اور جی میں کہنے لگا ، اگر میں اس کا ہاتھ پکڑوں گا تو پھر قیامت تک اس ظلمات سے باہر نہ جاؤں گا ۔ بارے تماشا دیکھا چاہیے کہ یہ میرا ہاتھ آپ سے پکڑتی ہے اور میں اس ظلمات سے باہر جاتا ہوں یا نہیں ۔

غرض وہ اسی آرزو میں تین رات دن تک اُس تخت مرصع پر بیٹھا رہا ۔ جب رات ہوتی تھی ، تب ہر ایک مکان میں کافور کی شمعیں خود بہ خود روشن ہو جاتی تھیں اور ہر ایک سمت سے گانے بجانے کی آواز چلی آتی تھی اور وہ صورتیں جو نقش دیوار تھیں ، سو مجسم ہو کر ناچتی تھیں اور وہ نازنین تخت کے آگے کھڑی ہوئی حاتم کو دیکھتی تھی ، مسکراتی تھی ۔ اور طرح طرح کے میوے بھی حاتم کے حضور دھرے تھے ۔ ہر چند وہ کھاتا تھا پر پیٹ نہ بھرتا تھا ۔ تب حیران ہو کر کہتا تھا کہ الٰہی میں اتنا کچھ کھاتا ہوں ، پر سیر نہیں ہوتا ، یہ کیا سبب ہے ؟

القصہ اس صورت سے تین روز گزر گئے ۔ چوتھے روز اُس کے جی میں آیا کہ اگر میں اپنی تمام عمر یہاں رہوں گا ، نہ اس میوے سے سیر ہوں گا ، نہ اس مجلس سے نکلوں گا اور منیر شامی کو جو منتظر چھوڑ آیا ہوں ، اگر اس کو کچھ ہو جائے گا تو خدا کو کیا جواب دوں گا ۔

ندان اُس نازنین کا ہاتھ پکڑا ۔ وہیں ایک اور نازنین مہ جبین اُس تخت کے نیچے سے نکلی اور ایک لات اُس نے ایسی ماری کہ حاتم کہیں کا کہیں جا پڑا اور وہاں سر اٹھا کر جو دیکھا تو نہ وہ نازنین نظر پڑی ، نہ وہ تخت[1] ، نہ وہ باغ ہی

۱ ۔ تخت و باغ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ٦٤)

دکھلائی دیا ، مگر ایک جنگل ایسا لق و دق سنسان نظر پڑا کہ جس کا اور نہ چھور ؛ تب اس نے معلوم کیا کہ دشت ہویدا یہی ہے اور وہ شخص بھی یہیں ہوگا جو کہتا ہے کہ ''ایک بار دیکھا ہے اور دوسری دفعہ دیکھنے کی ہوس ہے'' ، پس اب اسے ڈھونڈھیے ۔

اسی خیال میں وہ ادھر ادھر پھرتا تھا کہ اتنے میں یہ آواز اس کے کان میں کسی طرف سے پڑی کہ ''ایک بار دیکھا ہے ، دوسری دفعہ کی ہوس ہے ۔'' اور اسی صورت سے دن میں تین مرتبہ وہ آواز سات روز تک متواتر اس کے کان میں آیا کی مگر آٹھویں روز شام کے وقت وہ صدا اس کے کان میں پڑی ، تب یہ اسی طرف دوڑا[1] ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص فقیر ریش سفید زمین پر بیٹھا ہے ۔ یہ اس کے آگے گیا اور سلام کیا ۔ اس نے علیک السلام کہہ کر کہا ''اے جوان خوش رو ! کہاں سے آیا ہے تو اور اس جنگل میں کیا کام رکھتا ہے ؟''

اس نے کہا کہ میں اسی بات کا متلاشی ہو کر اپنے شہر سے نکلا ہوں کہ تم نے ایسا کیا دیکھا ہے کہ جس کے دیکھنے کی دوبارہ آرزو رکھتے ہو ؟ بہر خدا کہو ۔

اس نے کہا کہ تم بیٹھو میں کہوں گا ۔ اس بات کو سنتے ہی حاتم بیٹھ گیا ۔

جب رات ہوئی ، دو روٹیاں اور دو آب خورے پانی کے ان کے آگے خود بہ خود آ رہے ۔ ایک روٹی اور ایک آب خورہ پانی اس نے حاتم کو دیا ، دوسرا حصہ آپ لیا ۔ غرض دونوں نے

---

۱ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی ۱۸۴۵ء میں ''دوڑا گیا'' اور نسخۂ مکتوبہ (ص ٦۵) میں ''دوڑا ۔ کیا'' ہے ۔

Marfat.com

روٹیاں کھائیں ، پانی پیا ۔ جب کھا پی چکے تب حاتم نے کہا کہ اے بندۂ خدا! اب کہہ ؟

اُس نے کہا کہ اے مسافر شہر غریب ! میں کسی روز سیر کرتا ہوا ایک تالاب خوش قطع پر جا نکلا اور اس کے کنارے بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا ۔ اتنے میں ایک عورت نازنین شکیلہ ، سر سے پاؤں تک ننگی ، اُسی تالاب سے نکلی اور میرا ہاتھ پکڑ کر اُس میں لے گئی ۔ میں نے تہہ پر جا کر جو آنکھیں کھول کے دیکھا تو ایک باغ نہایت دل چسپ[1] و عجیب و غریب نظر پڑا اور بہت سی عورتیں خوب صورت[2] ہر ایک طرف سے نکلیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک تخت مرصع کے پاس لے گئیں ۔ میں اس پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا کہ ایک نازنین ماہ جبین مُنہ پر نقاب ڈالے ہوئے اُس تخت کے پاس آ کر کھڑی ہوئی ۔ دیکھتے ہی اس کے میں غش کر گیا اور دل میرا میرے ہاتھ سے جاتا رہا ۔ آخر قرار ہو کر جو برقع اُٹھا کے میں نے اُس کا مکھڑا دیکھا تو عجب حسن خدا داد دکھائی[3] دیا ۔ میں نے جوں ہی ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنی طرف کھینچا ، ووں ہی ایک اور عورت حسین اُس تخت کے نیچے سے نکلی اور ایک لات اُس نے ایسی ماری کہ میں اُس مکان مطبوع سے اس جنگل ویران میں آ پڑا ۔ وہ عشرت کدہ نظروں سے غائب ہو گیا ۔ اُسی دن سے اب میں آٹھوں پہر سوائے گریہ و زاری کے کچھ کام نہیں رکھتا اور چاہتا ہوں کہ اُسے اپنے دل سے بھلاؤں پر[4] ہرگز

۱ ۔ دلچسپ عجیب ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ٦٦)
۲ ۔ خوب صورت خوب صورت ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ٦٦)
۳ ۔ دکھلائی ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ٦٦)
۴ ۔ وہ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ٦٧)

Marfat.com

فراموش نہیں ہوتی ۔ یہ کہہ کر اس نے ایک نعرہ مارا اور آہ سرد بھر کر بگولے کی طرح خاک بسر اُس جنگل میں دوڑنے لگا اور یہی کہنے کہ ''ایک بار دیکھا ہے ، دوسری دفعہ کی ہوس ہے ۔''

تب حاتم نے معلوم کیا کہ یہ عاشق ہے ۔ کہا کہ اے پیر مرد ! اگر اس تماشے کو دوبارہ دیکھے تو کچھ خوش ہو ؟

اُس نے کہا کہ اے مسافر ! یہ بات محال ہے ، اگرچہ :

فرد

شب کو کرتا ہوں دعا میں خاک پر نت رکھ جبین
دے ملا دل بر کو مجھ سے جامع المتفرقین

پر کچھ اثر نہیں دیکھتا ۔

تب حاتم نے کہا ''اے پیر مرد ! تو میرے ساتھ آ ، وہ جلسہ میں تجھ کو دکھاؤں[1] گا ۔

اس سخن کو سن کر وہ حاتم کے همراہ ہوا ۔ بعد چند روز کے وہ دونوں ایک درخت کے تلے جو متصل اُس تالاب کے تھا ، جا پہنچے ۔ حاتم نے کہا ''اے بزرگ ! اگر اُس نازنین کو ہمیشہ دیکھا چاھتا ہے تو کبھی اس کا ھاتھ نہ پکڑنا اور برقع اس کے منہ کا ہر گز نہ اُلٹنا ، وہ تمام عمر تیرے آگے ھاتھ باندھے کھڑی رہے گی اور اگر اس کا ھاتھ پکڑے گا تو پھر اپنے تئیں اُسی جنگل میں دیکھے گا ، پھر اُس مکان میں قیامت تک نہ جا سکے گا اور میں جو اس جگہ آیا ہوں تو یہ ایک بزرگ کی دست گیری سے[2] ہے ورنہ میں اس جگہ آتا ؟ یہ میرا

---

۱ ۔ دکھلاؤں گا ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ٦٧)
۲ ۔ سے ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ٦٨) میں نہیں ہے ۔

Marfat.com

کیا مقدور تھا - پس اب تو جا ، آگے وھی تالاب ھے -

اس بات کو سنتے ھی وہ عاشق زار اس تالاب پر پہنچا کہ اتنے میں ایک عورت ننگی اُس پانی سے نکلی اور اُس کا ھاتھ پکڑ کر پھر اُس میں لے گئی - اور حاتم شاہ آباد کی طرف روانہ ھوا -

بعد ایک مدت کے آفتیں کھینچتا اور مصیبتیں اٹھاتا اُس فقیر کے پاس آیا اور اُس سے مل جل کر وھاں سے بھی روانہ ھوا -

پھر تھوڑے سے دنوں میں اُس مچھلی کے گھر پہنچا اور ایک مہینے تک وھیں رھا -

پھر وھاں سے رخصت ھو کر خرسوں کے جنگل میں گیا اور خرس کی لڑکی سے ملاقات کی - دو مہینے اس کے پاس بھی رھا -

پھر اُس سے جدا ھو کر دونوں گیدڑوں کے پاس آیا ، ان کو دیکھ بھال کر چند روز میں شاہ آباد جا پہنچا -

حسن بانو[1] کے لوگ اُس کو ھاتھوں ھاتھ اُس کی حویلی تک لے گئے اور حسن بانو سے عرض کی کہ حاتم صحیح سلامت آیا ھے - اُس نے سنتے ھی اُسے بلوا کر پردے کے پاس بیٹھلایا اور پوچھا کہ کیا[2] خبر لایا ھے ؟ کہہ -

اُس نے کہا کہ ایک پیر مرد ظلمات میں ایک عورت نازنین پر عاشق ھو کر جنگل میں آ پڑا تھا اور پکارتا پھرتا تھا کہ "ایک بار دیکھا میں نے ، دوسری مرتبہ دیکھنے[3] کی

۱ - نسخۂ مکتوبہ (ص ٦٩) میں صرف 'بانو' ھے - اس سے پہلے بھی دو ایک جگہ 'بانو' لکھا ھے -

۲ - "کیا" نسخہ مکتوبہ (ص ٦٩) میں نہیں -

۳ - 'دیکھنے' نسخہ مکتوبہ (ص ٦٩) میں نہیں ھے -

Marfat.com

هوس ہے ۔" پھر میں نے اُس کو اُس کی معشوقہ تک پہنچا دیا ۔ اب وہ آواز اُس جنگل سے نہیں آتی ۔

اس احوال کو سن کر حسن بانو نے اور اُس دائی نے حاتم کی ہمت اور محنت پر آفرین کی ؛ پھر اُس نے کہا کہ اے حسن بانو ! اب دوسری شرط کا بیان کر کہ میں اس کی بھی سعی کروں اور ڈھونڈھ نکالوں ۔

اُس نے نہایت رحم دلی اور مہربانی سے کہا کہ اے حاتم ! تو بہت سے دکھ سہہ کر آیا ہے ، قدرے دم لے اور چند روز آرام کر ۔

حاتم نے کہا کہ آرام تو مجھے اُسی روز ہوگا جس روز خدا کے فضل سے تیرے ساتوں سوال پورے کر دوں گا ۔

یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور کارواں سرائے میں جا کر آٹھ روز تک منیر شامی شہزادے کے پاس رہا ۔ تمام ماجرا اپنا اس کے آگے ظاہر کیا ۔ پھر نویں دن حسن بانو سے جا کر کہا کہ تیرا دوسرا سوال کیا ہے ؟ خدا کے واسطے جلد کہہ ؟

دوسرا سوال

حاتم کے جانے کا اور اس شخص کے دروازے کے نوشتے کی خبر لانے کا

حسن بانو نے کہا کہ دوسرا سوال یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دیا ہے کہ ”نیکی کر اور دریا میں ڈال ۔“ آیا یہ کیا بھید ہے ؟ اور اس نے ایسی کیا نیکی کی ہے ؟ اس کی خبر لا ۔

اس سخن کے سنتے ہی حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور حسن بانو سے پوچھنے لگا کہ وہ شخص کون ہے اور کس طرف کو رہتا ہے ؟

حسن بانو نے کہا کہ میں نے اپنی دائی سے سنا ہے کہ اس کی جگہ اتر کی طرف ہے ۔

بس اتنی ہی بات دریافت کر کے وہاں سے توکل بہ خدا چل نکلا ۔

بعد ایک مدت کے کسی جنگل ہیبت ناک میں جا پہنچا اور شام کے وقت ایک درخت کے نیچے چپکا ہو کر بیٹھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک آواز سوز ناک درد آلودہ ساتھ آہ و زاری کے ، کسی طرف سے اس کے کان میں ایسی پڑی کہ جس کے سنتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کلیجا جلنے لگا ۔ بے اختیار اپنے جی میں کہہ اٹھا کہ اے حاتم ! یہ بات جواں مردی سے دور ہے

که ایک شخص ، بندۂ خدا کسی آفت میں گرفتار ہو کر روئے ، تو اس کی آواز[1] سن کر مدد نہ کرے اور اس کا احوال نہ پوچھے ۔

اس کلام[2] کو دل میں ٹھہرا کر اسی وقت اس طرف کا رستہ پکڑا ۔ تھوری دور گیا ہوگا کہ اس جگہ جا پہنچا کہ جہاں سے رونے کی آواز آتی تھی ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک جوان خوب صورت سطح خاک پر بٹیھا ، گوہر اشک چشمۂ چشم سے گل رخسار نازنین پر بہا رہا ہے اور آہیں پر سوز بھر بھر یہ قطعہ پڑھتا ہے :

جاؤں میں کہاں اور کہوں کس سے عزیزو
ٹک سوچو تمھیں میرے دل زار کا احوال
جو مجھ پہ گزرتی ہے رقم کر نہیں سکتا
اور کہہ بھی نہیں سکتا زباں ہےگی مری لال

حاتم نے کہا ''اے جوان درد مند ! ایسی کیا تجھ پر مشکل پڑی ہے جو تو اتنا حیران و پریشان ہے ؟''

اس نے کہا ''اے مسافر ! میں سوداگر ہوں ۔ اور یہاں سے بارہ کوس پر ایک شہر عالی شان ہے ، وہاں حارس نام ایک سوداگر نہایت عمدہ و مال دار رہتا ہے اور ایک لڑکی بھی پری پیکر رشک قمر رکھتا ہے ۔ اتفاقاً ایک دن میں کسی طرف سے پھرتا پھرتا کچھ مال سوداگری کا لےکر اس شہر میں جا نکلا ۔ حارس کی حویلی کے نیچے مارے دھوپ کے بٹیھ گیا ۔

---

۱ ۔ کو ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص۷۱) میں ہے ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی میں نہیں ہے ۔

۲ ۔ 'سخن' ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۷۱) ۔

یکایک نظر میری کوٹھے کی طرف جو گئی تو ایک عورت نازنین مہ جبین نظر آئی ۔ حالت میری تباہ ہو گئی ؛ تب اُس شہر کے لوگوں سے پوچھا میں نے ''یہ کون ہے اور یہ کس کی حویلی[1] ہے ؟'' انھوں نے کہا کہ یہ محل حارس کی بیٹی کا ہے اور وہ بڑا مال دار ہے ۔ میں نے پھر اُن سے کہا کہ یہ لڑکی شوہر رکھتی ہے یا نہیں ؟ انھوں نے کہا کہ اس کا باپ اس کا بیاہ نہیں کر سکتا اور اس کا کچھ اس بات میں بس نہیں چلتا ۔ یہ لڑکی اپنی شادی کرنے میں آپ مختار ہے اور تین سوال رکھتی ہے ۔ جو کوئی اس کے سوال پورے کرے گا ، اسی سے بیاہ کرے گی ۔ اس بات کے سنتے ہی اس کی ڈیوڑھی پر گیا ۔ دربان نے خبر کی ۔ اس نے مجھے اندر بلوالیا اور ایک فرش پاکیزہ پر بٹھلا کر کہلا بھیجا کہ اگر تو عہد و پیمان پر قائم رہے تو اپنے سوالوں سے تجھے آگاہ کروں ؟ میں نے کہا کہ فرمائیے، دل و جان سے قبول کیا ۔ اس نے کہا ''اگر تو کہنا میرا کرے گا تو میں تیری ہی ہو کر رہوں گی اور جو یہ بھید نہ کھولے گا تو تجھے اپنا ہی جانوں گی ۔'' میں نے اس کو قبول کیا اور قول دیا ؛ تب اس نے کہا :

پہلا سوال یہ ہے میرا کہ قریب اس شہر کے ایک غار ہے ، وہاں آج تک کوئی نہیں گیا اور معلوم نہیں کہ اس کی انتہا کہاں تک ہے ۔ دوسرا یہ ہے[2] کہ شب جمعہ کو ایک آواز جنگل سے آتی ہے کہ ''نہ کیا وہ کام میں نے جو آج کی شب کام آتا میرے ۔'' تیسرا یہ ہے کہ وہ مہرہ جو سانپ کی پیٹھ پر

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۷۲) میں ''حویلی کس کی'' ہے ۔
۲ ۔ 'ہے' نسخۂ مکتوبہ (ص ۷۳) میں نہیں ۔

Marfat.com

ہے ، اس کو مجھے لا دیوے[1] ۔

اس بات کے سنتے ہی اور بھی رہے سہے حواس میرے گم ہو گئے ۔ میں نے ٹک ایک پاؤں کھینچا ۔ اُس نے دست ظلم سے میرا مال و اسباب و زر و جواہر لوٹ لیا اور مجھ کو بھی اپنے شہر سے نکال دیا ۔ میں لاچار ہو کر اس جنگل میں آ پڑا ۔ ایک تو مال گیا دوسرے رسوا ہوا ، تیسرے عشق کے تیر نے کلیجا چھلنی کر ڈالا ؛ ہم راہیوں نے ساتھ چھوڑ دیا ، میں فقیر ہو گیا ۔

حاتم نے کہا کہ تو خاطر جمع رکھ ، مجھے اُس شہر میں لے چل کہ میں تیرا اسباب بھی تجھے دلوا دوں اور معشوقہ سے بھی ملا دوں ۔

اُس نے کہا " اے عزیزؔ ! میں زر و جواہر کا خیال نہیں کرتا ، اگر وہ ہاتھ لگے ؛ اس واسطے کہ کہتے ہیں ، دیکھنا یار کے دیدار کا دولت بے شمار ہے ۔

حاتم اُس گرفتار عشق کو اپنے ساتھ لے کر شہر میں آیا اور کاروان سرائے میں آترا ۔ سوداگر کو وہاں بیٹھلا کر آپ اس کے دروازے پر گیا اور کہنے لگا کہ میں بیاہ کرنے کو آیا ہوں ۔

خبرداروں نے جا کر کہا کہ ایک شخص تجھ سے بیاہ کرنے کو آیا ہے ۔ اس نے اس بات کے سنتے ہی پردہ ڈال کر حاتم کوگھر میں بلوا لیا اور جو عہد و پیمان اُس سے لینے تھے سو لیے ۔ بعد اس کے حاتم نے کہا کہ[2] تو حارس سوداگر کی بیٹی ہے ۔

---

۱ ۔ دے ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۷۳)

۲ ۔ 'کہ' نسخۂ مکتوبہ (ص ۷۴) میں نہیں ۔

Marfat.com

اگر وہ اس بات پر ہاتھ مارے اور اقرار کرے تو میں اس کی سعی میں کمر باندھوں ۔ جس روز فضل خدا سے یہ کام کر چکوں ، اُس روز میں تیرا مختار ہوں ، جس کو چاہوں اس کو دے ڈالوں ۔

اُس نے کہا کہ بہت بہتر ۔

حاتم نے کہا کہ اب تو اپنے باپ کو بلوا ۔

اُس نے حارس کو بلوا لیا ۔ حاتم نے یہ احوال اسے کہا کہ اس نے بھی اس بات کو مانا ۔ پھر حاتم نے اس لڑکی سے کہا کہ اب اپنا سوال ظاہر کر ۔

اُس نے کہا کہ اس شہر کے نزدیک ایک غار ھے ۔ تمام زن و مرد اس شہر کے جانتے ھیں ۔ تو اس کی خبر لا کہ وہ کتنا گہرا ھے اور کتنا لانبا ؟ کہاں تلک ھے اور اُس میں کیا ھے ؟

اس سخن کے سنتے ھی حاتم وھاں سے رخصت ھوا ۔ کتنے لوگ بھی شہر کے اُس کے ساتھ آئے اور اُس غار کو دکھلا کر چلے گئے ۔

حاتم اس میں کود پڑا ۔ ایک رات اور ایک دن غلطان و پیچاں چلا گیا ۔ بعد ایک عرصے کے روشنی نمود ھوئی ؛ تب حاتم نے معلوم کیا کہ اب یہ غار تمام ھوا ، بس اب یہاں سے پھرئے : اتنے میں اُس کو یہ خیال گزرا کہ اگر کوئی اس کی حقیقت پوچھے تو میں کیا جواب دوں گا ؟ یہ سمجھ کر آگے بڑھا ۔

تھوڑی دور جا کر ایک میدان وسیع پاکیزہ اس کے نظر پڑا اور ایک تالاب اس میں اچھا خاصا ، صاف ستھرا ، پانی سے بھرا اُسے دکھلائی دیا ۔ حاتم اپنے ساتھ ایک صراحی پانی کی اور

Marfat.com

تھوڑے سے بادام بھی رکھتا تھا۔ کبھی کبھی دو تین بادام کھا لیتا تھا اور ایک آدھ گھونٹ پانی[1] پی لیتا اور رات دن چلا ہی جاتا۔ ندان پانی نبڑ گیا؛ تب اُس نے تالاب کا پانی پیا اور صراحی کو[2] بھر کر آگے کا رستہ لیا۔

سامنے سے ایک دیوار ایسی نظر پڑی کہ جس کو بہ یک نگاہ اپنی پگڑی تھام کر دیکھے تو بھی اُس کے پشتے تک نہ پہنچے اور طائر خیال بھی اس کی طولانی قیامت تک طے نہ کر سکے۔ یہ آگے بڑھا اور اُس دیوار کے پاس جا کر جو دیکھا، ایک دروازہ نظر آیا، یہ اندر گھس گیا۔

وھاں ایک بستی نظر پڑی۔ جب نزدیک پہنچا، تب ھزاروں دیو دوڑے اور چاھا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا جاویں؛ اتنے میں ایک نے اُنھیں میں سے کہا کہ اے یار! یہ آدمی ھے، اس کو تم مت مارو کیوں کہ گوشت اس کا نہایت لذلذ ھوتا ھے۔ اگر تم اس کو کھاؤ گے اور یہ خبر کوئی بادشاہ تک پہنچائے گا، تو پھر وہ تم سبھوں کو مروا ڈالے گا۔ چاھیے یوں کہ اسے یہاں نہ چھیڑو بلکہ بادشاہ کے پاس لے چلو۔

اُنھوں نے کہا کہ وہ ایسا دشمن ھمارا کون ھی جو بادشاہ سے کہے گا؟

اُس نے کہا کہ یہ کیا کہتے ھو۔ اپنی ھی صورتوں میں

---

۱ - پانی بھی - نسخۂ مکتوبہ (ص ۵۷) - نسخۂ مطبوعہ بمبئی میں 'بھی' نہیں -

۲ - کو بھی - نسخۂ مکتوبہ (ص ۵۷) - نسخۂ مطبوعہ بمبئی میں 'بھی' نہیں -

Marfat.com

مدعی بہت سے ہیں ، یہ بات میری یاد رہے - بہتر یہی ہے کہ تم سب کے سب اُس سے دست بردار ہو - اس بات کو سن کر وے ڈرے اور اُس کو چھوڑ کر اپنے اپنے گھر چلے گئے -

حاتم نے اُس جگہ سے پاؤں بڑھایا اور ایک طرف کا رستہ پکڑا - اتنے میں آسے ایک گاؤں نظر پڑا - اُس نے معلوم کیا شاید یہ بستی آدمیوں سے آباد ہوگی - اس گمان پر آگے گیا تو بہت سے دیووں نے آ کر ہر ایک طرف سے گھیر لیا اور قصد اس کے کھانے کا کیا - اُن میں سے بھی ایک دیو نے کہا کہ اس کو تم نہ کھاؤ بلکہ جیتا ہی بادشاہ کے پاس پہنچاؤ کیوں کہ اُس کی بیٹی نہایت بیمار ہے - شاید اسی آدمی کے ہاتھ سے اچھی ہو -

اُنھوں نے کہا کہ یہ کیا کہتا ہے ، ہم تو سینکڑوں آدمیوں کو لے گئے اور شرمندہ ہوئے - اب ہمیں ایسی کیا ضرور[1] ہے جو لے جاویں - یہ تو ملک بادشاہی میں آ ہی پہنچا ہے ، اب کہاں جا سکتا ہے ؟ یقین ہے کہ کوئی نہ کوئی اس کو بادشاہ تک پہنچا ہی رہے گا -

حاتم وہاں سے بھی آگے بڑھا اور ایک موضع دوسرا اس کے نظر پڑا - وہاں کے دیو اس کو پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے - اس سردار کے قبیلے کی آنکھیں دکھتی تھیں اور پانی آٹھوں پہر جاری تھا - سردار اس کے غم سے سر جھکائے ہوئے تھا - اس نے حاتم کو دیکھتے ہی سر اٹھا کر کہا کہ تم کیوں اپنے باپ کو لائے ہو ؟ چلو دور ہو میرے سامنے سے اور اسے چھوڑ دو - یہ مختار ہے ، جہاں چاہے وہاں چلا جائے -

---

۱ - ضرور ، بہ معنی ضرورت -

Marfat.com

حاتم نے جو اُسے غم میں گرفتار دیکھا تو پوچھا کہ اے دیو ! تجھے کس بات کا غم ہے ۔

اُس نے کہا کہ بھائی میری بی‌بی کی آنکھیں دکھتی ہیں ، اُسی فکر میں میں نے رات دن کا سونا اور چین اور آرام چھوڑ دیا ہے ۔

اُس نے کہا کہ تو خاطر جمع رکھ ، میں تیری جورو کی آنکھیں اچھی کروں گا ۔

اس بات کے سنتے ہی وہ دیو اپنی جگہ سے اُٹھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور اپنی جورو کے پاس بٹھلا کر کہنے لگا کہ اے شخص ! اگر تیری دوا سے یہ اچھی ہووے گی تو جب تک جیتی رہے گی ، تب تک تیری احسان مند رہے گی اور میں بھی اپنی بساط کے موافق کچھ نہ کچھ خدمت کروں گا ۔

اس بات کو سن کر حاتم نے کہا اُس سے ”بہ شرطے کہ تو اس سخن کو میرے قبول کرے کہ جب تیری بی بی کو میں اچھا کروں ، تب تو مجھے اپنے بادشاہ کے پاس لے جاوے اور تعریف میری حکمت کی اُس کے سامنے کرے تو میں اُس کو دوا دوں اور اچھا کروں ۔“

اُس دیو نے حضرت سلیمانؑ کی قسم کھا کر کہا کہ بہت اچھا ۔ اگر یہ تیری تدبیر سے اچھی ہوگی تو میں تجھے دربار بادشاہی میں لے چلوں گا اور بادشاہ کی ملازمت کروا دوں گا ۔

حاتم نے ایک مہرہ اپنی پگڑی سے کھولا اور پانی میں رگڑ کر اس کی آنکھوں میں لگا دیا ۔ اُس نے وہیں شفا پائی اور اسی گھڑی درد جاتا رہا ۔ اُسی صورت سے اُس نے دو تین بار

Marfat.com

لگایا ، وہ کٹورا سی کھل گئیں اور پانی بند ہو گیا ۔ دیوؤں کا سردار بہت خوش ہوا اور خدمت اس کی بہت سی کی ۔

بعد چند روز کے اس کو اپنے ساتھ بادشاہ کے پاس لے گیا اور تعریف اُس کی کر کے عرض کرنے لگا کہ خداوند ! یہ شخص دانائے دہر ہے اور حکمت میں یکتائے عصر ؛ چناں چہ میرے قبیلے کی آنکھیں کئی برس سے دکھتی تھیں ، اس نے ایک پل میں اچھی کیں ۔

اس احوال کو دریافت کر کے بادشاہ نے (جو اس کا نام فروقاش تھا) اُس پر بہت سی مہربانی کر کے کہا کہ اے شخص مسافر ! میں آزار شکم رکھتا ہوں اور میری قوم سے کوئی میری دوا نہ کر سکا ۔ اگر تیرے ہاتھ سے شفا پاؤں تو میں بھی احسان مند رہوں ۔

حاتم نے کہا ''جس وقت تم کھانا کھاتے ہو ، اس وقت تمھارے پاس کس قدر امیر و اُمرا جمع ہوتے ہیں ؟''

اُس نے کہا کہ جتنے چھوٹے بڑے ہیں ، سب کے سب حاضر رہتے ہیں ۔

حاتم نے کہا ''آج اُس وقت میں میں بھی حاضر رہوں''

وہ بولا کہ بہت اچھا ۔

اتنے میں ایک دسترخوان وسیع بچھا اور طرح بہ طرح کے کھانے اس پر چنے گئے ۔ بادشاہ چاہتا تھا کہ اس پر ہاتھ ڈالے اور کچھ تناول کرے کہ اتنے میں حاتم نے کہا کہ اے بادشاہ! ذرا ٹھہر جا ۔

وہ رک رہا ، تب اُس نے ایک قاب سے سرپوش اُٹھایا اور اس کو سب اہالی موالی کو دکھلا کر پھر اُسی طرح سے

ڈھانپ دیا ۔ بعد ایک دم کے کہا کہ اس کو کھول کر دیکھو ۔

جوں کھولا ، تمام قاب کیڑوں سے بھری ہوئی تھی ۔ بادشاہ اس ماجرے کو دیکھ کر حیران ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیا باعث ہے ؟

حاتم نے کہا کہ یہ سب ان دیؤوں کی نظر کا سبب ہے ۔ آپ کو لازم ہے کہ نعمت خانے میں کھانا اکیلے نوش جان کیا کریں تا یے اس کو نہ دیکھیں ۔

اس نے اسی ڈھب سے جو اس روز کھایا ، آرام سے رہا ، پیٹ درد نہ ہوا ۔ بعد دو تین روز کے بالکل اچھا ہو گیا ۔

تب حاتم کو گلے لگا کر کہنے لگا کہ اے شخص ! مجھ سے کیا چاھتا ہے ؟ مانگ ۔

اُس نے کہا کہ میں انسان ہوں اور بہت سے میرے بھائی تیرے یہاں قید ہیں ۔ ان کو چھوڑ دے تو عین بندہ پروری و احسان ہے ۔

اس بات کو سنتے ہی فروقاش بادشاہ نے اُن سبھوں کو بلوایا اور خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے کچھ کچھ خرچ راہ دے کر رخصت کیا ۔ پھر آپ حاتم سے کہنے لگا کہ اب ایک عرض اور رکھتا ہوں میں ، اگر اس بات کو قبول کرے تیں[1] ۔

حاتم نے کہا کہ فرماؤ ، میں جان سے حاضر ہوں ۔

فروقاش بادشاہ نے کہا کہ میری لڑکی ایک مدت سے بیمار ہے ۔ اگر اس کو دیکھو اور کچھ تدبیر کرو تو میں نہایت احسان مند ہوں ۔

---

۱ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی میں 'تیں' اور نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۸۰) میں ''تئیں'' ہے ۔

Marfat.com

اس بات کو سنتے ہی حاتم اٹھ کھڑا ہوا ۔ بادشاہ اس کو اپنے محل میں لے گیا ۔

حاتم نے اس لڑکی کو دیکھا کہ نہایت دبلی ہو رہی ہے اور رنگ زرد ہو گیا ہے ۔ کہا کہ تھوڑا شربت بنا لاؤ ۔

جوں ہی وے لائے ، ووں ہی اُس مہرے کو اس میں گھس کر اُسے پلا دیا ۔ بعد ایک ساعت کے دست آنے لگے ؛ تمام دن تو یوں ہی گزرا ، شام کے وقت کئی مرتبے قے کی اور غش ہوگئی ۔

فروقاش ڈرا اور کہنے لگا کہ اے عزیز ! یہ کیا حالت ہے ؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مر جائے ؟

حاتم نے کہا کہ اندیشہ مت کر ، خدا اچھا کرے گا ۔

تمام رات اسی طرح سے گزری ۔ صبح ہوتے ہی اس کو بھوک لگی ۔ خاصہ یاد کر کے کچھ نوش جان فرمایا ۔

غرض پندرہ روز کے عرصے میں آزار بالکل جاتا رہا ۔ چہرہ چمکنے لگا ۔ حاتم نے بادشاہ سے کہا کہ اب تمھاری بیٹی نے شفا پائی ، مجھ کو رخصت کرو کہ میں اپنے کام کے واسطے جاؤں ۔

بادشاہ نے بہت سے روپے ، اشرفیاں اور بہت سے جواہر کے خوان منگوا کر اس کے آگے رکھے اور کہا ''اگرچہ یہ تیرے لائق نہیں ہیں پر ہماری خوشی یہی ہے کہ کچھ لے ۔''

حاتم نے کہا کہ میں تن تنہا ان کو کیوں کر اٹھاؤں اور کہاں لے جاؤں ۔

اُس نے اپنے دیوؤں کو بلا کر کہا کہ یہ سب زر و جواہر تم اپنے سروں پر رکھ کر اس کے ساتھ لے جاؤ ۔

حاتم اس سے رخصت ہوا ۔ بعد ایک مہینے کے دیوؤں نے

Marfat.com

تمام اسباب سمیت اس کو غار پر پہنچا دیا اور آپ چلے گئے ۔ تس پر بھی کتنے جاسوس (کہ حارس کی بیٹی نے غار کے دروازے پر تعینات کیے تھے) ڈر کر بھاگے ۔ جب حاتم نے پکار کر کہا کہ مت بھاگو ! میں وھی ھوں جو غار کی خبر لینے گیا تھا ؛ خدا کے فضل سے جیتا پھر آیا ھوں ۔

بارے وے اس کی آواز پہچان کر پھرے تو کیا دیکھتے ھیں کہ حاتم ھی ھے ۔ ندان حاتم اُس مال و اسباب کو اٹھوا کر کاروان سرائے میں لے آیا اور اُسی سوداگر کو بخش دیا ۔ وہ اس کے پاؤں پر گر پڑا ، اُس نے اس کو گلے لگا لیا ۔

پھر یہ احوال خبرداروں نے جا کر اُس لڑکی سے کہا ۔ اُس نے حاتم کو بلوا بھیجا اور غار کا ماجرا پوچھا ۔ حاتم نے مو بہ مو اس کی حقیقت سے آگاہ کیا اور کہا کہ ایک شرط میں تیری بجا لایا ، اب دوسری کہہ ؟

اس نے کہا کہ جمعے کے رات کو ایک آواز آتی ھے کہ ''وہ کام نہ کیا میں نے جو آج کی رات میرے کام آتا ۔''

اس کو سن کر حاتم وھاں سے روانہ ھوا اور سر بہ صحرا چلا ۔

بعد چند روز کے وہ آواز اُس کے کان میں پڑی ۔ تب اس کے کھوج میں رات دن پھرنے لگا کہ ناگاہ ایک گاؤں نظر آیا ۔ لوگ وھاں کے گریہ و زاری کر رھے تھے ۔ یہ آگے بڑھا اور اُس خلقت سے پوچھنے لگا کہ تم سب کے سب کس واسطے روتے ھو اور کیوں جانیں کھوتے ھو ؟

کسی نے کہا کہ ساتویں تاریخ ، پنج شنبے کے دن ایک بلائے عظیم آتی ھے اور ایک آدمی کھا جاتی ھے ۔ اگر اُس وقت

Marfat.com

کسی کو نہ پاوے تو پھر تمام شہر[1] کو اُجاڑ دے؛ چنانچہ اس مرتبے رئیس کے لڑکے کی باری ہے، اس واسطے یہ سب آہ و زاری کرتے ہیں۔"

اس سخن کو سن کر حاتم رئیس کے پاس گیا اور اُسے دلاسا دیا کہ تو خاطر جمع رکھ، تیرے بیٹے کی خاطر میں جاؤں گا۔ وہ اس جرأت پر حاتم کی آفرین کر کے بولا "اے جواں مرد! چار روز اُس بلا کے آنے میں باقی ہیں۔

حاتم نے کہا کہ اس کی صورت کیسی ہے؟ اگر کسی نے دیکھی ہے مجھے بتلا دے۔

رئیس نے اُس کی صورت زمین پر کھینچ کر دکھلا دی۔

حاتم نے کہا کہ اُس کا نام حلوقہ ہے۔ یہ کسی کی ضرب سے نہ ماری جائے گی اور نہ کسی کی چوٹ کھائے گی۔ ہاں اگر میرا کہنا قبول کرو تو میں تمھارے سر سے ٹالوں اور جس صورت سے بنے ماروں۔

اس بات کو سن کر وہ خوش ہوا اور کہنے لگا کہ کیا ارشاد کرتے ہو؟ کرو

اس نے کہا کہ تیرے شہر میں کوئی[2] شیشہ گر بھی ہے؟

اُس نے کہا کہ جتنے چاہییں اتنے موجود ہیں۔

پھر حاتم اور رئیس شیشہ گروں کی دکان پر گئے اور کہنے لگے کہ آج کے دن سمیت چار روز کے عرصے میں ایک آئینہ دو سو گز کا

---

۱ - نسخۂ مطبوعہ بمبئی میں 'کو' نہیں، نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۸۳) میں ہے۔

۲ - نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۸۴) میں یہ عبارت ہے: "کچھ شیشہ گر بھی ہیں۔"

Marfat.com

لمبا اور سو گز کا چوڑا تیار کر دو کہ یہ بلا ٹلے ، نہیں تو تمام گاؤں کو کھا جائے گی ۔

غرض رئیس نے اسی گھڑی اتنے بڑے آئینے کے بنانے کا اسباب منگوا دیا ۔ انھوں نے تین روز کے عرصے میں ویسا ھی آئینہ بنا دیا ، پھر حاتم کو خبر پہنچائی ۔ اس نے کہا کہ تم سب کے سب ، کیا چھوٹے کیا بڑے اس بستی کے جمع ھو کر ھاتھوں ھاتھ اس آئینے کو وھاں لے جا کر کھڑا کر دو کہ جہاں وہ بلا آتی ھے ۔

انھوں نے اس کے کہنے کے بہ موجب کیا ۔

حاتم نے پھر ان سے کہا کہ اب ایک چادر سفید کوئی لا دے کہ جس سے اس کی پوشش ھو ۔

وے اسی گھڑی چادر بھی لے آئے اور اس آئینے کو ڈھانپ دیا ۔ حاتم نے پھر ان کو کہا کہ اے یارو ! اب تم اپنے اپنے گھر کا راستہ پکڑو اور خاطر جمع سے بیٹھ رھو ۔ اگر کسی کا جی تماشا دیکھنے کو چاھتا ھو ، وہ میرے ساتھ رھے ۔

کسی نے جواب نہ دیا مگر اس رئیس کے لڑکے نے کہا کہ میں تمھارے پاس رھوں گا ۔

تب اس کے باپ نے کہا کہ اے جان پدر ! ایسا قہر مت کر کیوں کہ میں نے تیرے واسطے اتنے روپے خرچ کیے اور تو ھی اس کے آگے جاتا ھے ۔

وہ بولا کہ بابا جان ! تم نے تو مجھ کو اس کا نوالا آگے ھی مقرر کیا تھا ، اب کیا ھے جو یہ ارشاد کرتے ھو ؟ میری رضا مندی اسی میں ھے کہ میں اس جوان کے ساتھ جاؤں کیوں کہ یہ بے چارہ مجھے اس موذی کے چنگل سے چھڑاتا ھے ۔ یہ عجب

Marfat.com

مسلمانی ہے کہ یہ غریب تم سبھوں کے واسطے جان بوجھ کر اپنے تئیں اژدھے کے منہ میں ڈالتا ہے اور تم اس کو تنہا چھوڑے جاتے ہو۔

غرض اُس نے ہرگز باپ کی بات نہ مانی اور بہ صد خوشی ہم راہی اس کی قبول کی۔

جب دن آخر ہوا اور رات ہوئی، تب وہ آواز بدستور سابق اُن کے کان میں پڑی۔ سب کے سب ڈر گئے۔ بعد تھوڑی دیر کے حلوقہ مانند گنبد کے نمودار ہوا، اس صورت سے کہ نو ہاتھ، نو پاؤں، نو منہ بدن میں ہیں اور لوٹتا چلا آتا ہے۔ دھواں اور شعلہ اس کے منہ سے نکلتا ہے۔ رہنے والے اُس گاؤں کے کوس دو کوس کے تفاوت سے کھڑے جو دیکھتے تھے، ڈرے اور بھاگ گئے۔ حاتم نے جو دیکھا کہ وہ آ ہی پہنچا، فوراً اُس چادر کو آئینے کے اوپر سے اُٹھا دیا۔ اُس نے اپنی صورت اُس میں جو دیکھی تو دم بہ خود ہو کر ایسا نعرہ مارا کہ تمام زمین اُس گاؤں کی اور جنگل کی ہل گئی اور خلقت غش ہو گئی۔ آخر اُس نے یہاں تک دم کھینچا کہ پیٹ پھٹ گیا۔ تب ایک ویسی ہی آواز ہولناک بیابان میں پھر پیدا ہوئی کہ رہے سہے بھی بے ہوش ہو گئے۔

بعد دیر کے ہوش میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حلوقہ موا پڑا ہے اور تمام جنگل اس کے شکم کی آلائش سے بھر گیا ہے بلکہ ایک دریا نیلے پانی کا بہتا ہے؛ تب رئیس اور اس کی بیٹی دونوں رعیت سمیت حاتم کے پاؤں پر گر پڑے اور پوچھنے لگے کہ اے جوان مرد! تو کیوں کر اس کے ہاتھ سے بچا اور وہ کس صورت سے مارا پڑا؟ اُس نے کہا کہ اس کا نام حلوقہ ہے۔ وہ کسی سے نہ مارا جاتا مگر یہی ڈھب تھا کہ اپنی ہی صورت

دیکھے ، کسی دوسرے کو نہ دیکھے ۔ تب غصے سے یہاں تک اپنا دم بند کرے کہ پیٹ پھول کر پھٹ جاوے ۔

اس سخن کے سنتے ہی اُنھوں نے اپنے مقدور کے موافق ہر ایک طرح کا زر و جواہر اس کے آگے لا رکھا اور ہاتھ باندھ کر بہ منت و زاری کہا کہ اس کو قبول کرو تو ہماری تسکین ہو ۔

اس نے کہا ''صاحبو ! میں نے اس زر و جواہر کا لالچ کر کر یہ کام نہیں کیا ۔ میں تو برائے خدا اسی صورت سے کام کرتا ہوں اور ایک مدت سے اسی کام پر کمر باندھے مستعد رہتا ہوں ۔''

پھر اُنھوں نے پوچھا کہ حضرت سلامت ! آپ کا آنا اس طرف کیوں کر ہوا ؟

وہ کہنے لگا کہ آج روزِ جمعہ ہے اور میں نے یوں سنا ہے کہ ایک آواز اس جنگل کی طرف سے اس ڈھب کی آتی ہے کہ نہ کیا وہ کام میں نے جو آج کی رات کام آتا میرے ؛ اسی بات کے تحقیق کرنے کو اپنے شہر سے نکلا اور یہاں تک آ پہنچا ہوں ، اب چلا جاؤں گا ۔

رئیس نے کہا کہ صاحب میں ایک مدت سے اس آواز کو یوں ہی سنتا ہوں ، پر یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ کس کی آواز ہے اور کہاں سے آتی ہے ۔

حاتم اُس روز تمام دن وہیں رہا ۔ جب رات ہوئی تب وہی آواز پھر آئی ۔ وہ اس کے سنتے ہی اُس کی طرف روانہ ہوا اور کئی دن چلا گیا کہ ایک دن سامنے سے ایک ٹیلا نظر آیا اور نیچے اس کے قریب پانچ چھ سو سوار و پیادے دکھلائی دیے کہ چلے آتے ہیں ۔ پھر اس نے جو خوب غور کر کے دیکھا تو نہ وہ

Marfat.com

سوار ہیں نہ پیادہ ، ایک قبرستان ہے ۔ تب حاتم نے اپنے دل میں کہا کہ یہ مزار صاحب کمالوں کا ہے اور یہ آواز بھی شاید یہیں سے آتی ہے ، یہیں بیٹھنا چاہیے ۔

اتنے میں رات ہوئی ، وہ آواز پھر آئی ۔ حاتم یاد خدا میں مشغول رہا ۔ جب پہر رات گئی ، تب ہر ایک قبر سے ہر ایک شخص بزرگ صورت نکلا ۔ فرش ستھرا اور پاکیزہ بچھا کر نورانی حلے پہن اپنی اپنی مسند پر بیٹھے ۔ اتنے میں ایک شخص بہ حال تباہ ، گندے کپڑے خاک آلودہ پہنے ، برہنہ پا کسی ٹوٹی گور سے نکلا اور خاک ہی پر بیٹھ گیا ۔ وے مسند نشین قہوے پیا کیے ۔ نہ اس کی طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر دیکھا ، نہ کسی نے ایک پیالہ قہوے کا دیا ۔ تب اس نے ایک آہ کھینچ کر بہ آواز بلند کہا کہ "آہ نہ کیا وہ کام میں نے جو آج کی رات کام آتا میرے ۔"

حاتم نے اس آواز کے سنتے ہی کہا کہ احسان خدا کا ، میں اپنی منزل مقصود کو پہنچا ۔

اتنے میں بہت سے خوان غیب سے ان بزرگوں کے آگے آئے اور ہر ایک خوان میں ایک ایک پیالہ کھیر کا اور ایک ایک کوزہ پانی کا تھا ، اور ایک خوان ان خوانوں سے جدا ۔ انھوں نے کھانا کھاتے ہوئے آپس میں کہا کہ اے عزیزو ! آج کی رات ایک مسافر ہمارے یہاں مہمان آیا ہے ۔ اس کو لے آ[illegible] کہ یہ خوان علیحدہ اسی شخص کا حصہ ہے ۔

ندان ایک شخص اٹھا اور حاتم کو لا کر مسند پر بٹھایا ، خوان اس کے آگے رکھ دیا ۔ حاتم نے اس شخص کی طرف دیکھا جو ان لوگوں سے دور میلا کچیلا زمین پر بیٹھا نعرے مار رہا تھا

Marfat.com

اور ایک خوان بھی اس کے آگے دھرا تھا ، پر اس میں ایک پیالہ تھوھر کے دودھ اور سنگ ریزوں سے بھرا ھوا اور کوزے میں بجائے پانی کے پیپ و لہو۔ اس حالت کو دیکھ کر حاتم سر جھکا کے کھانا کھانے لگا اور اس کی طرف دیکھنے ۔

اتنے میں سب کے سب کھانا کھا چکے، خوان خالی اٹھا لیے ؛ تب حاتم نے متفکر ھو کر اُن سے کہا کہ میں کچھ آپ سے عرض رکھتا ھوں ، اگر حکم ھو تو کروں ؟

اُنھوں نے کہا ''کہو۔''

وہ بولا ''یہ کیا کہ تم مسندوں پر عز و وقار سے بیٹھے ھوئے ایسے کھانے لذیذ کھاؤ اور یہ غریب روتا ھوا تھوھر کا دودھ خاک پر بیٹھا زھر مار کرے ؟

اُنھوں نے کہا کہ ھم اس راز سے آگاہ نہیں ، تو اُسی سے پوچھ ۔

حاتم وھاں سے اُٹھ کر اس کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے عزیز ! تو نے ایسا کیا گناہ کیا ھے جو اس عذاب میں گرفتار ھوا ھے؟ برائے خدا کچھ تو کہہ ۔

وہ اس بات کے سنتے ھی آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہنے لگا کہ اے جوان مرد خوش رو ! میں اُنھیں لوگوں کا سردار ھوں اور میرا نام یوسف سوداگر ھے ۔ سوداگری کے واسطے شہر خارزم کو جاتا تھا اور بخیل بھی ایسا تھا کہ کبھی خدا کی راہ کوڑی پیسہ ، دانا پانی ، کپڑا لتا آپ دیا نہ کسی کو دینے دیا ۔ اور اگر کوئی نوکر چاکر میری چوری سے کسی کو دیتا اور مجھے معلوم ھوتا تو اُسے منع کرتا کہ اپنا مال کیوں کھوتا ھے بلکہ اکثر غلاموں کو خیرات کرنے پر مارتا ۔

Marfat.com

وہے کہتے کہ ہم خدا کے واسطے دیتے ہیں کہ یہ ہماری عاقبت میں کام آوے گا ۔ میں اُن پر ہنستا تھا ۔ غرض وہ جب اس ڈھب کی نصیحت کرتے تو میں کان نہ دھرتا اور مطلق نہ مانتا کہ ایک دن چورا پڑے ۔ ہم سبھوں کو لوٹا مارا ، یہیں گاڑ دیا ۔ اُنھوں نے بہ سبب اپنی سخاوت کے ایسا مرتبہ پایا اور میں اپنی بخیلی کے باعث سے اس بلا میں مبتلا ہوا ۔ وطن میرا چین ہے ، اولاد میری خراب احوال ، ٹکڑے کو محتاج ، بھیک مانگتی پھرتی ہے ۔ اور ایک درخت کے نیچے میرے حجرے کے پاس بہت سا مال جواہر گڑا ہے ۔ یہ میری طالعوں کی شومی ہے کہ سب نوکر میرے مسندوں پر بیٹھے ہوئے شیر برنج اور ٹھنڈا پانی نوش کرتے ہیں اور حلے بہشت کے پہنتے ہیں اور میں اس خستہ حالی میں گرفتار ہوں ۔ حق تو یہ ہے کہ اپنے کیے کی سزا پاتا ہوں ۔

حاتم نے کہا کہ کوئی طریقہ تیری نجات کا ہے ؟

اُس نے کہا کہ میں تو ایک مدت سے آہ و زاری کرتا ہوں ، پر کوئی میری داد کو نہیں پہنچتا ۔ مگر آج کی رات تو آیا ہے ۔ اگر تجھ کو خدا توفیق دے تو تو شہر چین میں جا ۔ حویلی میری سوداگروں کے محلے میں ہے اور یوسف سوداگر نام مشہور ہے ۔ وہاں جا کر محلے والوں سے احوال میرا دیکھ ۔ اغلب ہے کہ میرے لڑکے بالے تیرے پاس آویں ۔ چاہیے کہ یہ ماجرا اُن سے بالمشافہ بیان کرے تو بعد اس کے فلانی جگہ میرا مال و جواہر بے حد و بے قیاس گڑا ہے ۔ اس کو نکال کر چار حصے کر کے ایک حصہ اُن میں سے میرے فرزندوں کو دے اور تین حصے خدا کی راہ میں خرچ کر : بھوکوں کو کھلا ، ننگوں کو کپڑے ، مسافروں کو خرچ راہ دے ۔ امید ہے کہ تیری توجہ سے میں بھی نجات پاؤں اور ہم نشین اُن کا ہوں ۔

حاتم نے قسم کھا کر کہا کہ اے عزیز ! اگر میں تیرا کام بخوبی نہ کروں اور اس فریاد کو نہ پہنچوں تو طے کے نطفے سے پیدا نہ ہوا ہوں ۔

غرض حاتم رات وہیں رہا اور دیکھا کہ وے سب عیش عشرت میں ہیں اور یہ فریاد و زاری میں ۔ جب صبح ہوئی شہید اپنے اپنے مکانوں میں گئے اور حاتم چین کی طرف روانہ ہوا ۔

بعد ایک مدت کے منزلیں طے کرتا اور آفتیں اٹھاتا ایک مکان پر جا پہنچا ۔

کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کوئیں پر کھڑا پانی بھرتا ہے ۔ اس نے اپنے تئیں اس کے پاس پہنچایا اور چاہا کہ اس کے ہاتھ سے ڈول لے کر پانی پیے کہ اتنے میں ایک سانپ نے ہاتھی کی سونڈ کی مانند منہ نکالا اور اس شخص کی کمر پکڑ کوئیں میں کھینچ لیا ۔

اس واردات کو دیکھ کر حاتم ہاتھ مل مل کر کہنے لگا کہ اے موذی ! یہ کیا کیا تو نے جو اس غریب پردیسی کو لے گیا ۔ وہاں اس کے بال بچے یہ امید رکھتے ہوں گے کہ بابا جان کچھ خرچ بھیجیں گے یا آپ ہی لیے آتے ہوں گے ۔ تو نے یہاں اس کو جان ہی سے کھویا ۔ یہ سمجھ کر پھر اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم ! افسوس ہے کہ تو اس احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھے اور اس کی داد کو نہ پہنچے ۔ پس خدا کو کیا جواب دے گا اور نام تیرا دنیا میں کیا خاک رہے گا ؟

یہ کہا اور کوئیں میں کود پڑا ۔ تھوڑی دور چلا گیا ۔

Marfat.com

جب زمین پر اُس کا پاؤں لگا ، تب آنکھیں کھول کر دیکھا تو نہ وہ چاہ ہے اور نہ وہ پانی ؛ ایک میدان وسیع ، نہایت خوش قطع ، درختوں سے ہرا بھرا ، لہلہاتا نظر پڑا اور اُن درختوں سے ایک محل ستھرا سا چمکتا دکھلائی دیا ۔ یہ اُس کی طرف چلا اور دل میں کہتا تھا کہ مسافر کو وہ کہاں لے گیا اور یہ محل کہاں سے پیدا ہوا ؟

اسی سوچ میں اُس حویلی کے پاس جا پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایوان پاکیزہ اور بیٹھکیں آراستہ جا بجا تیار ہیں ۔ ایک مکان میں بلور کا تخت بچھا ہے اور اُس کے نیچے ایک مرد دراز قد درخت کی مانند سوتا ہے ۔ دیکھ[1] کر اس کو وھاں گیا اور کہا کہ ٹک ایک آگے جا کر دیکھیے کہ یہ کون ہے ۔

جب نزدیک پہنچا ، تب اُس کے سرھانے کھڑا ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ جب یہ اُٹھے گا ، تب اس سے احوال پوچھوں گا ۔

اتنے میں وھی سانپ مسافر کو باغ میں کسی جگہ چھوڑ کر حاتم کی طرف لپکا ۔ حاتم مسافر کے باعث سے غصے میں بھرا ہوا تھا ، دونوں ھاتھ سے پکڑ کر ایسا دبایا کہ وہ چلانے لگا ۔ اس کے شور سے دیو چونک پڑا اور پکارا کہ اے عزیز ! کیا کرتا ہے ؟ یہ میرا پیک ہے چھوڑ دے ۔

حاتم نے کہا کہ جب تک یہ مسافر کو نہ چھوڑے گا تب تک میں اسے نہ چھوڑوں گا ۔

یہ بات سن کر دیو نے سانپ سے کہا کہ خبر دار ! یہ کوئی بڑا ھی زبردست معلوم ہوتا ہے ۔ غالب ہے کہ یہی

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۴) میں صرف "دیکھ" ہے ۔

Marfat.com

ہمارے طلسم کو توڑے اور تیرے منہ میں پیٹھے ۔

حاتم یہ بات سنتے ہی سانپ کے پیٹ میں گھس گیا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک اندھیرا[1] گھر ہے ۔ اور سانپ کا کچھ نشان نہیں معلوم ہوتا کہ کہاں ہے ۔ یہ حیران ہوا ، ادھر اُدھر پھر رہا تھا کہ اتنے میں ایک آواز اُس کے کان میں اس ڈھب کی پڑی کہ اے حاتم ! جو چیز اس اندھیارے گھر میں تیرے ہاتھ لگے تو اُس کو بے کھٹکے خنجر سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال کہ اس طلسمات سے نکلے تو ، نہیں تو تا بہ قیامت یہی تیرا گھر ہے ۔

اس بات کے سنتے ہی وہ ہر ایک طرف ہاتھ بڑھا کر ٹٹولنے لگا کہ اتنے میں ایک چیز گائے کے دل کی صورت اُس کے ہاتھ لگی ؛ ووں ہی اُس نے خنجر تیز سے اس کو چیر پھاڑ ڈالا ۔ فی‌الفور ایک چشمہ دریا سے زیادہ لہریں لیتا ہوا پیدا ہوا اور حاتم غوطے کھانے لگا ۔ بعد دو تین غوطوں کے پاؤں اس کا زمین کی تہہ پر جا پہنچا اور اُس نے آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو نہ وہ مکان ہے ، نہ وہ سانپ ؛ نہ وہ پانی ہے نہ وہ باغ ، مگر ایک صحرائے وسیع نظر آتا ہے اور اس میں ہزاروں آدمی ہیں ؛ بعضے قریب مرگ کے پہنچے ہیں اور بعضے سوکھ کر کانٹا ہو گئے ہیں اور وہ مسافر بھی اُنھیں میں کھڑا ہے ۔

حاتم اس کے پاس جا کر پوچھنے لگا کہ اے بھائی ! تجھے یہاں کون لایا ہے ؟

اُس نے کہا کہ مجھے ایک سانپ لا کر یہاں چھوڑ گیا ہے اور اب معلوم نہیں کیا ہو ۔ اور لوگوں نے بھی کہا کہ ہم

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۵) میں 'اندھیارا' ہے اور نسخۂ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۷۰) میں ''اندھیرا ۔''

Marfat.com

کو بھی وھی لایا ھے پر یہ تو فرمائیے کہ آپ کیوں کر تشریف لائے ھیں ؟

تب حاتم نے اُس طلسم کا تمام ماجرا بہ خوبی ان کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ تم اپنے اپنے گھر جاؤ ، میں نے تمھارے دشمن کو مارا ۔

وے کہنے لگے کہ[1] بندہ پرور ! ھم قیدیوں میں سے کتنے مارے بھوک اور پیاس کے مر گئے اور کتنے ھی قریب ھلاکت کے پہنچے ۔ حق تعالیٰ تم کو اس کی جزائے خیر دے کہ ھم تمھاری دست گیری سے اس موذی کے چنگل سے نکلے ۔

یہ کہہ کر وے سب اپنے اپنے گھر[2] گئے اور حاتم اُن سے رخصت ھو کر چین کی طرف روانہ ھوا ۔

بعد چند روز کے ایک شہر عالی شان کے دروازے پر جا پہنچا اور قصد[3] اندر جانے کا کیا ۔ دربانوں نے روکا کہ کہاں جاتا ھے ، پہلے بادشاہ کے پاس چل اور اُس سے سوال[4] و جواب کر ، پھر جہاں چاھے[5] وھاں جانا ۔ حاتم نے اُن سے کہا کہ[6] بھائیو !

---

۱ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۷۱) میں ''کہ بندہ پرور'' ھے، نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۶) میں نہیں ۔

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۶) میں ''چلے گئے'' اور نسخہ مطبوعہ بمبئی میں ''گئے اور'' لفظ ''اور'' نسخۂ مکتوبہ (صفحہ۹۶) میں نہیں ھے ۔

۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۶) میں عبارت اس طرح ھے : ''اور اندر جانے کا قصد کیا''۔

۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۶) میں ''جواب سوال'' ھے ۔

۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۶) 'چاھے' اور نسخۂ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۷۲) 'چاھنا' ھے ۔

۶ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۶) میں ترتیب عبارت مطبوعہ نسخے سے مختلف ھے ملاحظہ ھو : ''کہا بھائیو تمھارے شہر کا یہ کیا چلن ھے ، مسافروں کو تو ھر شخص ۔۔۔۔۔۔۔''

Marfat.com

تمھارے شہر کا یہ کیا چلن ہے ۔ مسافروں کو تو ہر ایک شخص آرام دیتا ہے اور تم لوگ کیسے ہو جو دکھ[1] دیتے ہو ؟

دربانوں نے کہا کہ اے مسافر! اس شہر کی چلنے سے رہ[2] گئی ہے ، اس لیے کہ یہاں کے بادشاہ کی ایک لڑکی ہے کہ اس کے روبرو مسافر کو لے جاتے ھیں اور وہ اُس سے تین سوال کرتی ہے ۔ وہ جواب نہیں دے سکتا ، آخر صبح کے وقت اُسے سولی دیتے ھیں ؛ اسی واسطے اس شہر کا نام 'بے درد نگر' رکھا ہے کیوں کہ یہاں کوئی مسافر جیتا نہیں بچتا ۔

آخر حاتم اُن لوگوں کے ساتھ ہو کر بہ لاچاری[3] بادشاہ کے پاس گیا اور جی میں یہی کہتا تھا کہ دیکھیے وہ کیا پوچھتا ہے ۔ جب یہ[4] اس کے سامنے گیا ، تب اُس نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کیا نام رکھتا ہے ؟

اُس نے کہا کہ میں بنی آدم ہوں اور ارادہ چین کے جانے کا رکھتا ہوں ۔ میرے نام سے تمھیں کیا کام ہے ؟ اور کہا کہ اے بادشاہ ! سوائے تیرے[5] کوئی مسافروں کو دکھ[6] نہیں دیتا

---

۱ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۲۷) ''دکھ ۔'' نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۶) ''ایذا'' ۔

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۷) میں عبارت اس طور پر ہے : ''اس شہر کی راہ چلنے سے ۔''

۳ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۲۷) ''بہ لاچاری'' اور نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۷) ''بہ ناچاری'' ہے ۔

۴ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی میں ''یہ'' ہے ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۷) میں نہیں ہے ۔

۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۷) ''تیرے سوا'' ۔

۶ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۷) ''مسافر کو ایذا'' ۔

Marfat.com

بلکہ ہر ایک اپنے حوصلے کے موافق مہمانی کرتا ہے ۔ اس واسطے کہ بھلا کہلائے اور نام اُس کا ساتھ نیکی کے تمام عالم میں مانند آفتاب[۱] کے روشن رہے ۔

اس کلام کو سن کر بادشاہ[۲] رو دیا اور کہا کہ کیا کروں ، یہاں ایک بلا نازل ہوئی ہے ۔ پہلے اس کا نام 'عدل آباد' تھا ، اب اس کم بخت لڑکی کے ظلم سے 'بے درد نگر' مشہور ہے ۔ ایک مدت[۳] سے یہاں مسافر مارے جاتے ہیں ، خون ان کا میری گردن پر ہے ۔

حاتم نے کہا کہ پھر تو اس کو مار کیوں[۴] نہیں ڈالتا ؟

وہ بولا کہ آج تک کسی نے بھی[۵] اپنے لڑکے بالے مارے ہیں جو میں اس لڑکی کو ماروں ؟

اس سخن کو سن کر حاتم آب دیدہ ہوا اور کہنے لگا کہ تو لاچار ہے ، تیرا کچھ بس[٦] نہیں ؛ خدا کریم ہے ، اس بوجھ کو تیری گردن سے دور کرے گا ۔

پھر وہں ہی حاتم کو محل میں لے گئے اور لڑکی کو آراستہ کر کے اس کے پاس بٹھلا[۷] دیا ۔ حاتم نے اُسے[۸] دیکھتے ہی اپنے

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۷) ''آفتاب کی مانند'' ۔

۲ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۲۷) ''نے رو دیا'' اور نسخۂ مکتوبہ میں ''رو دیا'' ہے ۔

۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۹۷) ''کیوں کہ ایک مدت'' ۔

۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) ''کیوں نہیں مار ڈالتا ۔''

۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) ''اپنی اولاد کو مارا ہے ۔''

٦ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) ''تیرا کچھ بس نہیں ۔''

۷ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) ''بٹھا دیا ۔''

۸ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) ''لڑکی کو ۔''

Marfat.com

دل میں کہا کہ اس پری زاد کے برابر اس جہان میں کوئی خوب صورت و حسین نہیں ۔ اس کا بھی پردہ حجاب اٹھ گیا اور حاتم کی تعظیم کی بلکہ اس کے حسن خدا داد پر عاشق ہو گئی اور ایک تخت مرصع پر بٹھلا[۱] کر آپ ایک[۲] کرسی زریں پر بیٹھی اور دائی کو بلوا کر کہنے لگی کہ اے مادر مہربان ! آج میں اس مسافر پر عاشق[۳] ہوئی ہوں اور یہ بھی بزرگ زادہ معلوم ہوتا ہے ۔ حیف ہے کہ صبح کو یہ[۴] بھی سولی دیا جائے گا ۔

دائی نے کہا کہ اے جان مادر ! نصیب[۵] تیرے نہایت بد معلوم ہوتے ہیں ، کیا کہیں ۔ اور بہت غریب غربا امیر و عمدہ[۶] تیرے ہاتھ سے مارے پڑے[۷] ، خون ان کا تیری گردن پر رہے گا اور قسمت تیری[۸] ہر چند ایسی نیک نہیں ، لیکن اغلب ہے کہ[۹] کام تیرا اس کے ہاتھ سے نکلے ۔

اتنے میں حاتم نے کہا کہ بھلا میں بھی سنوں کہ وہ کون سا کام ہے کہ جس کے واسطے اتنے مسافر مارے گئے ہیں ۔

اتنے میں دائی نے کہا ''اے جوان خوش رو ! جب رات ہوتی ہے ، تب یہ لڑکی جنم جلی دیوانی ہو جاتی ہے اور باتیں

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) ''بٹھیا کر ۔''
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) میں ''ایک'' نہیں ہے ۔
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) میں ''ہو مبتلا'' نہیں ۔
۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) میں ''یہ بھی'' نہیں ۔
۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) ''تیرے نصیب''
۶ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) ''امرا بجائے عمدہ''
۷ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۸) ''گئے ان کا خون''
۸ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۹) ''تیری قسمت''
۹ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۹) ''تیرا کام''

Marfat.com

لا یعنی بکتی ھے اور سوال کرتی ھے جو[1] مسافر اس کا جواب نہیں دے سکتا ، اس کو یہ آپ ھی مار ڈالتی ھے یا سولی دلواتی ھے ۔ اس وقت میں اس کے پاس نہیں ھوتی ۔ غرض اس کی یہی اوقات اور عادت[2] ھے ۔

حاتم نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھیے اب مجھے یہاں[3] موت لائی ھے یا حیات ۔

اتنے میں دائی باورچی خانے میں گئی اور کھانا لا کر کہنے لگی کہ اے مسافر اجل گرفتہ ! کچھ اس میں سے کھا ۔

اُس نے کہا کہ کھانا میں جب کھاؤں گا کہ اس کا کام اتمام کو پہنچاؤں[4] گا ۔ اب یہ کھانا مجھ پر حرام ھے بلکہ یہ دنیا جی[5] کا دینا ھے ، کھانا کھانا نہیں اور یہ بات عقل مندوں اور جواں مردوں سے دور ھے ۔

دائی نے کہا کہ اے جوان ! معلوم ھوا کہ اس کا سر انجام تجھ سے ھو، کیوں کہ تو حق نمک سمجھتا ھے ۔

اتنے میں رات ھو گئی اور ھر ایک ددا ، دائی ، ماما ، چھوچھو ، لونڈی ، غلام ، نوکر ، چاکر محل[6] سے باھر گئے اور دروازے کو بہ خوبی تمام[7] بند کر دیا ۔ بعد پہر رات[8] کے وہ لڑکی

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۹) ''جب مسافر اُس کا جواب نہیں دے سکتا تو''
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۹) ''یہی عادت''
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۹) ''موت یہاں''
۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۹) ''پہنچاؤں''
۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۹۹) ''جی نہ دینا''
۶ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) میں ''چاکر'' نہیں ۔
۷ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) میں ''تمام'' نہیں ۔
۸ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) ''پہر رات کے بعد''

Marfat.com

دیوانوں کی طرح سے کودنے لگی اور سخن بیہودہ زبان پر لائی ۔ پھر حاتم کی طرف متوجہ ہوئی اور کہنے لگی کہ اے جوان ! تجھ کو اپنی جان کا خطرہ نہ تھا جو نا محرم ہو کر یہاں تلک چلا آیا ۔ خیر اگر آیا ہے تو اب ہمارے سوالوں کے جواب دے ؟

حاتم نے کہا ''کیا سوال رکھتی ہے ؟ کہہ''

اُس نے کہا ''پہلا سوال یہ ہے میرا کہ وہ قطرہ کون سا ہے جو جان دار پیدا ہوتا ہے ؟''

حاتم نے بعد تامل[۱] کے جواب دیا کہ وہ قطرہ دریائے اسرار انسان ہے ، یعنے[۲] نطفہ کہ جان دار پیدا ہوتا ہے ۔ پھر حاتم نے کہا کہ[۳] دوسرا سوال کہہ ؟

اس نے کہا ''وہ کون سا میوہ ہے جو سب میووں سے زیادہ میٹھا ہے ؟''

حاتم نے کہا کہ وہ فرزند ہے کہ سب میوؤں سے شیریں تر[۴] ہے ۔

پھر اُس نے تیسرا سوال پوچھا ؟

بولی کہ وہ کیا چیز ہے جو ہر کسی کو دکھائی[۵] دیتی ہے ۔

حاتم نے[۶] اس بات کے سنتے ہی کہا کہ اے بی بی ! وہ

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) ''تامل کے بعد''
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) ''یعنی کہ''
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) ''اب''
۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) میں صرف ''شیریں'' ہے ۔
۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) ''کہاتی ہے''
۶ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) ''کہا وہ موت ہے''

Marfat.com

موت ہے کہ کسی کو نہیں چھوڑتی ۔

اس سخن کو سن کر اُس لڑکی نے آنکھیں نیچے کر لیں اور کانپنے لگی ۔ [۱]آخر کرسی سے خاک پر گر پڑی اور بے ہوش ہو گئی کہ[۲] اتنے میں ایک کالا سانپ نہایت ہیبت ناک وہیں[۳] نظر آیا اور پھن پھنا کر حاتم کی طرف لپکا ۔ وہ جی میں کہنے لگا کہ اگر اس کو مارتا ہوں تو ایذا دھندہ ٹھہرتا ہوں اور اگر نہیں مارتا ہوں تو یہ مجھ کو زندہ نہیں چھوڑتا ۔ ندان سوچ سوچ کر[۴] وہ مہرہ جو ریچھ کی بیٹی نے دیا تھا ، پگڑی سے کھول کر اپنے منہ میں رکھ لیا اور اُس سانپ کو ہاتھ سے پکڑ[۵] ایک ہانڈی میں بند کر[۶]، پھر خنجر کمر سے نکال کر انگنائی میں قد آدم گڑھا کھود کے گاڑ دیا اور آپ تخت پر جا بیٹھا ۔

پچھلے پہر رات کو لڑکی ہوش میں آئی اور اپنے منہ پر نقاب لے کر[۷] کہنے لگی کہ اے نا محرم ! تو کون ہے اور اس تخت پر کس واسطے بیٹھا ہے ؟

حاتم نے کہا ''اے نادان! تو اتنے عرصے میں مجھ کو[۸] بھول گئی ؟ میں وہی ہوں کہ کل تیرے باپ کے لوگ مجھے ہاتھوں ہاتھ

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) ''آخر کار''

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۰) ''کہ'' نہیں ۔

۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) ''وہاں''

۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) ''جلد سوچ کر''

۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) ''پکڑ کر''

۶ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) ''کر کے خنجر''

۷ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) ''ڈال کر''

۸ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) میں ''مجھ کو'' نہیں ہے ۔

Marfat.com

یہاں[1] لے آئے تھے ۔

اس بات کو[2] سنتے ہی اس نے اپنی دائی اور خواصوں[3] کو پکارا اور کہا ''کیا سبب ہے کہ یہ مسافر آج جیتا بچا ؟''

دائی نے کہا کہ خدا کریم ہے ۔ اس نے اس کو اپنی حفاظت میں رکھا[4] ۔ بارے تم اپنا احوال[5] کہو کہ اب[6] کیسی ہو ۔

اُس نے کہا کہ آج ہمیں اپنا بدن ہلکا معلوم ہوتا ہے ، نہیں تو ہمیشہ بھاری ہی[7] رہتا تھا ۔

پھر دائی حاتم سے پوچھنے لگی کہ اے جوان ! تو نے یہاں کیا دیکھا اور تیرا جی کیوں کر بچا[8] ؟

حاتم نے کہا کہ میں تمھیں اس بات سے ہرگز آگاہ نہ کروں گا ، پر اس کے باپ[9] سے کہوں گا ۔

اتنے میں نور کا تڑکا ہوا اور صبح[10] کا تارا چمکا کہ پادشاہ

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) میں ''یہاں'' نہیں ۔
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) میں '' کو'' ہے ۔
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) ''اور خواصوں'' نہیں ہے ۔
۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) میں ''خدا نے اپنی حفاظت میں رکھا ۔'' ہے ۔
۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) ''حال''
۶ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) میں ''اب'' نہیں ہے ۔
۷ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) میں ''ہی'' نہیں ۔
۸ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) ''اور تو کیوں کر بچا'' ہے ۔
۹ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۱) ''کہا میں تجھے مگر اس کے'' ۔
۱۰ ۔ ''اور صبح کا تارا چمکا ۔'' یہ عبارت نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۲) میں نہیں ہے ۔

Marfat.com

آیا اور حاتم سے پوچھنے لگا کہ اے مسافر! تو کیوں کر جیتا بچا ؟

حاتم نے کہا کہ جب پہر رات گئی ، تب آپ کی لڑکی دیوانی ہوئی اور کلمے واهی تباهی بکنے لگی اور منه سے کف نکالتی هوئی میری طرف دوڑی اور کہنے لگی ۔

''اے نا محرم[۱] ! تو نے اتنا مقدور کہاں سے پیدا کیا جو بے دھڑک میری حویلی میں آیا ؟ خیر اگر اب[۲] آیا هے تو همارے[۳] سوالوں کے جواب دے ۔ آخر کار اس نے تین سوال مجھ سے کیے ۔ میں نے خدا کے فضل سے ان تینوں[۴] کے جواب به خوبی دیے ۔ اس بات کے سنتے هی وہ تھرتھرائی اور کرسی سے گر پڑی[۵] ، بے هوش هو گئی ۔ پھر ایک سانپ اس کے پہلو سے نکل کر مجھ پر لپکا ۔ میں نے اس کو[۶] مار کر اسی انگنائی میں گاڑ دیا[۷] ، باور نه هو تو دیکھ لو ۔ پھر وہ لڑکی هوش میں آئی اور حجاب کرنے لگی ۔

بادشاہ نے پوچھا کہ اے جوان مرد ! یه کیا اسرار تھا ۔

حاتم بولا که ایک جن اس لڑکی پر عاشق تھا که سانپ بن کر هر ایک مسافر کو مار ڈالتا تھا ۔ بارے خدا کے فضل

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبه (ص ۱۰۲) میں ''مجرم'' هے ۔
۲ ۔ نسخۂ مکتوبه (ص ۱۰۲) میں ''اب'' نہیں هے ۔
۳ ۔ نسخۂ مکتوبه (ص ۱۰۲) میں ''میرے سوالوں کا'' هے ۔
۴ ۔ نسخۂ مکتوبه (ص ۱۰۲) میں ''تینوں سوالوں'' هے ۔
۵ ۔ نسخۂ مکتوبه (ص ۱۰۲) میں ''گر کر'' هے ۔
۶ ۔ نسخۂ مکتوبه (ص ۱۰۲) میں ''پکڑ کر'' اور نسخۂ مطبوعه بمبئی (ص ٦۷) میں ''مار کر'' هے ۔
۷ ۔ نسخۂ مکتوبه (ص ۱۰۲) میں ''اب'' هے ۔

Marfat.com

سے یہ بلائے عظیم تمھارے سر سے ٹلی ۔

بادشاہ نہایت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اے شخص ! یہ لڑکی میں نے تجھی کو[1] دی اور یہی میرا قول تھا ۔ لازم ہے کہ تو بھی قبول کرے ۔

حاتم نے کہا ایک شرط سے ۔ میں جہاں چاہوں وہاں اس کو لے جاؤں ، کوئی میرا مزاحم نہ ہو ۔

اس نے کہا ''بہت اچھا ، تو اس بات میں مختار ہے ،[2] جدھر چاہے تدھر لے جا ۔''

اسی گھڑی اس کے باپ نے اپنے گھرانے کی رسوم کے موافق اس کا نکاح اس کے ساتھ بندھوا کر اس کا ہاتھ حاتم کے ہاتھ میں پکڑا دیا ۔ حاتم نے تین مہینے تک ہر ایک رات اس جگہ اس کے ساتھ عیش و عشرت میں گزاری ۔

جب اس عورت کو پیٹ رہا ، تب حاتم نے اس سے کہا کہ اب تو مجھ کو رخصت دے ، اور[3] ایک بات میری سن کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں اور یہ نطفہ طے کے نطفے سے ہے ۔ اگر لڑکا ہووے اور یمن کے جانے کا شوق کرے تو تو اس کو اس پتے پر یمن پہنچا[4] دینا اور اگر لڑکی ہووے تو کسی مرد نیک سیرت و فرشتہ خصلت سے منسوب کر دینا[5] ۔ اگر میں جیتا

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۳) میں ''کو'' نہیں ہے ۔

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۳) میں اس طرح ہے : ''تو اس بات میں مختار ہے جدھر چاہے آدھر''

۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۳) میں ''اور یہ ۔ ایک بات میری سن لے'' ہے

۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۳) میں ''پہنچا دینا'' ہے ۔

۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۳) میں ''کرنا''

Marfat.com

رھوں گا تو ایک بار تیرے پاس مقرر آؤں گا اور بہ خوبی خبر لوں گا ۔

اس ڈھب کی دو چار باتیں کر کے وہ اُس سے رخصت ھوا ۔

بعد تھوڑے دنوں کے شہر چین میں جا پہنچا اور وھاں کے رھنے والوں سے پوچھنے لگا کہ اس شہر میں سوداگروں کا محلہ کہاں ھے ۔ غرض پوچھتے پوچھتے وھاں جا پہنچا اور کہنے لگا کہ اس محلے میں یوسف سوداگر کی حویلی کون سی ھے اور اس کی آل اولاد میں سے بھی کوئی ھے ؟

لوگ دوڑے اور اس کے بیٹوں کو خبر کی کہ ایک[1] مسافر کہیں سے آیا ھے اور تم کو بلاتا ھے ۔

وے اس بات کو سن کر دوڑے ھوئے حاتم کے پاس آئے ۔ اس نے کہا کہ اے لڑکو ! مجھے تمھارے باپ نے بھیجا ھے اور یہ پیغام دیا ھے ۔

اس سخن کے سنتے ھی سب لوگ ھنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے مسافر ! معلوم ھوا کہ تو دیوانہ ھے جو ایسی واھیات بکتا ھے ۔ اُس کو تو ایک مدت ھوئی کہ وہ مر گیا[2] اور ھم اس بات پر مرتے ھیں کہ اُس نے تیرے ھاتھ یہ پیغام کیوں کر بھیجا ۔

حاتم نے کہا کہ اے یارو ! میں نہ جانتا تھا کہ شہر چین میں[3] یوسف سوداگر کی حویلی سوداگروں کے محلے میں ھے ۔ اور سوا اس کے اُس نے ایک پتا اور بھی دیا ھے ۔ اگر تم سنو تو

---

۱ - نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۳) ''دونی''

۲ - نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۳) ''مر گیا ھے''

۳ - نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۳) ''شہر چین میں ۔''

Marfat.com

وہ بھی کہوں ؟

اُنھوں نے کہا ''بہت بہتر ۔''

حاتم نے کہا کہ فلانے[1] حجرے میں جو خاص اس کے سونے کی جگہ تھی ، اس کے پاس فلانے درخت کے نیچے بہت سا مال و جواھر گڑا ھے لیکن اُسے کوئی نہیں جانتا ۔ اُس جگہ کو کھودو اور جس قدر زر و جواھر اُس میں سے نکلے اس کے چار حصے کرو ۔ ایک حصہ تم لو اور تین حصے خدا کی راہ میں خرچ کرو ۔ یہ کہہ کر پھر اُس نے جو ماجرا واقعہ دیکھا تھا ، سو سب از ابتدا تا انتہا اُن کے سامنے بہ خوبی ظاھر کیا کہ میں اس سبب سے فلانے جنگل میں گیا تھا ، وھاں یہ تماشا دیکھا ، نہیں تو مجھے کیا کام تھا جو میں اُدھر جاتا اور ادھر قاصد بن کر آتا ۔

تب تو اُنھوں نے کہا کہ یہ حرکت بادشاہ کے خبر کیے بغیر کیوں کر کریں ؟ آخرکار وہ سب اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے ۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اے شخص ! کیا دیکھا ھے تو نے ؟ سچ کہہ ۔

اس نے کہا ''جہاں پناہ میں نے یوسف سرداگر[3] کو اس طرح دیکھا ھے اور یہ پیغام اس نے میرے ھاتھ بھیجا ھے ۔

اس بات کو سن کر وہ بھی ھنسا اور کہنے لگا کہ کیا کوئی تیرے شہر میں فصد لینے کو حجام نہیں[4] ملا جو تو یہاں

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص۱۰۵) میں عبارت یوں ھے : ''فلانا حجرہ جو خاص اُس کے سونے کی جگہ ھے ۔''

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۵) ''کوئی بھی''

۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۶) میں ''سوداگر'' نہیں ۔

۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۶) ''نہ''

آیا ؟ تو تو اچھا خاصا دیوانہ ہے ۔ جا اپنی فصد لے کیوں کہ اُسے مرے سو برس ہوئے ، پھر تجھ سے ملاقات کیوں کر کی[1] ۔ اے بے وقوف ! کہیں مردے بھی کسی سے ملاقات کرتے ہیں جو اُس نے تجھ سے کی اور یہ حقیقت کہلا بھیجی ؟ ارے ہے کوئی جو اس دیوانے کو شہر بدر کر دے ۔

حاتم نے عرض کی ''اے بادشاہ عادل زمان و اے[2] دست گیر درماندگان ! یہ اسرار الٰہی ہے ، جاننے والے ہی اس کو دریافت کرتے ہیں ۔ کیا تم اتنا نہیں جانتے کہ شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ۔ اور یوسف ایک مرد بخیل تھا ، وہ اس خست کے سبب سے[3] ایک رنج و مصیبت میں گرفتار ہے ۔ اس بات کو میری مانو کہ وہ غریب عذاب سے چھوٹے ، ثواب میں داخل ہووے ۔ سوائے اس کے اگر میں دیوانہ ہوں تو اس حجرے کے خزانے کی کیوں کر خبر رکھتا ہوں ؟

بادشاہ اس سخن کو سن کر متعجب ہوا اور حاتم کو ساتھ لے کر یوسف سوداگر کی حویلی میں آیا ۔ پھر اُس حجرے کو کھدوایا ، بے شمار مال نکلا ۔ تب بادشاہ نے اس کے چار حصے کر کے ایک اس کے لڑکوں کے حوالے کیا اور تین حصے حاتم کو دے کر کہا کہ اے عزیز ! تو مرد با دیانت اور شخص با امانت ہے ۔ اس خزانے کو اپنے ہی ہاتھ سے راہ مولا میں خرچ کر ۔

حاتم نے تھوڑے ہی دنوں میں اس خزانے کو خرچ ڈالا ۔

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۶) ''ہوئی'' ہے ۔
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۶) ''والے'' کی جگہ ''والی''
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۶) میں ''سے'' نہیں ۔

بھوکوں کو کھانا[1] کھلایا ، ننگوں کو کپڑا پہنایا ، محتاجوں کو اتنے روپے دیے کہ وے مالا مال ہوگئے ۔

پھر بادشاہ سے رخصت ہو کر شہر عادل آباد میں آیا ، اپنے قبیلے سے ملا اور لڑکا جو پیدا ہوا تھا ، اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ، سالم نام رکھا ۔

بعد کئی دن کے رخصت ہو کر پھر جنگل کی راہ لی ۔ کئی دن کے عرصے میں شہیدوں کے قبرستان میں پہنچا ۔ تین روز وہاں رہا ۔

شب جمعہ کو وے شہید سب کے سب بہ دستور اپنی اپنی قبر سے نکلے اور فرش مکلف بچھا کر بیٹھے ۔ وقت معین پر اسی طرح سے ان کے آگے کھانے چنے گئے ، پھر اُن کے پیچھے اُس سوداگر کے بھی آگے ویسا ہی کھانا رکھا گیا ۔ بعد اس کے حاتم نے[2] ملاقات کی اور اس سوداگر سے احوال پوچھا ۔ وہ کہنے لگا کہ اے جوان مرد ! مرحبا جزاک اللہ فی الدارین خیراً ۔ اس تیری ہمت کا ثمر دے حق تعالیٰ ۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک جوان مرد راست گو تو ہی نظر آیا[3] اور تیرے ہی باعث یہ مرتبہ مجھ کو ملا جو اس بلا سے نکلا اور اُن کے سامنے فریاد کرنے سے باز رہا ۔ کھانا پانی بھی ان کے برابر مجھے پہنچتا ہے لیکن مسندیں اور پوشاکیں ان کی مکلف ہیں کیوں کہ انھوں نے اپنے ہاتھ سے جیتے جی خیرات کی[4] ہے اور میں نے بعد مرنے

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۷) میں ”کھانے کھلائے ، ننگوں کو کپڑے پہنائے ۔“

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۷) میں ”اُن سے“ مزید ہے ۔

۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۷) میں ”پڑا اور تیرے باعث“

۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۸) میں ”تھی“

Marfat.com

کے پریشانی کھینچ کر، تب بھی خدا کے فضل و کرم سے بہت آسودہ ہوں، خدا تجھ کو جزائے خیر دے ۔

صبح کو حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور ایک جنگل میں جا پہنچا ۔ وہاں ایک عورت پیر سال[1] فقیروں کی طرح سے بیٹھی ہوئی بھیک مانگتی تھی ۔ حاتم نے اپنے ہاتھ سے الماس کی انگوٹھی اُتار کر اس کے حوالے کی اور آپ منزل مقصود کی راہ لی ۔ اتنے میں اُس بڑھیا نے پکار کر کہا کہ بیوا یکے دؔ کے پنچھی پردیسی کا راہ باٹ میں خدا حافظ ہے ۔

اس آواز کے[2] سنتے ہی سات جوان مسلح، سپریں تلواریں لگائے جنگل کے دائیں بائیں سے نکل آئے اور حاتم سے ملاقات کر کے ساتھ ہو لیے؛ چنانچہ وے ساتوں چور اس چڑیل کے بیٹے تھے ۔ اُس نے جڑاؤ انگوٹھی کو دیکھ کر یہ خبر ان کو دی تھی کہ[3] سونے کی چڑیا جاتی ہے ۔ غرض وہ اس کے ساتھ ہو لیے اور ادھر اُدھر کی گپ شپ ہانکتے چلے اور کہنے لگے کہ اے جوان مرد! ہم چاہتے ہیں کہ تیرے طفیل سے کسی شہر میں پہنچیں اور وہاں کے بادشاہ کی نوکری کریں ۔

حاتم نے کہا ''بہت اچھا چلے چلو، کھانے پینے کا کچھ اندیشہ نہ کرو ۔''

جب حاتم اُن کے دام میں آیا، تب اُنھوں نے اُس کے پیچھے سے ایک[4] کمند اس کے گلے میں ڈال دی اور ہاتھ باندھ

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۸) ''پیر زال''

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۸) ''کو''

۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۸) ''یہ''

۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۰۹) میں ''ایک'' نہیں ۔

Marfat.com

کر دو تین خنجر مارے ، پھر کوئیں میں گرا دیا اور جو مال و متاع تھا لے لیا مگر وہی ایک پگڑی کہ جس میں وہ مہرہ بندھا تھا ، وہی لپٹی لپٹائی[1] رہ گئی ۔

وہ کئی روز تک کوئیں میں زخمی بے ہوش پڑا رہا ۔ بعد دو تین روز کے جب ہوش میں آیا ، تب اُس مہرے کو اپنی پگڑی سے کھولا اور ایک کونے میں زمین خشک پر بیٹھ کر کسی پتھر کے ٹکڑے پر اپنے تھوک سے اُس کو رگڑ کے اُن زخموں پر لگایا[2] ، گھاؤ اُسی گھڑی بھر آئے اور درد جاتا رہا ۔ پھر اُس نے اپنے جی میں کہا کہ افسوس اُن نا مردوں نے دغا کی ۔ اگر مجھ سے خدا کی راہ میں یوں مانگتے تو[3] قسم ہے کہ بہ خوشی سب کا سب اُن کے حوالے کر دیتا اور اگر اب بھی ملیں تو اتنا کچھ دوں کہ وہ تمام عمر محفوظ رہیں بلکہ جب تک جئیں کبھی محتاج نہ ہوویں ۔

یہ اسی سوچ میں تھا کہ آنکھیں[4] لگ گئیں ۔ خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص کھڑا بہ آواز[5] بلند یہ کہتا ہے ''اے حاتم ! غم نہ کھا کیوں کہ خدا کریم[6] و رحیم ہے ۔ اس نے جو تجھے یہاں پہنچایا ہے تو یہ بھی اُس کی حکمت سے خالی نہیں ۔ تو نہیں جانتا یہاں ایک گنج عظیم گڑا ہے ۔ حق تعالیٰ نے یہ مال تیرے ہی واسطے چھپا رکھا ہے ۔ اب اُٹھ اور لے ۔''

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۱۰۹) ''اُس کے سر پر رہ گئی'' ۔
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۱۰۹) ''لگا دیا'' ۔
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۱۰۹) ''تو میں'' ۔
۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۱۰۹) ''آنکھ لگ گئی'' ۔
۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۱۰۹) ''یہ بہ آواز بلند کہتا ہے'' ۔
۶ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ۱۰۹) ''کریم الرحیم'' ۔

Marfat.com

اس سے اُس نے کہا ''اے بزرگ ! میں تن تنہا کیوں کر لوں اور کہاں لے جاؤں ؟''

وہ بولا کہ کل دو شخص اس مکان پر آئیں گے اور تجھے اس اندھے کوئیں سے نکالیں گے ۔ چاہیے کہ تو اُن کو متفق کر کے اس مال کو نکالے ۔

حاتم خوش ہوا اور درگاہ الٰہی میں سر جھکا کر سجدۂ شکر بجا لایا ۔

اتنے میں پو پھٹی اور نور کا تڑکا ہوا ۔ بعد ایک دم کے دو شخص اُس کوئیں پر آئے اور پکار کر کہنے لگے ''اے حاتم ! اگر جیتا ہے تو جواب دے ۔''

اُس نے کہا کہ اب تک تو خدا کے فضل و کرم سے جیتا ہوں ۔

تب اُنہوں نے اپنے ہاتھ بڑھا کر کوئیں میں ڈالے اور کہا کہ تو ہمارے ہاتھ پکڑ کر چڑھ آ ۔

حاتم اُن کی دست گیری سے نکلا اور ان سے ملاقات کر کے کہنے لگا کہ یہاں ایک گنج عظیم گڑا ہے ۔ اگر تم نکالو تو ہاتھ آوے ۔

اُنہوں نے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو ، ہم ابھی آتے ہیں ۔

یہ کہہ کر ایک اندر بیٹھا ، دوسرا اوپر کھڑا رہا ۔ وہ مال نکال نکال کر باہر پھینکتا تھا اور یہ انبار کرتا جاتا تھا ۔ غرض ایک دم میں وہ سب کا سب نکال کر اُنہوں نے حاتم کے حوالے کیا اور آپ رخصت ہو کر کسی طرف کا رستہ لیا ۔

حاتم اُس مال کے تودے کو دیکھ دیکھ کر جی میں

Marfat.com

کہتا تھا کہ اگر اس وقت وہ چور میرے پاس ہوتے تو یہ مال متاع میں ان کو بخش دیتا کہ پھر وہ محتاج نہ رہتے اور بندگان خدا کو ایذا نہ دیتے ۔

حاصل کلام اُس نے ایک جوڑا کپڑے کا اچھا سا اُس میں سے پہنا اور تھوڑا سا زر و جواہر اپنی جیب میں ڈال کر اُن چوروں کی تلاش میں روانہ ہوا اور دعائیں مانگتا تھا کہ الٰہی! اُس بڑھیا کو پھر مجھ سے ملا ۔

تھوڑی ھی دور پہنچا ہوگا کہ وہ بڑھیا بر سر راہ بہ حال تباہ ، فقیروں کی سی صورت بنائے بیٹھی سوال کر رہی تھی کہ جانے والے بابا کچھ خیر کیے جا ۔

یہ اس کو دیکھتے ھی دوڑا اور خوش ہو کر مثل گل کے کھل گیا اور مٹھی بھر روپے اشرفیاں جیب سے نکال کر اس کو دیے[1] اور اپنا قدم آگے رکھا ۔ اُس نے وہ روپے لے لیے اور پھر اُسی صورت سے بہ آواز بلند کہا کہ ''یکے دکے بٹو ھی کا راہ باٹ میں خدا نگہبان ھے ۔''

اس آواز کو سن کر وے ھی ساتوں پھانسی گر پھر کسے کسائے ادھر اُدھر سے نکلے اور اس سے ملاقات کرکے کہنے لگے کہ اے جوان! تو کہاں جاتا ھے ؟ ''

اُس نے ان کو پہچان کر کہا ''اے عزیزو ! میں تم سے ایک عرض رکھتا ھوں ، اگر تم قبول کرو تو کہوں ؟

انھوں نے کہا '' کیا کہتے ھو فرماؤ ۔ ''

حاتم نے کہا '' اگر تم سب توبہ کرو اور مردم آزاری

---

١ ۔ نسخۂ مکتوبہ (صفحہ ١١١) ''دیں'' ۔

Marfat.com

سے ہاتھ اٹھاؤ تو میں اس قدر زر و جواہر دوں کہ وہ تمھاری سات پیڑھی تک کام آوے ۔

انھوں نے کہا کہ ہم تو پیٹ ہی کے واسطے اپنے اوپر عذاب لیتے ہیں ۔ اگر اتنا مال و اسباب پاویں تو پھر کیا دیوانے ہیں جو ایسی حرکت کریں بلکہ آج کی تاریخ سے عہد کرتے ہیں کہ جس کام سے خدا راضی نہ ہو ، سو تمام عمر نہ کریں ۔

حاتم نے کہا کہ تم خدا کی طرف متوجہ ہو کر قول دو اور قسم بہ دل کھاؤ تو میں اتنا گنج و مال تمھیں دوں کہ نہال ہو جاؤ ۔ یہ بات سن کر انھوں نے عرض کی کہ پہلے ہمیں دکھلا دو تو ہم توبہ کریں ۔

حاتم ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کوئیں پر لے آیا اور اس زر بے شمار کو دکھلا کر کہنے لگا کہ اب اسے لو اور اپنے وعدے کو وفا کرو ۔

وے اس کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئے اور ہاتھ باندھ کر یہ بات کہنے لگے کہ اب جو کہو سو کریں ۔

حاتم نے کہا " تم سب اس طرح قسم کھاؤ کہ خدا دانا اور بینا ہے اور ہر ایک کا احوال جانتا ہے ۔ اگر آج سے ہم کسی کا مال چراویں یا کسی پنچھی پردیسی کو ستاویں تو خدا کے غضب میں گرفتار ہوویں ۔"

انھوں نے اسی طور سے قسم کھائی اور چوری سے توبہ کی ۔

حاتم نے وہ زر و جواہر سب ان کو بخشا اور راہ راست دکھلا کر جنگل کا رستہ لیا کہ ایک کتا جیب نکالے سامنے سے دکھلائی دیا ۔ اس نے معلوم کیا کہ شاید اس صحرا میں کوئی

Marfat.com

کارواں اُترا ھے اور یہ کتا اُسی قافلے کا ھے ۔

جب وہ اس کے پاس آیا تب حاتم نے اس کو اپنی گود میں اُٹھا لیا اور پانی اس کے واسطے ادھر اُدھر ڈھونڈھنے لگا اور جی میں کہتا تھا کہ اس جنگل میں کوئی چشمہ ملے تو میں اس پیاسے کو خوب سا پانی پلاؤں ۔

اتنے میں ایک گاؤں دکھلائی دیا ۔ حاتم اس کی طرف روانہ ھوا ۔ وھاں کے لوگ گیہوں کی روٹیاں اور مٹھا مسافروں کو دیتے تھے ، حاتم کے بھی آگے لے آئے ۔ اس نے وے روٹیاں اور چھاچھ لے کر کتے کے آگے رکھ دی ۔ کتے نے پیٹ بھر کر کھایا اور[1] حاتم اس کی طرف دیکھ کر کہتا تھا ، کیا خوش ترکیب اور کیا خوب صورت کتا ھے اور وہ اُس کے سامنے بیٹھا ھوا شکر خدا کر رھا تھا ۔

اتنے میں حاتم شفقت سے اس کے سر پر ھاتھ پھیرنے لگا اور دل میں خدا کو یاد کرکے یوں کہنے[2] کہ یہ تیری ھی قدرت ھے کہ اٹھارہ ھزار عالم کو تو نے پیدا کیا اور ایک کی صورت سے دوسرے کی شکل کو ملنے نہ دیا ۔ اتنے میں ایک سخت سی چیز شاخ کی مانند اس کے ھاتھ میں لگی ۔ جب غور کرکے دیکھا تو ایک میخ آھنی نظر پڑی ۔ ووں ھی وہ میخ اُس کے سر سے نکال لی ۔ وہ کتا ایک جوان خوش رو کی صورت ھو گیا ۔

حاتم متعجب ھو کر کہنے لگا کہ اے بندۂ خدا ! یہ کیا بھید ھے اور تو کون ھے کہ پہلے تیری صورت حیوان کی تھی

---

۱ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی (ص ۸۳) ''پھر'' ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱۳) ''اور''

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱۳) ''کہے''

Marfat.com

اور اُس میخ کے نکالتے ہی تو انسان ہو گیا ؟

اُس نے دیکھا کہ اس شخص نے مجھ پر احسان کیا ہے ، اس سے اپنا احوال نہ چھپانا چاہیے ۔ اس بات کو سوچ کر اس کے پاؤں پرگر پڑا اور کہنے لگا ''اے مرد بزرگ ! میں بنی آدم ہوں ، تیری دست گری سے اپنی اصلی صورت پر آیا ۔''

حاتم نے کہا '' یہ کیا سبب تھا کہ تیری صورت کتے کی بن گئی تھی ؟''

جوان نے کہا ''میں ایک سوداگر کا بیٹا ہوں ۔ باپ میرا بہت سا مال و اسباب لے کر چین میں گیا تھا ۔ وہاں سے کچھ[1] مول لے کر خطا میں آیا اور اس کی فروخت سے بہت سا نفع اُٹھایا اور میرے تئیں بڑی دھوم سے بیاہ دیا ۔ کتنے روز جیا ، پھر شربت اجل پی کر مر گیا ۔ مال و اسباب ، زر و جواہر میرے ہاتھ لگا ۔ میں ایک مدت تک اس کو بیچ بیچ کر عیش و عشرت کرتا رہا ۔ جب وہ کم ہونے پر آیا ، تب میں خطا کا مال خرید کر کے شہر چین میں گیا اور خرید و فروخت کر کے پھر اپنے شہر کو روانہ ہوا ۔ جب تک میں آؤں ، وہ عورت بدذات جو باپ نے بیاہ دی تھی، پیچھے ایک غلام حبشی سے پھنس ہو گئی[2] تھی اور یہ میخ لوہے کی جادوگروں سے پڑھوا کر اپنے پاس رکھ چھوڑی تھی ۔ جب میں گھر میں آ پہنچا اور ایک دن غافل سو گیا ، اس نے فرصت پا کر یہ میخ میرے سر میں ٹھونک دی ۔ میں اُس کے لگتے ہی کتا ہو گیا ۔ اُس نے اُسی گھڑی دھتکار کر نکال دیا ۔ میں کان پھڑپھڑاتا ہوا بازار میں آیا ۔ وہاں کے کتے

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱۵) میں ''کچھ'' نہیں ہے ۔

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱۵) میں ''پھنس ہو گئی'' اور نسخۂ بمبئی (ص ۵۸) میں ''پھنسے تھی''

Marfat.com

اجنبی جان کر بھونکنے لگے اور کتنے ہی دوڑے ۔ اُن کی دھشت سے آج تیسرا دن ہے کہ میں شہر چھوڑ کر اس جنگل میں بھوکا پیاسا پڑا پھرتا تھا ۔ آگے کیا کہوں ، بارے آج خدا نے اپنے فضل و کرم سے تجھے اس مکان پر بھیجا جو تو نے کھانا کھلایا ، پانی پلایا ، آدمی بنایا ۔

حاتم اس بات کے سنتے ہی سر بہ زانو ہوا اور کہنے لگا کہ اے عزیز ! تیرا گھر کس شہر میں ہے ؟

اس نے کہا کہ اس جنگل سے تین روز کی راہ پر اور اس کو شہر سورت کہتے ہیں ۔

حاتم نے کہا کہ اس شہر میں تو حارث [۱] سوداگر بھی رھتا ہے اور اُس کی بیٹی تین سوال رکھتی ہے ۔ اُسی [۲] لڑکی نے مجھے اس بات کی خبر کو بھیجا ہے کہ ”نہ کیا وہ کام میں نے جو آج کی رات کام آتا میرے ۔“

اُس نے کہا کہ صاحب ! یہ بات سچ ہے اور میں بھی اُسی شہر کا رھنے والا ہوں ۔

پھر حاتم نے کہا کہ اے بندہ خدا ! تو اس میخ کو اپنے پاس رھنے دے ۔ اگر تیرا جی بدلا لینے کو چاہے گا تو فرصت پا کر اپنی جورو کے سر میں گاڑ دینا ، وہ کتیا ہوجائے گی ۔

اسی ڈھب کی باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں وھاں سے چل نکلے ۔

تین روز کے عرصے میں اُس شہر میں داخل ہوئے اور

---

۱ ۔ ”حارس“ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱۶) ”حارث“ نسخۂ مطبوعہ بمبئی (ص ۸۶)

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱۶) ” اُس لڑکی نے اس بات “

Marfat.com

وہ جوان حاتم کو اپنے ساتھ لے کر گھر آیا ، ڈیوڑھی میں بیٹھلا کر آپ اندر گیا ۔ لونڈیاں باندیاں پاؤں پر گر پڑیاں[1] اور بی بی اُس حبشی سے لپٹی ہوئی[2] سوتی تھی ۔ اس احوال[3] کو دیکھ کر اُس نے تلوار نیام سے لی اور اُس غلام کی گردن کاٹ ڈالی ۔ پھر وہ میخ بی بی کے[4] سر میں ٹھونکی وہ وہیں کتیا ہو گئی ۔

تب وہ اُسے رسی سے باندھ کر باہر نکل[5] آیا اور حاتم کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا اور ایک مسند عالی پر بٹھلا کر اُس کتیا کو دکھلا دیا اور کہا کہ یہ وہی عورت مکارہ ہے جس نے مجھے آدمی سے کتا کیا تھا اور یہ وہی حبشی غلام نمک حرام ہے جو اس کے سگوں میں داخل ہوا تھا ۔

اس واردات کو دیکھ کر حاتم متعجب ہوا اور کہنے لگا " اے عزیز ! تو نے اُس کو کیوں مار ڈالا ؟ "

وہ بولا " یہی اس کی سزا تھی جو اُس کے آگے آئی ۔ اس دہشت سے اب کوئی ایسا کام نہ کرے گا بلکہ اس خبر کو سن کر کرتا ہوا بھی باز رہے گا ۔ یہ حرکت میں نے واسطے عبرت کے کی ہے ۔"

یہ بات کہہ کر اس نے اس کو اپنے صحن خانے میں گاڑ دیا اور ہر ایک لونڈی غلام کو انعام دے کر سرفراز کیا اور تمام رات حاتم کو مہمان رکھ کر خوب سی ضیافتیں کھلائیں

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱٦) " گر پڑیں " اور نسخہ مطبوعہ بمبئی (ص ۸٦) " گر پڑیاں ۔"

۲ ۔ نسخہ مکتوبہ (ص ۱۱٦) میں " ہوئی " نہیں ۔

۳ ۔ نسخہ مکتوبہ (ص ۱۱٦) میں "احوال " نہیں ہے ۔

۴ ۔ نسخہ مکتوبہ (ص ۱۱٦) میں " بی بی کے ماری ۔"

۵ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱۷) میں " نکل " نہیں ۔

Marfat.com

اور تا صبح اپنے تئیں عیش و عشرت میں مشغول رکھا ۔

جب روز روشن ہوا ، تب حاتم اُس سے رخصت ہو کر کاروان سرائے میں آیا اور اُس سوداگر بچے سے ملاقات کر کے پوچھنے لگا کہ کیا کرتے ہو ؟ کہو خوش تو ہو ؟

اُس نے کہا ''بندہ پرور ! آپ کے جان و مال کو دعا کرتا ہوں ۔ اب ایک مدت سے وہ آواز نہیں آتی ۔ اس واسطے حارث کی لڑکی اُمیدوار ہے تیرے آنے کی ۔''

حاتم نے کہا کہ کچھ اندیشہ نہیں ، خدا کے فضل و کرم سے میں اس کی خبر لے آیا ہوں ۔

یہ کہہ کر وہ حارث کے دروازے پر گیا ، خبر داروں نے جا کر یہ خبر پہنچائی ۔ وہ دالان کے دروں پر پردے ڈالوا کر اندر ہو بیٹھی اور لوگوں سے کہنے لگی کہ اُس کو بلوا لو ۔ وے بلا لائے ۔

جب حاتم قریب پردے کے آیا ، تب [1] اُس نے [2] ایک کرسی پر بٹھلا کر سوال کا احوال پوچھا ۔ حاتم نے ابتدا سے لے کر تا انتہا جو جو دیکھا تھا اور جو جو سنا تھا، بہ خوبی بیان کیا ۔

اُس نے کہا '' اے جوان راست گو ! یہ سچ کہتا ہے تو کہ اب وہ آواز نہیں آتی۔ اب جلد جا اور شاہ مہرہ ماہ پری کا لا۔''

وونہیں حاتم اُس سے رخصت ہو کر اُس سوداگر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تو خاطر جمع رکھ ، اب میں شاہ مہرہ ماہ پری کا لینے جاتا ہوں ۔ یہ اگر تیسرا سوال اس کا پورا

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱۸) میں '' تب '' نہیں ہے ۔
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۱۸) میں '' اس کو ایک کرسی '' ہے ۔

Marfat.com

کرتا ہوں تو پھر تیری معشوقہ سے تجھے ملا دیتا ہوں۔

اتنی بات کہہ کر وہ اُس سے رخصت ہوا اور سر بہ صحرا ہوا۔ بعد چند روز کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر فکر کرنے لگا، اب بہتر یہی ہی کہ دیوؤں کے بادشاہ سے ملیے اور اُسی سے ماہ پری کا مکان پوچھیے، وہ مقرر وہاں کا پتا دے گا۔

یہ بات دل میں ٹھہرا کر اُسی غار میں اترا کہ جس میں پہلے گیا تھا۔

بعد تھوڑے دنوں کے پھر وہی جنگل خوش اسلوب نظر پڑا۔ وہ اُس کو طے کر کے اُس گؤں میں پہنچا جس میں پہلے گیا تھا۔ وہاں کے لوگ ہر ایک طرف سے نکل آئے اور حاتم کو پہچان کر بستی میں لے گئے۔ مسند پر بہ عزت تمام بٹھلایا اور اور مہمانی کی۔

حاصل یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے گؤں میں لےجا کر مہمانی کرتا تھا اور دوسرے گؤں میں پہنچا دیتا تھا۔

آخر فروقاش بادشاہ کے محل مبارک تک پہنچا۔ اُس نے استقبال کیا اور ایک مسند عالی پر بہ توقیر تمام بٹھلایا اور بہت سی شادی کی، مجلس عیش کی جمائی: پھر پوچھا کہ اب آپ کے آنے کا موجب کیا ہے؟

حاتم نے کہا کہ ماہ پری شاہ کے ہاتھ میں شاہ مہرہ ہے، اب یہ فدوی اُس کے لینے کو آیا ہے۔

اس نے کہا ''اے جوان! وہ مہرہ اُس کے ہاتھ سے لینے کی کس کو طاقت ہے۔ دیوؤں کی مجال تو نہیں نہ وہاں جاویں اور سلامت پھر آویں، تو بےچارہ غریب آدمی شہار و قطار میں۔''

حاتم نے کہا ''کچھ اندیشہ نہیں، جس نے مجھ کو یہاں تک

Marfat.com

پہنچایا ہے ، وہی وہاں پہنچاوے گا ، پر میں[1] تم سے ایک شخص بہ طور رہبری[2] کے چاہتا ہوں ، اس واسطے کہ کہیں راہ نہ بھول جاؤں ۔

فروقاش نے کہا ''اے شخص! اس بات سے باز آ، اچھا نہیں جو تو کرتا ہے ۔''

وہ بولا کہ یہ مجھ سے کب ہو سکتا ہے کیوں کہ عہد شکنی میرا کام نہیں ۔

اس جواب کو سن کر فروقاش دم بخود رہ گیا اور کچھ نہ بولا ۔

حاتم تین روز تک وہیں رہا ۔ چوتھے دن کہنے لگا کہ اب میں رہ[3] نہیں سکتا ، کہیں ایسا نہ ہو جو عاشق نیم جان میرا انتظار کھینچ کر مر جاوے اور اُس[4] کا خون میری گردن پر پڑے ۔ قطع نظر اس کے اگر میں یہاں عیش و عشرت میں رہوں تو خدا کو کیا جواب دوں ۔

تب فروقاش نے کئی دیو حاتم کے ساتھ کر دیے کہ تم اس کو ماہ پری بادشاہ کی سرحد میں پہنچا دو اور اُس کے آنے تک وہیں بیٹھے رہو ۔

حاتم ان کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے روانہ ہوا اور ایک مہینے کے عرصے میں ماہ پری بادشاہ کی سرحد میں جا پہنچا ۔ اُنھوں نے عرض کی کہ اس پہاڑ سے اس کا عمل شروع ہے ، اب ہماری طاقت نہیں جو آگے قدم بڑھاویں ، کیوں کہ جو اس کی

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۰) '' میں'' نہیں ہے ۔
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۰) '' رہبر '' ہے ۔
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۰) '' نہیں رہ سکتا ۔''

Marfat.com

قلم رو میں جاتا ہے وہ اس کو جیتا نہیں چھوڑتا ۔

غرض وہ وہیں رہے اور حاتم اُن سے رخصت ہو کر اس کے عمل میں داخل ہوا ۔

بعد چند روز کے ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کرتا ہوا دکھائی دیا اور درخت بھی اُس پر اچھے اچھے میوے دار پھلے پھولے بے شمار نظر آئے ۔

وہ اُس کی طرف چلا ۔ جب قریب گیا ، تب ہر ایک طرف سے پری زادوں نے آ کر گھیر لیا اور کہا کہ یہ آدمی ہے ، اس کو جیتا نہ چھوڑا چاہیے کیوں کہ یہ[1] پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کرتا ہے ۔

اتنے میں اور بھی پری زاد پہاڑ سے اُترے ۔ اس کا ھاتھ پکڑ کر لے گئے اور طوق و زنجیر کر کے پوچھنے لگے کہ تو کون ہے اور یہاں کس لیے آیا ہے ؟ اور وہ کون ہے جو تجھے یہاں لایا ہے ؟ سچ بتلا ۔

حاتم نے کہا ”مجھ کو یہاں خدا لایا ہے اور میں شہر سورت سے آیا ہوں ۔“ اس بات کے سنتے ھی اُنھوں نے کہا ” معلوم ہوا تو ماہ پری شاہ کا شاہ مہرہ لینے آیا ہے ، کیوں سچ ہے یا نہیں ؟“

تب وہ اپنے جی میں سوچنے لگا کہ اگر سچ کہتا ہوں تو یے جیتا نہ چھوڑیں گے اور اگر چھپاتا ہوں تو جھوٹا ٹھہرتا ہوں ، جس سے بہتر یہ ہے کہ چپکا ہو رہوں ۔ یہ سمجھ کر گونگا بن لیا ، جواب کچھ نہ دیا ۔

تب پری زادوں نے آپس میں مشورت کی کہ اس کو آگ میں ڈالا چاہیے ۔

۱ ۔ نسخہ مکتوبہ (ص ۱۲۱) میں ” یہ “ نہیں ۔

Marfat.com

پس اُنھوں نے ہزاروں من لکڑیاں جمع کر کے آگ بھڑکائی۔ جب اُس کی لو آسمان تک پہنچی، اُس کو اُٹھا کر اُس آگ میں ڈال دیا۔ حاتم تین روز تک اُسی آگ میں رہا۔

وے چلے گئے۔ بعد اُس کے جو نکلا تو ایک تار بھی اس کے جامے کا نہ جلا تھا۔ وہاں سے ایک طرف کو راہی ہوا۔

تھوڑی دور گیا ہوگا کہ پری زاد ہر طرف سے دوڑے اور پوچھنے لگے " اے جوان! تیری ہی صورت کا ایک شخص دو چار دن کا ذکر ہے کہ آیا تھا۔ اُس کو تو ہم نے آگ میں ڈال کر خاک سیاہ کر دیا۔ اب جو[۱] تو آیا ہے، کیا وہی ہے یا دوسرا اور پیدا ہوا؟ سچ کہہ۔"

حاتم نے کہا " اے احمقو! جو آتش کدے میں پڑے سو کیوں کر جیتا بچے؟"

پھر اُس کو اُنھوں نے ایک بھاری پتھر کے تلے تین روز تک داب رکھا۔ چوتھے روز اس کو اس سے نکال کر اس زور سے ٹانگ پھرا پھرا کر پھینکا کہ وہ، وہاں سے اٹھارہ کوس پر دریاے شور بہتا تھا، اُس میں جا پڑا اور ایک گھڑیال اس کو نگل گیا۔ وہ اُس صدمے سے عالم بے ہوشی میں تھا، کچھ نہ سمجھا کہ میں کہاں تھا اور کہاں آیا۔

جب ہوش ہوا، تب اپنے تئیں گھڑیال کے پیٹ میں دیکھ کر گھبرایا اور اس کے دل و جگر کو دوڑ دوڑ کر پاؤں سے[۲] کچلنے لگا۔ وہ اس کے ہضم نہ ہونے کے باعث سے عاجز ہو کر خشکی

۱۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۲) " تو جو۔"
۲۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۳) میں " پاؤں سے " نہیں۔

میں گیا اور قے کرنے لگا ۔ حاتم اس کے منہ سے نکل پڑا ۔

بعد اس کے بھوکا پیاسا کسی طرف کو چلا ۔ جب طاقت طاق ہو گئی ، چل کر ریتل میں گر پڑا اور ہر ایک سمت کو تکنے لگا ۔

اتنے میں ایک غول پری زادوں کا اٹھکھلیاں کرتا ہوا آ پہنچا اور ہر ایک اُسے دیکھ کر آپس میں کہنے لگا کہ یہ آدم زاد کون ہے اور یہاں کیوں کر آیا ہے ؟ تحقیقات کیا چاہیے ۔

ایک نے آ کر حاتم سے کہا " اے آدمی[۱] زاد ! تجھ کو یہاں کون لایا[۲] جلد بتلا ؟"

حاتم نے کہا " مجھ کو خدائے کریم الرحیم لایا ہے کہ جس نے مجھے اور تجھے پیدا کیا ، اور دوسرا دن ہے کہ مجھ کو گھڑیال کے پیٹ سے جیتا باہر نکالا ۔ اگر تم کو خدا نے توفیق دی ہو تو کچھ کھانے پینے کی خبر لو ۔"

اُنھوں نے کہا کہ تجھ کو ہم دانا پانی کیوں کر دیں ۔ حکم ہمارے بادشاہ کا یہ ہے کہ جس آدمی کو یہاں پاؤ ، وہیں ٹھکانے لگاؤ ۔ اگر تجھ کو نہ ماریں اور کھانے پینے کو دیں تو غضب سلطانی میں گرفتار ہوویں ۔

اتنے میں ایک نے اُنھیں[۳] میں سے کہا کہ اے یارو ! خدا سے ڈرو ۔ کہاں بادشاہ اور کہاں یہ گدا ۔ کچھ آپ سے یہ نہیں آیا ۔ واللہ اعلم گھڑیال کہاں سے اس کو لایا ہے[۴] ۔

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۳) " آدم زاد ۔"
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۳) " لایا ہے ۔"
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۴) " آن ۔"
۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۴) " ہو ۔"

Marfat.com

چند روز اس کی حیات کے باقی تھے جو اس کے پیٹ سے نکلا ، اور قوم انسان کی ہم سب سے اشرف کہلاتی ہے ، لازم ہے کہ اس کو گھر لے جاویں اور پرورش کریں ۔

انھوں نے کہا کہ اگر اس کو ہم رکھیں اور کھانا دیں ، مبادا بادشاہ پریوں کا سنے اور ہماری گردن مارے تو مفت میں جان جاتی رہے ۔

حاتم نے کہا ” اے عزیزو ! اگر میرے مارے جانے سے تمھارا بھلا ہو تو مت چوکو ، مار ہی ڈالو ۔“

اس جرأت کو دیکھ کر وے پھر آپس میں مشورت[1] کر کے کہنے لگے ”اے یارو ! یہاں سے سات روز کی راہ پر ہمارا بادشاہ رہتا ہے ۔ ایسا کون ہے جو اس کا احوال بادشاہ سے عرض کرے گا ؟“

اس بات کو سوچ کر وے سب کے سب متفق ہوئے اور حاتم کو اپنے گھر لے گئے ۔ میوے اور کھانے قسم قسم کے اس کے آگے رکھے ۔ حاتم نے سیر ہو کر کھایا اور پانی پیا اور خوشی سے بیٹھا ۔ پری زاد بھی اس کے گرد آ بیٹھے اور قیل و قال کرنے لگے اور اس کے حسن پر فریفتہ ہو گئے ۔

بعد کتنے دنوں کے ایک روز حاتم نے اکتا کر کہا کہ اے یارو ! اب مجھ کو رخصت کرو کہ جس کام کے واسطے آیا ہوں ، اس کی سعی کروں ۔

انھوں نے کہا کہ وہ کیا کام ہے اور تجھے یہاں کون لایا ہے ؟ ۔

حاتم نے کہا ”مجھ کو فروقاش بادشاہ کے دیو ماہ پری بادشاہ

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۴) ” مشورہ کرنے لگے ، اے یارو “

Marfat.com

کی سرحد میں لائے تھے۔ تمھارے بھائیوں نے تین مرتبہ مجھ کو آگ میں ڈالا، خدائے کریم نے بچا لیا۔ پھر انھوں نے دریا میں ڈال دیا، وھاں ایک گھڑیال نگل گیا۔ جب وہ ھضم نہ کر سکا، تب اُس نے بھی کنارے پر آ کے اُگل دیا؛ اتنے میں تم سے ملاقات ھوئی، تم اپنی مہربانی سے گھر لے آئے اور میری تم نے غور و پرداخت کی۔"

یہ سن کر انھوں نے کہا "اے جوان خوش رو! ایسا کون سا کام ہے کہ جس کے واسطے تو نے ایسی مصیبتیں اٹھائیں اور جفائیں سہیں؟"

حاتم نے کہا کہ میں ماہ پری بادشاہ سے کچھ کام رکھتا ھوں۔

اُنھوں نے کہا "اے نادان! تو ھمارے سامنے ماہ پری بادشاہ کا نام نہ لے کیوں کہ اس کے ھم نوکر ھیں۔ اس نے اپنی حد بھر اسی صورت سے شہر بہ شہر چوکیاں بٹھلائی ھیں اور یہ فرمایا ہے کہ میرے ملک میں کوئی آدم زاد اور دیو زاد آنے نہ پاوے۔ اگر ماہ پری شاہ سنے گا کہ آدم زاد یہاں آیا ہے تو ھم کو جیتا نہ چھوڑے گا اور تجھ کو مار ڈالے گا۔"

بیت

قدغن ہے کہ اس گھر میں کوئی آنے نہ پاوے
گر بے خبر آ جاوے تو پھر جانے نہ پاوے

حاتم نے کہا "اے یارو! اگر میری حیات باقی ہے تو کوئی نہیں مار سکتا اور جو تم اپنے واسطے ڈرتے ھو تو مجھے باندھ کر اس کے پاس لے چلو، خدا جو چاھے گا سو کرے گا۔"

اُنھوں نے کہا " ھم سے یہ بھی نہیں ھو سکتا کیوں کہ

Marfat.com

جس کی پرورش کی ہے اُس کو مارنے کے واسطے کیوں کر دیں ؟

حاتم نے کہا ''میرے مارے جانے پر تم کوئی سوچ نہ کرو کیوں کہ مجھ کو ماہ پری شاہ کے پاس جانا ہے ، خواہ وہ مارے ، خواہ چھوڑے ۔''

اس بات کو سن کر وے حیران ہوئے اور آپس میں مشورت کر کے کہنے لگے '' اب یہ بہتر ہے کہ اس کو یہیں رکھیے اور اس احوال کی ایک عرضی بادشاہ کو کریے ، حضور اعلیٰ سے جو ارشاد ہو ، سو کیجیے ۔''

اس بات پر وہ ہر ایک راضی ہوا ؛ تب ایک پری زاد کو عرضی دے کر رخصت کیا اور اُس میں یہ مضمون لکھا کہ جہاں‌پناہ! ایک آدمی دریائے قلزم کے کنارے سے ہاتھ آیا ہے ، سو اس کو بہ طور نظر بندوں کے اپنے گھرهی میں رکھا ہے ۔ اگر حکم ہو تو حضور اعلیٰ میں بھجوا دیں ۔

غرض وہ وہاں سے عرضی لے کر چلا اور ایک ہی ہفتے میں در دولت میں جا پہنچا :

غرض بیگیوں نے خبر پہنچائی کہ خداوند ! ایک پری زاد دریائے قلزم کے چوکی داروں میں سے آیا ہے ۔ وہاں کے حاکم کی عرضی بھی ہاتھ میں رکھتا ہے ۔ حکم ہوا کہ اُس کو حضور میں حاضر کرو ۔

وے اُس کو لے آئے ۔ وہ آداب بجا لایا اور عرضی حضور میں گزرانی ۔

ماہ پری شاہ نے پڑھ کر فرمایا کہ اُسے جلد حضور میں بہ احتیاط تمام حاضر کرو ۔

بعد کئی دن کے وہ دیو[1] جواب لے کر وھیں آ پہنچا اور اس[2] سے کہنے لگا کہ حکم حضور یوں ھے کہ اس کو جلد در دولت پر پہنچاؤ ۔

اس سخن کے سنتے ھی وے پری زاد اس کو اپنے ساتھ لے چلے اور یہ شہرہ ھر ایک سمت کو[3] پھیلا کہ ایک آدم زاد گرفتار ھو ماہ پری شاہ کے حضور میں جاتا ھے ۔

یہ سن کر منسا پری زاد کی بیٹی نے اپنی ھم جولیوں سے مشورت کی کہ بادشاہ کے ملک میں ایک آدمی خوب صورت و نہایت حسین پکڑا ھوا آتا ھے ۔ اسے دیکھا چاھے کہ وہ کیسی صورت رکھتا ھے ۔ ان سبھوں نے کہا کہ بہت بہتر ۔ اگر اس کو دیکھنا منظور ھے تو راہ ھی میں دیکھ لو کیوں کہ جب وہ حضور میں پہنچے گا تب اسے کوئی[4] نہ دیکھ سکے گا ۔

اس بات کو سن کر وہ اپنی ماں کے پاس آئی اور باغ کے جانے کا بہانہ کر کے رخصت ھوئی ۔ چنانچہ اس شہر کا یہ دستور تھا کہ جو کوئی باغ کی سیر کو جاتا سو چالیس روز تک وھیں رھتا ۔

غرض وہ بہر صورت وھاں سے روانہ ھوئی اور تھوڑی دور جا کر ھم جولیوں سے پوچھنے لگی کہ اس جوان کو کیوں کر دیکھیں ؟

---

۱ ۔ مترجم نے پری زاد کی جگہ لفظ ''دیو'' غلط استعمال کیا ہے ۔ وہ علاقہ پری زادوں کا ہے ۔ (فائق) ۔

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۷) میں ''ان'' درست ہے ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی (ص ۹۳) میں ''اس'' ہے ۔

۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۷) میں ''کو'' نہیں ۔

۴ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۸) ''کوئی بھی ۔''

Marfat.com

اُن میں سے ایک نے کہا کہ دریائے قلزم کے چوکی دار فلانے رستے سے لیے آتے ہیں۔ اگر وہیں چل کر دیکھو تو بہت بہتر ہے۔

اس بات کو سن کر وے سب کی سب اُسی سمت کو گئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ایک لشکر نہایت عالی شان پڑا[1] ہے۔ حسنا پری نے ایک پری کو کہا کہ تو جا کر اُن سے پوچھ کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اس بات کو تحقیق کر کے جلد پھر آ۔

غرض وہ گئی اور اُن سے پوچھنے لگی کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟

اُنھوں نے کہا کہ ہم دریائے قلزم کے نگہبان ہیں۔ ایک آدمی کو گرفتار کیے ہوئے حضوٗر عالی میں لے جاتے ہیں۔

اس نے کہا ''وہ کون سا آدمی ہے کہ جس کو تم لے چلے ہو؟ ایک ذرا ہم بھی اُسے دیکھیں۔''

اُنھوں نے اُسے حاتم کو دکھلا دیا اور کہا کہ وہ اجل گرفتہ یہی ہے۔

اس نے دیکھا کہ ایک شخص نوجوان مثل گُل خنداں اور حسن میں مانند ماہ تاباں ژولیدہ مو، نہایت خوب رو، بہ طور قیدیوں کے بیٹھا ہے اور آہیں سرد بھرتا ہے۔

وہاں سے پھر آئی اور حسنا پری سے اس کے حسن و جوانی کی تعریف کرنے لگی۔ حسنا پری اس خبر کو سن کر اس کے دیکھنے کی نہایت مشتاق ہوئی اور اپنی پریوں سے کہنے لگی کہ اے بوا!

۱۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۲۸) اور نسخۂ مطبوعہ بمبئی (ص ۹۴) میں ''پڑا'' ہے، شاید ''اترا'' ہو۔

Marfat.com

کیوں کر اُسے دیکھیے ؟

اُنھوں نے کہا کہ جب رات ہوگی تب سپاہ سو جائے گی ۔ اس وقت ہم جا کر اُس کو چوری سے اُڑا لائیں گے ، تمھیں دکھلا دیں گے ۔

اتنے میں آفتاب غروب ہوا اور رات ہو گئی ۔ پریاں اُس لشکر کی طرف چلیں ۔ کیا دیکھتی ہیں کہ وہ خواب غفلت میں ہے ۔ تب حاتم کے سر پر بے ہوشی کی دارو چھڑک کر حسنا پری کے باغ میں اُٹھا کر لے گئیں اور اُس سے عرض کی کہ ہم اس آدمی زاد کو سرکار کے باغ میں چھوڑ آئی ہیں ۔

وہ سنتے ہی باغ کی طرف متوجہ ہوئی ۔ آ کر کیا دیکھتی ہے کہ ایک جوان خوش جمال بے ہوش پڑا ہے ۔ دیکھتے ہی ہزار جان سے عاشق ہوئی اور اُس بے ہوش کو ہشیار کیا ۔

حاتم نے جو آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک عورت پری زاد جمیلہ سرھانے کھڑی ہے ۔ بے اختیار ہکا بکا ہو کر کہنے لگا کہ تو کون ہے اور مجھے یہاں کون لایا ہے ؟

اُس نے ناز سے منہ پھیر کر یہ شعر پڑھا :

شعر

یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں　　پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں

اور وہ اپنے دل میں حیران ہو ہو کر کہتا تھا کہ یہ پریاں عورتیں ہیں اور وہ[1] لشکر مردوں کا تھا اور میں اُن کی قید میں تھا ، اس باغ میں کیوں کر آیا ! آخر گھبرا کر بولا کہ تم سچ کہو کون ہو اور میں یہاں کس طرح سے آیا ؟

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۰) میں " وہ " نہیں ۔

Marfat.com

حسنا پری نے پھر کہا کہ اے جوان! یہ باغ منسا پری زاد نے بنوایا ہے اور میں حسنا پری اُس کی بیٹی ہوں۔ تیرے آنے کی خبر جو تمام شہر میں اُڑی ، مجھ کو تیرے دیکھنے کی نہایت آرزو ہوئی ، اس واسطے یہ پریاں تجھ کو وہاں سے اُڑا کر یہاں لے آئی ہیں۔

حاتم نے مسکرا کر کہا کہ میرے لانے کا سبب کیا ہے ؟ ناحق میرے کام میں خلل کیا۔

پری نے کہا ''وہ کون سا کام ہے ؟ مجھے آگاہ کر کہ جس کے واسطے تو ایسا گھبراتا ہے ؟''

اس نے کہا کہ میں ماہ پری شاہ کا مہرہ لینے آیا ہوں۔

وہ ہنسی اور کہنے لگی '' اے جوان! وہ مہرہ اس کے ہاتھ سے لینا ذرا کام رکھتا ہے اور نہایت مُشکل ہے کیوں کہ جہاں فرشتے کا بھی گزر نہ ہوا وہاں آدمی کی پہنچ کب ہو سکے؟ مگر تیری قسمت سے وہ ہاتھ لگے تو لگے بلکہ میں بھی تا مقدور سعی کروں گی۔ حاتم اس بات کو سن کر خوش ہوا۔ غرض وے دونوں عیش عشرت میں مشغول ہوئے۔

اتنے میں وہ لشکر خواب غفلت سے بیدار ہوا اور چوکی داروں نے اُس جگہ حاتم کو نہ پایا۔ حیران و سرگردان ہوئے پر معلوم کیا کہ اس کو [1] پری زاد عاشق ہو کر چرا لے گئی ہے۔ اگر بادشاہ سنے تو ہماری کھال کھینچے۔ بہتر یہ ہے کہ کسی گوشے میں چھپ رہیں اور چپکے چپکے تلاش کیا کریں ، شاید اس کا کہیں کھوج ملے تو بادشاہ کے پاس پکڑ کر لے جائیں۔

---

۱ - نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۱) میں ''کوئی پری زاد'' ہے۔ مطبوبہ بمبئی میں نہیں۔

Marfat.com

یہ کہہ کر وے سب کے سب بھاگے اور کسی جگہ چھپ رہے - جب رات ہوتی ، تب صبح تک ڈھونڈھتے ؛ دن بھر چھپ رہتے ، اسی طرح ایک مدت گزر گئی -

ایک دن ماہ پری شاہ نے کہا کہ ہنوز وہ آدم زاد نہیں آیا ، کیا باعث ہے ؟ وہاں ایک پری زاد جاوے اور جلد خبر لاوے -

غرض ایک پری زاد بہ موجب حکم حضور کے اُڑا اور پل مارتے ہی اُس لشکر کے سردار کے پاس جا پہنچا اور کہنے لگا : بادشاہ منتظر ہے ، وہ آدمی اب تک نہیں پہنچا - "

اُس نے کہا "مجھے ایک مدت ہوئی کہ میں نے اس کو اپنے[1] لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا ہے -"

یہ بات سن کر وہ پری زاد پھر آیا اور بادشاہ کی خدمت میں احوال جوں کا توں عرض کیا - وہ اس خبر کے سنتے ہی آگ ہو گیا اور ایک سردار کو بلا کر حکم کیا کہ تو اپنی فوج سمیت جا کر ان حرام زادوں کی تلاش کر - دیکھو[2] تو وے اُس کو کہاں لے گئے -

غرض وہ اپنے لشکر کو ساتھ لے کر گیا اور جستجو ان کی کرنے لگا ؛ اتنے میں ایک شخص اُس لشکر کا بھاگا ہوا اُن کے جاسوسوں کو نظر آیا - وے اس کو باندھے ہوئے حضور میں لے گئے -

بادشاہ نے اُس پر نہایت غصہ اور عتاب کیا اور کہا کہ سچ کہہ ، وہ آدمی کہاں ہے ؟

---

۱ - نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۲) میں " اپنے " نہیں ہے -
۲ - نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۲) " دیکھ "

Marfat.com

اُس نے کہا ''جی کی امان پاؤں تو اُس کا احوال عرض کروں ؟''

بادشاہ نے فرمایا '' کیا کہتا ہے ، جلد کہہ ، نہیں تو جیتا نہ چھوروں گا ۔''

وہ ہاتھ باندھ کر کہنے لگا ''خداوند! ہم سب کے سب اس کو فلانے مقام تک بہ احتیاط تمام لائے تھے ۔ اتفاقاً رات کو غافل سو گئے ، کوئی اس کو چرا کر لے گیا ۔ وہ آپ سے نہیں گیا کیوں کہ وہ آپ[۱] کمال اشتیاق ملازمت کا رکھتا تھا ۔ غلاموں کو اس بات کا بڑا اچنبھا ہے ۔ لیکن جو صبح کو ہم نے اُسے[۲] نہ دیکھا ، اس واسطے آپ کے خوف و غضب سے بھاگ کر جا بجا چھپ رہے ، پر راتوں کو ڈھونڈھا کرتے تھے ۔''

اس حقیقت کو سن کر بادشاہ نے اس کو قید کیا اور پانچ چھ ہزار پری زاد کو بلوا کر کہا کہ تم اس کو جہاں پاؤ وہاں سے لے آؤ ۔

غرض وے اس بات کے سنتے ہی ہر طرف اس کی تلاش کو گئے ۔

قضارا ایک پری زاد کا گزر منسا پری زاد کے باغ میں ہوا ۔ وہ ایک گوشے میں چھپ رہا ۔ اتنے میں حسنا پری حاتم کے گلے میں باہیں ڈالے ، اٹھکھیلیاں کرتی اُس کو نظر آئی ۔ جاسوس کونے سے نکلا اور آدمی کو پہچان کر کہنے لگا کہ اے نمک حرامو ! اس آدمی کو بادشاہ نے طلب کیا تھا اور ہم

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۳) میں '' آپ کی ملاقات کا کمال اشتیاق رکھتا تھا ''ہے ۔

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۳) میں '' اُس کو ''

Marfat.com

به حفاظت تمام لیے جاتے تھے - ہم کو غافل پا کر تم اسے اڑا لائے ہو - اگر اب بھی اپنی زندگی چاہتے ہو تو ہمارے حوالے کرو کہ اس کو بادشاہ کے پاس لے جاویں -

حسنا پری اس بات کے سنتے ہی آگ ہو گئی اور کہنے لگی " اے نامحرم جوانا مرگ ! تو میرے باغ میں کیوں آیا ہے اور کس واسطے زبان درازی کرتا ہے - کیا کوئی نہیں ہے کہ اس موئے ناشدنی کو مارے ؟"

یہ سنتے ہی سب پریاں اس پر دوڑیاں - وہ مارے ڈر کے اپنے شہر کی طرف بھاگا اور اپنا منہ کالا کر کے بارگاہ عالی میں فریادی ہوا -

بادشاہ نے اپنے لوگوں سے کہا " دیکھوتو اس پری زاد کو کس نے دکھ دیا ہے اور اسے آگے لاؤ -"

جب وہ قریب تخت کے پہنچا ، تب ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگا کہ خداوند ! میں حسنا پری منسا پری زاد کی بیٹی کے ظلم سے فریاد کرتا ہوں اور میں اسی گروہ میں سے ہوں جو اس آدمی زاد کو حضور عالی میں لاتا تھا - رات کے وقت وہ چرا کر اپنے باغ میں لے گئی - اب اس سے عیش مناتی ہے اور مزے اڑاتی ہے - اتفاقاً میں ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ایک دن جو اس کے باغ میں جا نکلا تو اسی آدمی زاد کو دیکھا ، ووں ہیں میں نے شور مچایا کہ اس آدمی کو بادشاہ نے طلب کیا تھا ، جلد میرے حوالے کرو کہ حضور میں پہنچاؤں - وہ شراب کے نشے میں چور ہو رہی تھی ، اپنی پریوں سے کہنے لگی کہ اس کو پکڑ کر خوب مارو - میں ہزار تگ و دو سے بھاگ نکلا اور سایۂ دولت میں آ پہنچا -

Marfat.com

بادشاہ اس بات کے[1] سنتے ہی آگ ہو گیا اور تیس ہزار پری زاد کو حکم کیا کہ منسا پری زاد کو اس کی جورو ، بیٹی اور اس آدمی سمیت باندھ کر حضور میں[2] حاضر کرو ۔

وے سب کے سب وہیں دوڑ پڑے اور اُس کی حویلی کو گھیر لیا ۔ وہ بے چارہ اس بات کی خبر نہ رکھتا تھا ، متفکر ہو کر حیران رہ گیا کہ اس اعتراضی کا سبب کیا ہے !

اُنھوں نے کہا کہ تیری بیٹی ایک بادشاہ کے قیدی کو اُڑا لائی ہے اور اُس کے ساتھ اپنے باغ میں عیش کرتی ہے ۔

اس واردات کو سن کر وہ ڈر گیا اور اُس باغ میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ واقعی حسنا پری اُس آدمی زاد کے ساتھ رنگ رلیاں کر رہی ہے ۔

یہ حال دیکھتے ہی بد حُواس ہو کر ایک دوہتر ماری اور کہا کہ اے علامہ ! کیا قہر کیا تو نے کہ ماں باپ کا نام ڈبویا ۔ بادشاہ کی فوج تیرے پکڑنے کو آئی ہے ، خبر دار ہو ۔

وہ اس بات کے سنتے ہی ڈری اور تھرتھرانے لگی ، چہرہ زرد ہو گیا ، آنسو بھر آئے ۔ اتنے میں فوج بادشاہی آ پہنچی اور اُن سبھوں کو گرفتار کر کے حضور عالی[3] میں لے گئی ۔

سردار فوج حضور میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ جہاں پناہ! منسا پری زاد نے ہرگز حضور کے آنے میں عذر نہ کیا بلکہ اپنی آل و اولاد سمیت ہاتھ باندھے بلا تامل چلا آیا ۔

بادشاہ نے کہا کہ منسا پری زاد کو حضور میں لے آؤ ۔

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۴) " کو "
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۵) " جلد "
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۵) " اعلیٰ "

اس نے آتے ہی عرض کی کہ بندے کو اس احوال کی مطلق خبر نہ تھی اور ہر طرح سے یہ فدوی فرمان بردار ہے۔ بادشاہ نے رحم کھا کر اس کا گناہ بخشا۔ جب اُن لوگوں نے حاتم کو بھی اس کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔

بادشاہ نے دیکھا کہ نہایت شکیل اور حسین ہے۔ مہربانی سے بلا کر اپنے پاس بٹھلایا اور کچھ باتیں کر کے پوچھا کہ جوان! تو آدم زاد ہو کر میرے شہر کیوں کر آیا اور کام[1] ایسا کیا رکھتا ہے کہ جس کے واسطے اتنا رنج اُٹھایا؟

حاتم نے کہا "جہاں پناہ! میں حضور کی قدم بوسی کے واسطے آیا ہوں، کیوں کہ فروقاش بادشاہ نے اوصاف حمیدہ خداوند کے یہاں تک بیان کیے کہ میری زبان قاصر ہے جو اُن کا اظہار کروں۔ غرض اشتیاق دیدار ہمایوں کا دل پر غالب آیا۔ ہر طرح سے میں نے اپنے تئیں حضور اقدس میں پہنچایا۔"

تب بادشاہ نے کہا کہ ہمارے عمل میں تجھے کون لایا؟

وہ بولا کہ فروقاش بادشاہ کے دیو مجھے لے آئے ہیں۔

پھر بادشاہ نے کہا "اے جوان! کچھ تجھے معلوم ہے کہ اس زمانے میں کوئی حکیم انسانوں میں دانا تر اور فن حکمت سے ماہر ہے؟"

حاتم نے کہا "خداوند کو حکیم سے کیا کام ہے؟ شاید[2] آپ کے ملک میں حکیم نہیں ملتا۔"

۱ - نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۶) "اور ایسا کیا کام رکھتا ہے۔"
۲ - نسخۂ مکتوبہ (۱۳۶) "مگر"

Marfat.com

بادشاہ نے کہا " ہماری قوم کے حکیم سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ، میں نے بہت علاج کر دیکھا ۔ ایک مدت سے میرے بیٹے کی آنکھیں دکھتی ہیں اور حسن میں بے نظیر ، مانند بدر منیر کے ہے اور سوائے اس کے میرے کوئی لڑکا بالا نہیں ۔ حیف ہے کہ وہ بھی اندھا ہوگیا اور کسی طرح درد سے بھی[1] فرصت نہیں پاتا ۔"

حاتم بولا " اگر شاہ زادہ اچھا ہو اور آنکھیں روشن ہوں ، درد جاتا رہے تو حضور عالی سے بہ طور انعام کے مجھے کیا ملے[2] ؟

بادشاہ نے کہا "جو تو مانگے گا وہی پاوے گا ۔"

حاتم نے کہا " اگر اس بات پر قول و قسم کرو تو میں شاہ زادے کی ایسی دوا کروں کہ آنکھیں اس کی جیسی تھیں ویسی ہی روشن ہو جائیں ، تو اس وقت منہ مانگا انعام پاؤں ۔"

بادشاہ نے کہا " میں نے قبول کیا ۔"

صبح کو اس نے وہ مہرہ پگڑی سے نکال کر آب دہن میں گھس کر اس کی آنکھوں میں لگا دیا ۔ شام کے ہوتے ہوتے سرخی جاتی رہی ، درد موقوف ہوا مگر بینائی[3] نہ ہوئی ۔ بادشاہ نے کہا "اے جوان ! ظاہرا آنکھیں اس کی آگے سے اچھی ہیں لیکن بصارت چنداں خوب نہیں ہوئی ۔ "

تب حاتم نے کہا " پردۂ ظلمات میں ایک درخت ہے ۔ اس کو نور ریز کہتے ہیں ۔ اگر دو تین قطرے اس کے پانی کے ہاتھ لگیں تو آنکھیں اس کی روشن ہو جائیں ۔"

اس بات کے سنتے ہی ماہ پری بادشاہ نے کہا "اے پری زادو !

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۶) " بھی " نہیں ۔
۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۷) " ملے گا ۔"
۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۳۷) " بینا نہ ہوئی ۔"

Marfat.com

سچ کہو تم میں سے ایسا کون ہے جو وہاں جاوے اور اُس درخت کا پانی لاوے ؟ "

اس سخن کے سنتے ہی وے سب کے سب کان پر ہاتھ دھر گئے اور سر جھکا کر عرض کرنے لگے کہ جہاں پناہ! اُس کی راہ نہایت پر خطر ہے اور بہت سے اُس میں دیو داؤ[1] بھوت پلید رہتے ہیں۔ وہاں ہم میں سے کوئی نہیں جا سکتا کیوں کہ وے کافر بڑے زبردست ہیں۔ ہم کو جیتا نہ چھوڑیں گے آگے جو حکم ہو سو کریں۔

اتنے میں حسنا پری اُٹھی اور ہاتھ باندھ کر عرض کرنے لگی کہ اگر خداوند میرا گناہ معاف کریں اور اس انسان کو مجھے بخشیں تو میں جاؤں اور اُس درخت کا پانی لاؤں ؟

بادشاہ نے کہا " تیرا گناہ تجھے بخشا اور وہ سرحد تیرے باپ کو دی اور اس آدمی کا بھی وہی مختار ہے۔"

حاتم بولا "اے حسنا پری ! اگر تو چاہے کہ تمام عمر مجھے اپنے پاس رکھے، سو تو نہ ہو سکے گا مگر اس بات کا اقرار کرے کہ جب تک میرا جی چاہے تب تک رہوں اور جب چاہوں تب چلا جاؤں تو مضایقہ نہیں۔"

حسنا پری نے کہا " اے جوان ! مجھ کو بھی تجھ سے کچھ اور کام نہیں ، پر اتنا ہے کہ چند روز تیری صحبت سے اپنی مجلس گرم رکھوں اور سیر ہو کر تیرے باغ حسن کی سیر کروں ، پھر تو مختار ہے ، جدھر چاہنا اُدھر جانا ، کوئی تیرا لاگو نہ ہوگا۔"

---

۱ ۔ نسخہ مکتوبہ (ص۱۳۸) "دیووان۔" نسخہ مطبوعہ بمبئی (ص۱۰۲) میں "دیو دانوں" ہے۔

Marfat.com

حاتم نے کہا کہ اس بات کو میں نے بہ دل و جان قبول کیا۔ اب جلدی کر۔

تب حسنا پری کتنی پریوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئی۔ چالیس دن کے بعد ظلمات میں جا پہنچی۔ کیا دیکھتی ہے کہ ایک درخت عظیم الشان ہے کہ اُس کی پھنک آسمان تک پہنچی ہے اور اُس سے قطرے پانی کے ٹپکتے ہیں۔

حسنا پری نے ایک شیشہ اُس کے نیچے رکھ دیا، کتنی ایک دیر میں پانی سے بھر گیا، تب یہ اس کا منہ باندھ کر وہاں سے لے اُڑی۔ اتنے میں خلقاش دیو کا چوکی دار جو ہزار دیوؤں سے اُس درخت کا نگہبان تھا، آ پہنچا۔ حسنا پری نہایت چست و چالاک تھی، بھاگی اور اس کے ہاتھ نہ لگی۔

چالیس روز کے عرصے میں حضور اقدس میں آ پہنچی اور آداب بجا لا کر عرض کرنے لگی ''خداوند! آپ کے اقبال سے یہ لونڈی اُس درخت کا پانی لے آئی اور اُس کے چوکی داروں کے بھی ہاتھ نہ لگی۔''

یہ کہہ کر شیشے کو بادشاہ کے آگے رکھ دیا کہ یہ چند قطرے پانی کے حاضر ہیں، اور راہ کے صدمے بھی ظاہر کیے۔ بادشاہ نے مہربانی سے حسنا پری کو گلے لگا لیا اور شیشہ پانی کا حاتم کے حوالے کیا۔

اُس نے فی الفور اُس مہرے کو رگڑ کر اس کی آنکھوں میں لگا دیا اور پٹی سے سات روز تک باندھ رکھا۔ آٹھویں دن جو پٹی اُس کی آنکھوں سے کھولی تو آنکھیں ایسی دیکھیں کہ جیسی ماں کے پیٹ سے لے نکلا تھا۔

جوں ہی شاہ زادے نے اپنے باپ کا دیدار دیکھا ، نہایت خوش وقت ہوا اور حاتم کے پاؤں پر گر پڑا ۔ اس نے اس کو گلے لگا کر خدا کا شکر کیا ۔

تب ماہ پری بادشاہ نے احسان مند ہو کر اتنا زر و جواہر اس کے آگے رکھا جس کا کچھ شمار نہیں کیا جاتا ۔ حاتم نے کہا ''اے بادشاہ ! غریبوں کے پشت پناہ ! اس قدر یہ زر و جواہر میں تنہا کیا کروں گا اور کہاں لے جاؤں گا ۔ ہاں اگر پری زادوں کے ہاتھ اس کو فروقاش بادشاہ کے پاس بھجوا دو تو یقین ہے کہ وہ میری سرحد میں بھجوا دے گا یا میرے ہی ساتھ کر دیجیو ۔''

تب بادشاہ نے اپنے پری زادوں کو کہا کہ جب یہ جوان اپنے شہر کی طرف راونہ ہو ، تم اس مال و اسباب کو اس کے ساتھ لے جائیو ۔ پھر حاتم نے عرض کی ''اے شہنشاہ گیتی پناہ ! یہ جو کچھ عنایت ہوا ہے ، سو آپ کا تفضلات ہے لیکن امیدوار اس بات کا ہوں جو دینے کہا تھا سو عنایت ہو ۔

بادشاہ نے کہا '' کیا مانگتا ہے مانگ ؟ ''

حاتم نے کہا کہ یہ مہرہ جو آپ کے ہاتھ میں ہے ، اگر میری آرزو پوری کرنی منظور ہے تو بخشیو ۔

اس بات کے سنتے ہی بادشاہ نے سر نیچے کر لیا اور کہا ''معلوم ہوا شاید یہ مہرہ حارث سوداگر کی بیٹی نے تجھ سے مانگا[1] ہے اور میں نے بھی تجھ سے اقرار کیا ہے ، لاچار ہوں ۔'' یہ کہہ کر شاہ مہرہ حاتم کو دیا اور کہا ''اے جوان ! جب تو یہ مہرہ اس کو دے گا ، میں اس[2] پاس رہنے نہ دوں گا ، کسی نہ

۱ - نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۴۱) ''منگوایا ۔''
۲ - نسخۂ مکتوبہ (ص ۱۴۱) ''اس کے ۔''

Marfat.com

کسی ڈھب سے منگوا لوں گا۔"

حاتم نے التماس کیا کہ جب عاشق کا مطلب حاصل ہوچکے، پھر آپ مختار ہیں۔

غرض حاتم نے اس کو لے کر اپنے بازو پر خوب مضبوط کر کے باندھا کہ جتنے گنج اور دفینے زمین میں گڑے ہوئے تھے نظر آنے لگے۔ تب اُس نے اپنے جی میں کہا کہ ہاں حارث سوداگر کی بیٹی نے اسی واسطے یہ مہرہ تجھ سے منگوایا ہے۔

القصہ بادشاہ سے رخصت ہوا۔ تب بادشاہ نے اپنے عیاروں نظر بازوں سے کہا کہ جس وقت حارث کی بیٹی کا بیاہ ہو چکے اس مہرے کو اُس کے ہاتھ سے کسی گھات سے لے آئیو۔

حاتم وہاں سے جسنا پری کے گھر آیا اور تھوڑے دن عیش و عشرت کر کے اُس سے رخصت ہوا۔ تب وے پری زاد زر و جواہر لے کر اُس کے ہمراہ ہوئے اور فروقاش کی سرحد تک پہنچا کر رخصت ہوئے اور وہ دیو جو حاتم کے ساتھ آئے تھے، دیکھتے ہی اس کو دوڑے اور شاد ہوئے۔ پھر اُس مال و متاع سمیت ایک تخت پر بیٹھلا کر چند روز میں فروقاش کے پاس لے گئے۔ وہ اُٹھ کر بغل گیر ہوا اور بہت سی تواضع کر کے آفرین کی۔

شب کی شب حاتم وہاں مہمان رہا، صبح کو رخصت ہو کر غار کی راہ سے سورت میں آ پہنچا۔ دیووں کو وہ زر و جواہر بخش کر رخصت کیا؛ پھر آپ حارث سوداگر کی بیٹی کے گھر آیا اور شاہ مہرہ اُس کے حوالے کیا۔ وہ اُس کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئی اور کہنے لگی "اے جوان! اب میں تیری ہوں، جو چاہے سو کر۔"

حاتم نے کہا ''اے ساقی ناز! میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ تیری شراب وصال پیوں مگر وہ جوان جو ایک مدت سے اس شراب کا پیاسا ہے ، اس کو پلاؤں گا ، تو بھی قبول کر ۔''

اُس نے کہا کہ میں تیرے بس میں ہوں ، تو مختار ہے ، جو کچھ کہے گا وہی بجا لاؤں گی ۔

ووں ہی حاتم نے اُس کے باپ کو بلوا کر اُس سوداگر بچے کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور یہ کہا کہ اسے اپنا فرزند سمجھو ۔ اُس نے اُسی وقت بیاہ کی تیاری کی اور اپنی بیٹی کو اس کے ساتھ بیاہ دیا ۔

بعد دس دن کے وہ مہرہ اس لڑکی کے ہاتھ سے غائب ہو گیا ، وہ رونے پیٹنے لگی ۔ تب حاتم نے اس کو دلاسا تسلی دے کر کہا ''میں نے تیرے شوہر کو اتنا زر و جواہر دیا ہے کہ وہ سات پشت تک وفا کرے گا ۔ اتنا کیوں بلبلاتی ہے ۔

غرض اس طرح کی کئی باتیں کر کے حاتم وہاں سے رخصت ہوا اور حسن بانو کے سوال کے جواب[1] کی فکر میں چلا ۔

بعد کئی دن کے منزلیں طے کرتا ہوا[2] اور آفتیں سخت اُٹھاتا کسی دریا کے کنارے جا پہنچا اور وہاں ایک محل عالی شان لائق بادشاہوں کے اس کے نظر پڑا اور اس کے دروازے پر خط جلی سے[3] لکھا دیکھا کہ ''نیکی کر اور دریا میں ڈال ۔'' یہ اس نوشتے کو پڑھ کر نہایت خوش ہوا اور سجدۂ شکر ادا کر کے کہنے لگا ''الحمدللہ! اب میں اپنی مراد کو پہنچا ۔''

---

۱ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص۱۴۳) ''سوال جواب ۔''

۲ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص۱۴۳) ''ہوا'' نہیں ۔

۳ ۔ نسخۂ مکتوبہ (ص۱۴۳) ''یہ لکھا ۔''

Marfat.com

قدرے آگے بڑھا تو بہت سے شخص بطور خواصوں کے اُس محل سے نکلے اور حاتم کو اندر لے گئے ۔

وہاں جا کر وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک سو برس کا بوڑھا مرد، نورانی صورت تخت پاکیزہ پر بیٹھا ہے ۔ حاتم کو دیکھتے ہی اٹھا اور گلے لگا کر اپنے تخت پر بٹھا لیا اور کھانے طرح بہ طرح کے منگوا کر کھلائے ۔

جب حاتم نے کھانے پینے سے فراغت پائی ، پوچھا کہ آپ نے اپنے در دولت پر یہ کیوں لکھ رکھا ہے ؟

اُس نے کہا کہ میں راہ زن تھا ۔ راتوں کو مسافروں کا مال لوٹتا تھا اور تمام دن مزدوری میں کاٹتا تھا ۔ آخر روز دو روٹیاں گھی سے چوپڑ کر ، شکر اُن پر ڈال دریا میں پھینک دیتا اور کہتا کہ یہ کام خدا کے واسطے کرتا ہوں ۔ ایک مدت یوں ہی گزر گئی کہ ایک دن بیمار ہوا اور قریب ہلاکت کے پہنچا ۔ آخر ایک دن میں ایسا بے ہوش ہوا، گویا جان اس حالت میں بدن سے نکل گئی ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص میرا ہاتھ پکڑ کر دوزخ کو دکھلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تیری جگہ یہی ہے ۔ غرض قریب تھا کہ مجھ کو دوزخ میں ڈال دیں ، دو فرشتے مرد صورت آگے آئے ، میرا بازو پکڑ کر کہنے لگے کہ اس کو ہم دوزخ میں نہ جانے دیں گے اور اس کی جگہ دوزخ نہیں ہے بلکہ یہ بہشت میں جائے گا ۔ چنانچہ وے مجھ کو بہشت کی طرف لے گئے ، کہ ایک بزرگ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اس کو کیوں لائے ہو ؟ ہنوز اس کی عمر کے دو سو برس باقی ہیں ۔ اس کا ہم نام ایک اور شخص ہے ، اس کو لے آؤ ۔ یہ بات سن کر پھر وہی دونوں جوان مجھ کو یہاں پہنچا گئے اور کہنے لگے

کہ ہم دونوں وہی دو روٹیاں ہیں جو خدا کے واسطے تو دریا میں ڈالتا تھا ۔ اتنے میں کچھ میں چتیا ۔ تب آٹھ کھڑا ہوا اور خدا کی درگاہ میں مناجات کرنے لگا کہ الٰہی تو غفورالرحیم ہے اور میں بندہ گنہگار ہوں ، بخش دے مجھ کو ، توبہ کرتا ہوں میں اور رزق مجھے ہر حال میں تو ہی خزانۂ غیب سے پہنچاوے گا ۔

جب صبح ہوئی تو موافق معمول کے دو روٹیاں ڈالنے گیا کہ یکا یک سو دینار پانی سے نکل پڑے ۔ میں نے ان کو اٹھا لیا اور شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ اگر کسی کا مال دریا میں گر پڑا ہو تو مجھ سے لے ۔ کسی نے اس بات کا جواب نہ دیا ۔

پھر بدستور سابق میں دریا پر گیا ، اسی طرح دینار نکل پڑے ، ان کو بھی لا کر رکھ چھوڑا ۔

اسی طرح سے دن گزرا اور رات ہوئی ، تو کیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کہتا ہے " اے بندۂ خدا ! وہ دو روٹیاں تیری شفیع ہوئی ہیں ۔ خدائے کریم نے حکم کیا ہے کہ سو دینار تیرے تئیں ہر روز ملا کریں ، تو ان میں سے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کر اور باقی سے اپنی اوقات کاٹ ۔

اتنے میں میری آنکھ کھل گئی ، سجدۂ شکر بجا لایا ۔ پھر یہ عمارت میں نے بنائی اور اس کے دروازے پر یہ کمد لکھ دیا ۔ اب بھی اسی طرح سے مجھے سو دینار پہنچتے ہیں ۔ میں مسافروں اور فقیروں کو دیتا ہوں اور کھانا کھلاتا ہوں اور یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہوں ۔ اب سو برس میری عمر کے باقی ہیں اور اس عمارت کو بنے سو برس ہوئے ہیں ۔ اے عزیز ! جب سے مجھ پر یقین ہوا کہ خدائے کریم نے گناہ بخشے ، اور اتنی عمر عطا کی اور رزق بے منت پہنچانے لگا ، تب سے میں خوش و خرم رہتا

Marfat.com

ہوں ، اور کسی طرح اندیشہ نہیں کرتا ، ایسی ہدایت سب کے نصیب کرے ۔

اس بات کو سن کر حاتم نے خدا کی درگاہ میں سجدۂ شکر ادا کیا اور تین روز اس کے پاس رہا ؛ چوتھے دن اس بزرگ سے رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف چلا ۔

بعد تھوڑے دنوں کے ایک جنگل میں جا پہنچا ۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک کالا سانپ کسی خوش رنگ سانپ سے ایک درخت کے نیچے لڑ رہا ہے اور قریب ہے کہ کالا اس کو مار ڈالے ۔ یہ اس حالت کو دیکھ کر دوڑا اور للکار کر کہنے لگا کہ اے موذی ! خبر دار کیا کرتا ہے ؟

اس آواز کو سن کر وہ ڈرا اور اس سے جدا ہو کر چلا گیا ۔ وہ غریب بھاگنے کی تاب نہ رکھتا تھا ، اسی درخت کے نیچے ٹھہر گیا اور ادھر ادھر بطور وحشت زدوں کے دیکھنے لگا ۔

حاتم نے کہا "اے سانپ ! تو اپنی خاطر جمع رکھ ۔ جب تک تو بحال نہ ہوگا تب تک میں یہیں رہوں گا اور کہیں نہ جاؤں گا ۔"

بارے ایک آدھ گھڑی کے بعد توانا ہوا اور اس درخت پر چڑھ کر آدمی کی صورت ہو کے حاتم کو جھک جھک کر سلام کرنے لگا ۔ اس حالت کو دیکھ کر حاتم متعجب ہوا اور خیال کرنے لگا کہ یہ کیا اسرار ہے ! اتنے میں اس سانپ نے کہا کہ اے عزیز ! تو تعجب مت کر، میں جن کی قوم سے ہوں اور اس شہر کا بادشاہ میرے باپ کا غلام ہے ۔ ایک مدت سے یہ ناحق میری جان کا دشمن ہوا ہے ، آج قابو پا کر مارا چاہتا تھا کہ حق تعالیٰ نے تجھ کو میری حفاظت کے واسطے بھیجا جو اس

موذی کے چنگل سے چھوٹا ۔

حاتم نے کہا ''خیر معلوم ہوا ۔ اب تو جہاں چاہے وہاں جا کیوں کہ میں بر سر کار ہوں ، زیادہ یہاں نہیں رہ سکتا ۔''

اس نے کہا ''اے جوان دستگیر بےکسان! غریب‌خانہ یہاں سے بہت نزدیک ہے ۔ اگر بندہ نوازی کرے اور تشریف لے چلے تو مہربانی ہے ۔ غرض حاتم اس کے ساتھ ہو کر چلا ۔ اتنے میں ایک لشکر عالی شان سامنے سے دکھلائی دیا ۔ حاتم نے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے ؟

وہ بولا ''اسی فقیر کا ۔''

پھر حاتم کو لیے ہوئے اپنے دولت خانے میں داخل ہوا اور ایک تخت مرصع پر بٹھلایا اور بہ آئین شایستہ ضیافت کی اور بہت سا زر و جواہر اس کے سامنے رکھا اور تمام رات ناچ راگ رنگ کی صحبت رکھی ۔

حاتم نے کہا '' زر و جواہر مجھے کچھ درکار نہیں ۔''

پھر صبح کو شاہ زادے نے اس غلام کی گردن ماری اور حاتم رخصت ہو کر شاہ آباد کی طرف روانہ ہوا ۔

غرض بعد اڑھائی برس اور پندرہ دن کے شاہ آباد میں داخل ہو کر کارواں سرائے میں اترا اور منیر شامی سے ملا ۔

یہ خبر کسی شخص نے حسن بانو کو پہنچائی ۔ اس نے وہیں اس کو بلوا لیا اور ایک مکان عالی شان میں پردہ ڈال کر آپ بیٹھی اور باہر اسے بٹھلا کر احوال پوچھا کہ اے جوان عالی ہمت ! بہت دنوں میں تو آیا ، کہہ کیا خبر لایا ؟

حاتم نے جو ماجرا دیکھا تھا اور اس پیر مرد کی زبانی سنا

Marfat.com

تھا ، بخوبی بیان کیا اور کہا کہ صاحب ! اس پیر مرد نے اسی واسطے یہ بات اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دی ہے ۔

حسن بانو اس سخن کو سن کر نہایت خوش ہوئی اور حاتم کی ہمت پر آفرین کر کے کہنے لگی ''اے جوان! تو ہی تھا جو یہ خبر لایا ، نہیں تو کس کا منہ تھا کہ یہ کام کر سکے۔''

بعد اس کے کتنے خوان میووں کے ، جہاں وہ اترا تھا ، وہاں بھیجوا دیے ۔ اس نے آ کر وہ کھانا منیر شامی کے ساتھ کھایا اور سجدۂ شکر ادا کیا اور کہنے لگا کہ اے منیر شامی ! تو نہ گھبرا، اب تھوڑے ہی دنوں میں خدا کے فضل سے میں تیری معشوقہ کو تجھ سے ملا دیتا ہوں ۔

اس کو اس طرح سے دلاسا دے کر آپ حسن بانو کے پاس گیا اور کہنے لگا ''اے حسن بانو ! اب کون سا سوال رکھتی ہے ؟ کہہ ، میں اس کی بھی جست جو میں کمر کوشش کی باندھوں ؟''

حسن بانو نے کہا کہ تیسرا سوال یہ ہے میرا کہ ایک شخص جنگل میں کھڑا کہتا ہے کہ ''کسی سے بدی نہ کر، اگر کرے گا وہی پاوے گا۔'' اس کی خبر لا ۔

Marfat.com

تیسرا سوال

حاتم کے جانے کا اور اس بات کی خبر لانے کا کہ کسی سے بدی نہ کر، اگر کرے گا تو وہی تیرے آگے آوے گی

غرض اس بات کے سنتے ہی حاتم وہاں سے روانہ ہوا اور خدا کو یاد کر ، سر بہ صحرا چل نکلا ۔

بعد ایک مہینے کے ایک پہاڑ ایسا دکھلائی دیا کہ جو آسمان سے باتیں کر رہا تھا ۔ جب اس کے نیچے گیا ، ایک آواز آہ و زاری کی سنی ۔ سر اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا تو کچھ نظر نہ آیا ۔ یہ اور اس کے نزدیک گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک درخت سایہ دار ، عظیم الشان کے تلے ایک سل سنگ مرمر کی دھری ہے اور اس پر ایک نوجوان خوش رو مہر لقا ، ژولیدہ مو دبلا پتلا ، بیماروں کی سی وضع اس کی ڈالی پکڑے ، آنکھیں بند کیے کھڑا ہے ۔ دم بدم نعرے مارتا ہے اور یہ مصرع پڑھتا ہے ۔

شتاب آ کہ نہیں تاب اب جدائی کی

حاتم اسے دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ کیا بھید ہے ؛ ٹک آگے بڑھ کر پوچھا کہ اے جوان ! اس حالت کو کیوں پہنچا ہے ؟ اپنا ماجرا بیان کر ۔

وہ آنکھیں بند کیے مراقبے میں تھا، جواب نہ دیا ۔ دوبارہ اس

Marfat.com

نے پھر اس کو پکارا ، وہ کچھ نہ بولا ۔ جب تیسری دفعہ یوں کہا کہ اے شخص ! معلوم ھوا تو بہرا ھے کہ میں نے تین مرتبے تجھے پکارا ، تو نے جواب نہ دیا ؟

یہ بات سنتے ھی اس نے آنکھیں کھول دیں اور کہا ”اے شخص ! تو کون ھے اور کہاں سے آیا ؟ مجھ سے کیا کام رکھتا ھے ؟“

اس نے کہا ”میں بندۂ خدا ھوں ، سیر کرتے کرتے یہاں بھی آ نکلا ھوں ۔ تو اپنا احوال بیان کر کہ ایسا ھکا بکا کیوں روتا ھے اور یہاں کس واسطے کھڑا ھے ؟“

اس نے کہا کہ اے مسافر ! تیری طرح سے بہت اشخاص اس راہ سے آئے اور میرے احوال سے واقف ھوئے پر کسی نے میرے درد کا علاج نہ کیا ، احوال کہنا کچھ حاصل نہیں ، تو اپنی راہ لے ، کیوں دکھ دیتا ھے مجھے اور کس واسطے بلا میں ڈالتا ھے ۔

حاتم نے کہا ”جب کہ احوال تو نے اکثر لوگوں سے کہا ، خدا کے واسطے مجھ سے بھی کہہ کہ دل میں میرے یہ آرزو نہ رہ جائے ۔“

اس نے کہا کہ تو ایک دم میرے پاس بیٹھ جا، میں ھوش میں آؤں اور اپنا ماجرا بہ خوبی کہہ سناؤں ۔

وہ اس درخت کے تلے بیٹھ گیا۔ جوان کہنے لگا ”اے درد مند! میں ستم رسیدہ سوداگر ھوں ۔ قافلہ میرا روم کو جاتا تھا اور میں اس کے ساتھ یہاں تک آ پہنچا ۔ صبح کو اس سے جدا ھو کر اس پہاڑ پر آیا اور قضائے حاجت سے فارغ ھو کر اس درخت کے تلے آ پہنچا ۔ یہاں ایک پری زاد حسین مہ جبین کو دیکھ کر فریفتہ ھوا بلکہ اپنے ھوش و حواس سے ایسا جاتا رھا کہ گر پڑا ۔ وہ میرے

سر کو اپنے زانو پر رکھ کر گلاب چھڑکنے لگی۔ جب میں ہوش میں آیا، اپنے سر کو اس کے زانو پر دیکھ کر خوش ہوا اور ہزار جان سے عاشق ہو گیا۔ جوں توں اٹھ کھڑا ہوا اور پوچھا میں نے "اے نازنین جان بخش! تو کون ہے اور اس جنگل ویران میں کیا کرتی ہے؟"

اس نے کہا کہ میں پری زاد ہوں اور یہ پہاڑ و قلعہ میرا مکان ہے؛ تجھ سا آدمی چاہتی تھی، سو آج خدا نے ملا دیا۔

یہ دلبری اور دل داری کی باتیں سن کر میں ایسا دیوانہ ہو گیا کہ اپنے مال و متاع اور قافلے کی کچھ مجھ کو سرت نہ رہی۔

اسی طرح سے وہ نازنین چند روز الفت کرتی رہی؛ ندان میرے طائر روح کو اس نے اپنی زلف مشکیں کے دام میں گرفتار کیا۔ غرض تین مہینے تک رات دن میں اس کے ہم صحبت رہا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا "اے پری! اس جنگل میں رہنے سے کیا فائدہ؟ شہر میں چلیں اور آرام سے گزران کریں۔"

اس نے کہا کہ اگر تیرا دل یوں ہی چاہتا ہے تو بہتر، میرا گھر یہاں سے بہت نزدیک ہے۔ میں اپنے لوگوں سے ملاقات کر کے رخصت ہو آؤں لیکن خبردار تو میرے آنے تک یہاں سے کہیں نہ جانا۔

میں نے کہا "اچھا! جیا جی چاہے، پر سچ کہہ کب آئے گی؟"

اس نے کہا "سات دن کے بعد، پر تو اگر کہیں جائے گا تو نہایت پشیمان ہوگا۔" اسی حالت سے سات برس ہوئے کہ وہ عہد شکن غارت گر دین و ایمان نہیں آئی اور میں اس کے وعدے پر

Marfat.com

کہیں جا بھی نہیں سکتا ، مبادا آ جائے اور یہاں مجھ کو نہ پائے تو خدا جانے کہ میرے حق میں کیا کر بیٹھے اور اتنی طاقت نہیں کہ کہیں جا کر اس کی تلاش کروں ۔ قوت میرا درختوں کے پتے ہیں اور پانی اسی چشمے کا ۔ کیا کروں زمین سخت ہے اور آسمان دور ، نہ رہنے کو ٹھاؤں ، نہ چلنے کو پاؤں ۔ حسب حال میرے یہ شعر ہے :

شعر

جدائی تری کس کو منظور ہے　　زمیں سخت اور آسماں دور ہے

یہ احوال سن کر حاتم بہت کڑھا اور آب دیدہ ہو کر کہنے لگا " اے عاشق زار ! اگر اس نے تجھے اپنے مکان کا نشان دیا ہے اور نام بتلایا ہے تو مجھ سے بیان کر ۔" اس نے کہا " اتنا تو جانتا ہوں کہ اس کے قبایل کوہ القا پر رہتے ہیں پر یہ نہیں معلوم کہ وہ کہاں گئی اور اب کہاں ہے ۔"

حاتم نے کہا " اے جوان ! وہ تجھ سے رخصت ہوئی تو کس طرف گئی ؟"

اس نے کہا کہ دس بیس قدم میرے سامنے داھنی طرف چلی تھی ، پھر نہیں معلوم کہ کس طرف غائب ہو گئی ۔

حاتم نے کہا " اگر تم اس کا عشق رکھتے ہو تو ہمارے ساتھ ہو کر کوہ القا کو چلو ، خدا کے فضل سے اسے ڈھونڈھ نکالیں گے ۔"

جوان نے کہا " اگر معشوقہ یہاں آوے اور مجھے نہ پاوے تو پھر نہ یہ جگہ ھی پاؤں گا اور نہ وھی ھاتھ آوے گی ۔ اگر ملاقات ہوتی ہے تو یہیں ہو رہے گی ، نہیں تو اس کے انتظار میں اسی مکان میں مر جاؤں گا ۔"

Marfat.com

حاتم اس کلام درد آمیز کو سن کر آنسو بھر لایا اور کہنے لگا " اے عزیز! اگر اس کا نام جانتا ہے تو بتلا دے ؟ "

اس نے کہا " الگن پری کہتے ہیں اس کو ۔"

حاتم بولا " اے جوان ! خاطر جمع رکھ کہ میں کوہ القا پر جاتا ہوں اور تیری معشوقہ کو ڈھونڈھ کر تجھ تک پہنچا دیتا ہوں یا تجھی کو وہاں لے جاتا ہوں ۔ لے اب میں اس کا مکان تحقیق کر کے تیرے پاس انہیں پاؤں پھر آتا ہوں ۔ "

وہ بولا " اب تک میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ اپنا کام چھوڑے اور دوسرے کے کام پر کمر باندھے ، کیوں باتیں بناتا ہے ، جا اپنے کام لگ ۔ "

حاتم نے کہا " اے عزیز ! میں سر ہتیلی پر دھرے پھرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں کسی کام آوے اور جس کو درکار ہو سو لے ۔

شعر

جی تلک اپنا میں گنواؤں گا کام اس کا بجا ہی لاؤں گا
میرے کہنے کو راست جانو اور جھوٹ نہ سمجھو ۔"

غرض اس ڈھب کی دو چار باتیں کر کے اس سے رخصت ہوا اور جس طرف وہ گئی تھی اس طرف کو چل نکلا ۔

تھوڑے دنوں میں اس پہاڑ کے عرصے کو طے کر کے اور ایک پہاڑ تک جا پہنچا اور اس پہاڑ پر چڑھ گیا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ بہت سے درخت میوہ دار لہلہا رہے ہیں اور کتنے پھولوں سے لدے ہیں اور جھوم رہے ہیں اور اس سے آگے ایک جگہ پاکیزہ ستھری صاف نظر آتی ہے ۔ وہاں چار درخت بڑے اور گھنے لگے ہوئے ہیں اور ٹھنڈی ہوا چلتی ہے ۔ حاتم بہ خواہش تمام اس

مکان میں گیا ۔ جاتے ہی بے اختیار اس کی آنکھ لگ گئی ، سو رہا ۔

شام کے وقت چار پری زادیں آئیں اور مسند بچھا کر بیٹھیں اور اُس کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگیں کہ یہ کون ہے اور کیوں کر آیا ہے ؟ اُس سے پوچھا چاہیے ۔ مشورت کر کے اس کے پاس آئیں اور جگا کر کہنے لگیں " اے آدم زاد ! تو یہاں کس ڈھب سے آیا اور کس واسطے یہ ارادہ کیا ؟"

حاتم اُن کی آواز سن کر چونک پڑا اور اُٹھ کر ادھر اُدھر لگا دیکھنے تو کیا دیکھتا ہے کہ چار پری زادیں جواھر میں لدی ہوئی سرھانے بیٹھی ھیں اور یہی باتیں کر رھیں ۔ اُٹھ کھڑا ھوا اور کہنے لگا کہ یہاں مجھ کو میرا خدا لایا ھے ؟ میں کوہ القا کی سیر کرنے اور الگن پری کے دیکھنے کو جاتا ھوں ۔ سبب اس کا یہ ھے کہ وہ ایک آدمی سے سات روز کا وعدہ کر کے وھاں گئی ھے اور سات برس گزر گئے کہ بے چارہ ایک درخت کے تلے اس کی یاد میں بے قراری سے تڑپ رھا ھے ، اور اس کی جان لبوں پر آ رھی ھے ۔ میں اس واسطے جاتا ھوں کہ اس کو سمجھاؤں کہ وعدہ کرنا اور اس کا وفا نہ کرنا یہ شیوہ اچھوں کا نہیں ھے ۔

اس بات کو سن کر وہ مسکرائیں اور کہنے لگیں کہ الگن پری القا کے پہاڑ کی شہزادی ھے ۔ اس کو ایسی کیا غرض تھی کہ وہ کسی آدمی سے ملنے کا اقرار کرتی ؟ معلوم ھوا تو سودائی ھے جو اس پہاڑ کے دیکھنے کا اور اس سے ملنے کا قصد رکھتا ھے ۔ قطع نظر اس کے اگر تو وھاں جائے گا تو کب جیتا بچے گا ۔

حاتم نے کہا " خیر جو ھونی ھو سو ھو ۔ میں وھاں بے گئے نہیں رھتا ۔"

اُنھوں نے کہا " اگر صحبت ھماری قبول کرے اور آج

Marfat.com

کا رهنا یہاں غنیمت جانے تو کل هم تجھے القا کے پہاڑ کی راہ دکھلا دیں گے ۔"

اس نے کہا "بہت اچھا ، کسی طرح سے یہ کام هو ۔"

غرض وہ اُن کے یہاں مہمان رہا، اور اُس رات کو عیش عشرت میں بسر کیا ۔

صبح هوتے هی کوہ القا کا رستہ لیا ۔ وے اس کے ساتھ هوئیں اور سات روز تک دن اور رات چلی گئیں ۔ آٹھویں دن کسی منزل پر پہنچ کر کہنے لگیں کہ اب اس کے آگے هم نہیں جا سکتے کیوں کہ یہاں سے آگے هماری سرحد نہیں ۔ چاهیے کہ سیدھا چلا جائے ۔ یقین هے کہ تھوڑے هی دنوں میں کوہ القا تک پہنچ جائے گا ۔

حاتم اُن سے رخصت هوا اور آگے چلا ۔

بعد ایک مہینے کے وهاں جا پہنچا جہاں ایک دوراها تھا ۔ رات کی رات وهیں رها ۔ دو چار گھڑی رات گزرے ایک بستی کی طرف سے گریہ و زاری کی آواز اس کے کان میں پہنچی ، وہ چونک کر اُٹھ بیٹھا ۔ دھیان اُس پر لگایا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم ! تو خدا کی راہ پر کمر باندھے اور اس گریہ و زاری کی آواز سن کر تغافل کرے ؟ پس خدا کو کیا جواب دے گا اور تیرا نام دنیا میں کیا خاک رهے گا ؟ جس سے بہتر یہ هے کہ اپنی راحت چھوڑ اور اس مصیبت زدہ کی خبر لے ۔ اگر تیرے هاتھ سے کسی کا کام اور مطلب بر آوے تو باغ جہاں سے بھی بھلائی کا پھل پاوے ۔

یہ دھیان کر کے اُٹھا اور تمام رات ادھر اُدھر ڈھونڈھتا پھرا ۔ صبح هوتے هی جس طرف سے وہ آواز آتی تھی، اُدھر روانہ

Marfat.com

ہوا اور جا پہنچا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک جوان خوش رو سرو پا برہنہ بے اختیار رو رہا ہے ۔

حاتم نے کہا ''اے بندہ خدا! تو ایسا پھوٹ پھوٹ کر کیوں روتا ہے اور آہیں درد آمیز بھرتا ہے ؟ تجھے ایسا کون کٹر تھا کہ جس نے ستایا اور اس بیابان میں ڈال دیا ؟ لازم ہے کہ تو مجھ کو اپنے احوال سے آگاہ کرے ۔''

جوان اس کی تسلی سے اور بھی ڈاڑھیں مار کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ میں مرد سپاہی ہوں ، روزگار کے واسطے اپنے شہر سے نکلا تھا ۔ راہ بھول کر اس ملک میں آ پہنچا اور اس بستی والوں سے پوچھنے لگا کہ اس بستی کے حاکم کا نام کیا ہے ۔ کسی نے کہہ دیا کہ اس شہر کا والی مسخر جادو کہلاتا ہے ۔ اس سخن کے سنتے ہی میں ڈرا اور وہاں سے بھاگ کر ایک جنگل کی طرف راہی ہوا ۔ اتفاقاً راہ میں ایک باغ نہایت دل چسپ و روح افزا دکھائی دیا ۔ میرے دل کو اس کے سیر کی یہاں تک رغبت ہوئی کہ میں اس کے قریب آ کر گھوڑے سے اتر پڑا اور اندر آیا ۔ دو چار ہی قدم اس کے اندر گیا ہوں گا ، اتنے میں ایک غول کا غول پریوں کا لباس زری سے جھم جھماتا ہوا نظر پڑا ۔ میں نے اپنی عقل سے معلوم کیا کہ شاید یہاں کسی امیر کا زنانہ سیر کرنے کو آیا ہے ، یہ مناسب نہیں کہ کسی کے ناموس کو نظر بد سے دیکھیے ۔ یہ خیال کر کے وہاں سے پھرا کہ ان عورتوں نے دوڑ کر اپنی بی بی سے خبر کی ۔ وہ مسخر جادو کی بیٹی تھی ؛ اس بات کو سن کر مسند سے اٹھی ۔ مجھ کو ایک مکان آراستہ میں بلوا کر لے گئی اور اپنے پاس بٹھلایا اور گرم جوشی کرنے لگی ۔ اتنے میں اس کا باپ اس باغ میں داخل ہوا ۔ پہلے تو میرے گھوڑے کو دیکھ کر لوگوں سے پوچھنے لگا کہ یہ گھوڑا کس

Marfat.com

کا ہے ؟ کسی نے مارے ڈر کہ جواب نہ دیا ۔ آگے بڑھا ، پھر مجھے اس شمع بزم حسن کے پاس پروانہ وار دیکھ کر آتش غیرت سے جل گیا ۔ نزدیک آ کر چاہتا تھا کہ گردن اس کی پکڑ کے زمین پر دے پٹکے۔ وہ لڑکی ڈری اور چلائی کہ میں بے گناہ ہوں ۔ خدا کے واسطے پہلے تقصیر ثابت کر لو ، پھر جو چاہو سو کیجو ۔ اس بات کو سن کر وہ ٹھہر گیا ، اتنے میں دائی نے آ کر کہا کہ اے خدا وند! شہزادی نام خدا جوان ہوئی ہے اور اس شہر میں آپ کی دامادی کے لائق کوئی نظر نہیں آتا ۔ یہ مسافر نہایت لیاقت دار کسی بڑے آدمی کا بیٹا معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اس نے مارے حیا کے شہ زادی سے اب تک بات بھی نہیں کی ۔ بہتر یہی ہے کہ اسی کے ساتھ شہ زادی کو بیاہ دو ۔ اگر ان دونوں بے گناہوں کو مارو گے تو خلق میں رسوائی ہوگی اور خون ان کا تا بہ قیامت تمہاری گردن پر رہے گا ، خدا کو کیا جواب دو گے ۔ تب اس نے اپنی لڑکی سے پوچھا کہ تیری کیا مرضی ہے ۔ اس نے کہا کہ آج تک میں نے کسی نا محرم کو نہیں دیکھا ، اور پہلے پہل یہی نظر پڑا ہے ؛ اس واسطے میں نے اس کو قبول کیا ۔ اُس نے کہا بہت بہتر مبارک ہو تجھے ، لیکن یہ میرے تین قول پورے کرے ۔ اس بات کو سن کر میں بولا کہ جو کچھ آپ فرماؤگے میں بجا لاؤں گا ۔ اس نے کہا کہ پہلے تو ایک جوڑا پری رو جانور کا لا ، پھر سرخ سانپ کا مہرہ ، تیسرے اپنے تئیں کھولتے گھی کے کڑاہ میں ڈال اور اپنے تئیں سلامت نکل ، اس وقت میں اپنی بیٹی تجھے دوں گا ۔ یہ سوال اس کے سن کر میں گھبرایا اور اسی بہانے سے اس بیابان وحشت اثر میں پڑا ۔ اب مارے بھوک اور پیاس کے اتنی طاقت نہیں جو اپنے وطن کو جاؤں ؛ نہ یہ قدرت ہے کہ اُس کے جواب دے کر اپنی معشوقہ سے

Marfat.com

ماوں ۔ دو برس سے مانند بگھولے کے چاروں طرف خاک اُڑاتا پھرتا ہوں ۔''

حاتم نے کہا ''اے جوان میں برائے خدا یہ شرطیں پوری کر کے تیری معشوقہ کو تجھ سے ملاؤں گا ، یہ بات میری یاد رکھ ۔ اور حق تعالیٰ نے اسی واسطے مجھے پیدا کیا ہے کہ ہر ایک کے برے وقت میں کام آؤں ۔ پھر سوچا کہ گیدڑ میرے زخم کے واسطے پری رو جانور کا مغز دشت ماژندران سے لایا تھا ۔ اب مجھ کو بھی ضرور ہوا کہ اسی جنگل میں جاؤں ۔ یہ سمجھ کر اس سے رخصت ہوا اور منزل مقصود کو چل نکلا ۔

تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک قلعے کی خندق کے گرد بہت سی لکڑیاں جمع کر کے ایک خلقت آگ لگانے کی فکر کر رہی ہے ۔ یہ ماجرا دیکھ کر وہ متفکر ہو کے کہنے لگا '' یہاں آگ لگانے کا سبب کیا ہے ؟ کسی نے کہہ دیا کہ ایک جانور بہت آفت روز گار کسی طرف سے آتا ہے اور تین چار آدمی کھا جاتا ہے ۔ اگر یہی حالت رہی تو تمام شہر ویران ہو جائے گا ۔'' اس بات کو سن کر وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ اس بلا کو کسی طرح ان غریبوں کے سر سے ٹالا چاہیے ۔ یہ سوچ کر کاروان سرائے میں آیا اور اس کے پاس میدان میں بڑا سا گڑھا کھدوایا اور بہت سی سوکھی لکڑیوں سے پٹوا کر اس میں جا بیٹھا ۔

جب پہر رات گئی تب وہ جانور آتے وقت نظر آیا کہ ایک پہاڑ سا چلا آتا ہے ۔ جب نزدیک آیا ، حاتم نے پہچانا کہ اس جانور کا نام سمن ہے ۔ آٹھ پاؤں اور سات سر رکھتا ہے ؛ ایک سر ہاتھی کا سا ہے اور چھ سر شیر کے سے ، چناں چہ جو سر کہ ہاتھی کی شکل ہے ، اس میں نو آنکھیں ہیں ؟ اگر بیچ کی آنکھ اس کی کسی

Marfat.com

ضرب سے پھوٹ جائے تو یقین ہے کہ یہاں سے بھاگے ، اور پھر کبھی اس طرف کو رخ نہ کرے۔ اتنے میں وہ منہ پھیلائے شہر کی طرف آ پہنچا۔ لوگوں نے دیکھتے ہی قلعے کے گرد آگ بھڑکا دی۔ شعلہ اس کا ایسا بلند ہوا کہ قلعہ نظر آنے سے رہ گیا۔ وہ ادھر آدھر پھرنے لگا اور ایک آواز اس ہاتھی کے سر سے ایسی نکلی کہ تمام خلقت وہاں کی تھرتھرا گئی اور ساری زمین تھلک اٹھی۔ یکایک وہ اجل گرفتہ حاتم کے پاس جا پہنچا کہ اس نے تاک کر ایک تیر ایسا مارا کہ بیچ کی آنکھ میں ترازو ہوگیا۔ وہ نیم بسمل کی طرح خاک پر تڑپنے لگا اور ایسے نعرے مارے کہ تمام جنگل تھرتھرا اٹھا۔ ندان اٹھ کر ایسا بھاگا کہ پیچھے پھر کر نہ دیکھا۔

حاتم اس غار سے نکلا اور باقی رات وہیں کاٹی۔ صبح کو رہنے والے اس بستی کے آ کر اس سے پوچھنے لگے ''اے عزیز! تو اس کو دیکھ کر کیوں کر جیتا رہا؟'' اس نے کہا کہ میرے سر پر سایہ خدا کا تھا ، اس نے بچا لیا اور اس بلا کا نام سمن تھا۔ خدا کے فضل سے میں نے اسے مارا اور تمھارے سر سے دفع کیا۔ انھوں نے کہا ''یہ بات ہم کیوں کر باور کریں۔''

حاتم بولا کہ آج کی رات تم سب کے سب قلعے کی چھت پر بیٹھ کے جاگو۔ اگر وہ آج کی رات آوے تو مجھ کو جھوٹا جانیو اور نہیں تو سچا۔ انھوں نے اس کے کہنے کے بموجب کیا۔ وہ جانور صبح تک نہ آیا ، تب وے سب کے سب آ کر حاتم کے پاؤں پر گر پڑے ، لاکھوں روپے اور سیکڑوں خوان جواہر کے اس کے آگے دھرے۔ اس نے کہا کہ میں تن تنہا مسافر غریب اس زر و جواہر کو لے کر کیا کروں گا ، بہتر یہی ہے کہ اس کو فقیروں ، محتاجوں کو بخشو ، خدا کے نزدیک سرخ رو رہو اور

Marfat.com

دنیا میں نیک نام کہلاؤ ۔

یہ کہہ کر وہاں سے بھی رخصت ہوا اور کسی طرف کو چلا ۔ اتفاقاً ایک دن راہ میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک سانپ نیولے سے لڑ رہا ہے ۔ قریب ہے کہ کوئی نہ کوئی اُن میں سے مارا جاوے ۔ حاتم بولا اور للکار کر دوڑا کہ اے جوانو! تم دونوں میں ایسی کیا دشمنی ہے جو ایسے لڑ رہے ہو اور اپنی جانیں کھوتے ہو ۔

سانپ نے کہا کہ اس نے میرے باپ کو مارا ہے، میں اسے ماروں گا ۔

نیولا بولا کہ وہ میری خوراک تھا ، میں نے کھایا اور اس کو بھی کھاؤں گا ۔

حاتم نے کہا ''اے نیولے! اگر تجھ کو گوشت ہی کھانا منظور ہے تو مجھے کچھ اپنے بدن کا دوں ، اور اس سانپ سے کہا کہ اگر تو اپنے باپ کا عوض چاہتا ہے تو مجھے مار کہ میں خدا کی راہ میں ایک مدت سے سر دے چکا ہوں ۔'' یہ بات سن کر وے دونوں آپس میں لڑائی سے باز رہے ۔

پھر نیولے نے کہا ''اے شخص تو نے وعدہ کیا تھا اپنے گوشت کے دینے کا ۔ اب دے کہ میں کھاؤں اور اپنے گھر چلا جاؤں ۔''

حاتم نے کہا کہ جہاں کا گوشت چاہے وہاں کا مانگ لے ۔ اس نے کہا کہ اپنے رخسار کا دے ۔ حاتم نے خنجر کمر سے کھینچا ۔ چاہتا تھا کہ اپنے رخسارے کا گوشت کاٹے ، اتنے میں نیولا پکارا ''اے جوان مرد ! ٹھہر ایسی جلدی مت کر ، یہ بات میں نے آزمائش کے لیے کہی تھی ۔ آفریں تجھ کو

اور تیری ماتا پتا کو ۔" یہ کہہ کر وہ دونوں انسان کی صورت ہو گئے ۔

حاتم نے کہا "اے عزیز! یہ کیا سبب ہے ، تم ابھی حیوان کی شکل تھے اور انسان ہو گئے ۔

راسو نے کہا کہ ہم دونوں جن کی قوم سے ہیں اور اس کے باپ کو اس واسطے مارا ہے کہ میں اُس کی بیٹی پر عاشق ہوں اور وہ اُس کی شادی میرے ساتھ نہ کرتا تھا اور یہ اُس لڑکی کا بھائی ہے ، یہ ویسی ہی حجتیں کرتا ہے ، اب اسے بھی مار ڈالوں گا ۔

حاتم نے کہا "اے جوان! تو اپنی بہن کی شادی اس کے ساتھ کیوں نہیں کرتا ۔"

اُس نے کہا کہ میں اُس کی بہن پر عاشق ہوں ، یہ بھی اُس کا میرے ساتھ نہیں بیاہ کرتا ، یہ قبول کرے تو میں بھی قبول کروں ۔

نیولے نے کہا کہ میرا باپ جیتا ہے ۔ وہ راضی نہیں ہوتا ، میں اس بات میں لاچار ہوں ۔

حاتم نے کہا کہ اپنے باپ کے پاس مجھے لے چل ، میں اُسے سمجھا بجھا کر راضی کروں گا ۔

غرض وے دونوں جن اور حاتم روانہ ہوئے ۔

تھوڑی دور جا کر نیولے نے کہا کہ میں اپنے محل میں جاتا ہوں ، تو شہر میں آ ، یقین ہے کہ وہاں کے لوگ تجھے پکڑ کر میرے باپ کے پاس لے آئیں گے ، وہاں جیسی بنے ویسی کیجیو ۔

حاتم نے اس کے کہنے پر عمل کیا ؛ چناں چہ جن اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے کہ نام اُس بادشاہ کا ھیوز تھا۔

بادشاہ نے کہا ''اے آدم زاد! تو ھمارے شہر میں کیوں آیا ھے ؟ بتلا۔''

وہ بولا کہ میں بندۂ خدا ھوں اور تیرے بھلے کو آیا ھوں۔

بادشاہ نے کہا ''اے شخص تو کیوں کر جن کی قوم سے نیکی کرے گا۔''

حاتم نے کہا ''خیر معلوم ھوا کہ تو اپنے بیٹے کی زندگی سے سیر ھو چکا ھے جو ایسا غافل ھے۔''

اس بات کو سنتے ھی اُس نے کہا ''اے عزیز کیا کہتا ھے۔ میں نے اس عمر میں یہی ایک لڑکا پایا ھے ، میں تو اپنی جان سے بھی اُس کو بہتر جانتا ھوں اور عزیز رکھتا ھوں۔''

حاتم نے کہا کہ اگر اُس کی زندگی چاھتا ھے تو میرا کہا مان ، نہیں تو یہ آج کل مارا جاتا ھے۔

اُس نے کہا ''اے دوست ایک رنگ! رحمت تجھ کو کہ تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا اور کرتا ھے۔ بارے اس بھید کو ظاھر کر۔''

وہ بولا کہ تیرے بیٹے نے کسی کے باپ کو مار ڈالا ھے۔ وہ اس کو مارا چاھتا ھے۔ آج میں نے اس کو اور اُس کو ایک جنگل میں لڑتے دیکھا تھا بلکہ قریب تھا کہ اس کی جان جائے۔ میں نے بزور اس کو اُس کے ھاتھ سے چھوڑایا ، لیکن ایک نہ ایک دن مارا ھی جاوے گا۔ کیوں کہ یہ اُس کی بہن پر عاشق

Marfat.com

ہے اور وہ اس کی بہن پر فریفتہ ۔ بہتر یہی ہے کہ تو دونوں کی شادی کر دے کہ آپس میں صلاح ہو جائے۔

ہیوز نے یہ بات حاتم کی پسند کر کے اسی وقت اپنی لڑکی کو اسے بیاہ دیا اور اس کی بہن اپنے بیٹے سے منسوب کی۔ جب وہ ہر ایک اپنی اپنی مراد کو پہنچا ، تب حاتم ہیوز بادشاہ سے رخصت ہونے لگا۔

اس نے کہا ''اے جوان ! اس نیکی کے بدلے کچھ مجھ سے زر و جواہر لے۔''

اس نے کہا ''عوض لینا میرا کام نہیں۔''

اس نے پھر بہ منت کہا کہ اگر تو مال و متاع نہیں لیتا تو یہ عصا میرا لے کہ اس میں کئی خواص ہیں : اگر سانپ اور بچھو کاٹیں تو زہر اثر نہ کرے اور نہ سوزش ہو ، اگر اس کے تلے سو رہے تو آگ سے نہ جلے ، اور اگر کوئی جادو کرے تو وہ بھی اس کے رکھنے والے کا کچھ نہ کر سکے اور اگر دریا راہ میں حائل ہو تو اس میں اس کو ڈال دے ، بہ طور کشتی کے ہو جائے اور بیڑا پار کر دے اور ایک مہرہ دیتا ہوں ، وہ بھی اپنے پاس رکھ۔ اس کے یہ خواص ہیں کہ اگر راہ میں سیاہ یا سفید سانپ ملے تو اس وقت اس کو اپنے منہ میں رکھ لیجو اور بے دہشت رہیو ، ہر گز کسی کا زہر اثر نہ کرے گا۔

حاتم نے ان دونوں کو لے لیا اور اس سے رخصت ہوا اور رات دن سوائے چلنے کے کچھ کام نہ کیا۔

بعد کئی منزلوں کے ایک دریائے عظیم ایسا دکھلائی دیا کہ لہر اس کی آسمان پر جاتی تھی۔ متفکر ہو کر چاروں طرف نگاہ کی ، کسی کو آتے جاتے نہ دیکھا۔ اتنے میں ہیوز کے عصا کا خواص

Marfat.com

یاد پڑا ۔ اُس وقت اُس نے اُسے دریا میں ڈال دیا ، وہ بطور کشتی کے ہو گیا ۔ یہ اُس پر سوار ہو کر چل نکلا ۔ جب بیچوں بیچ مانجھ دھار میں پہنچا ، تب ایک گھڑیال اُس دریا سے نکلا اور اُس کو کھینچ کر لے گیا اور سات کوس تک نیچے ہی چلا گیا ، کہیں دم نہ لیا ۔ جب اُس کا پاؤں تہہ پر لگا ، تب اُس نے آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو ایک گھڑیال مانند پہاڑ کی نظر پڑا ، یہ گھبرایا ۔

وہ عاجزی سے مانند فریادیوں کے عرض کرنے لگا کہ اے جوان! یہ میرا مکان ہے ، اُس کو کیکڑے نے بہ زبردستی چھین لیا ہے ۔ اُمید وار اس بات کا ہوں کہ تو دلا دے ۔

حاتم نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجھ سے نہایت زبردست ہے اور تو کمزور ۔

گھڑیال بولا ''یہ ستم رسیدۂ کیا کہے ، تم دیکھو گے تو معلوم کرو گے ۔ حق تو یہ ہی ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنے نیش کے مقراض سے پکڑ کر دو ٹکڑے کر ڈالے ؛ اس وقت چرائی کو گیا ہے ، ہوتا تو دیکھتے ۔''

یہ اسی گفتگو میں تھے کہ وہ منہ پھیلائے آ پہنچا ۔ گھڑیال ڈر کر حاتم کے پیچھے جا چھپا اور وہ حاتم کو بطور قلعے کے دکھلائی دیا ؛ چناں چہ ایک طرف کا نیش اُس کا مغرب کو پہنچا تھا ، دوسری طرف کا مشرق کو ۔ اتنے میں نظر کیکڑے کی جو گھڑیال پر جا پڑی ، ایک ایسا نعرہ مارا کہ وہ مانند بید کے کانپنے لگا ، اور حاتم بھی آگا پیچھا کرنے کہ الٰہی اس بلا سے کیوں کر نجات پاؤں گا ۔ یہ دل میں کہا اور عصا ہیوز کا ہاتھ میں لے کر اُٹھ کھڑا ہوا ۔ کیکڑا اُس کو دیکھ کر جہاں کا تہاں رہ گیا ۔

اتنے میں حاتم نے بہ آواز بلند کہا کہ اے بندۂ خدا! کسی

Marfat.com

کو دکھ دینا اچھا نہیں ، بلکہ جو کوئی کسی کو ستاتا ہے ، سو اپنے حق میں آپ ہی کانٹے بوتا ہے ۔ تو کس لیے اس غریب کو دکھ دیتا ہے ۔ کیا تیرے رہنے کو سوائے اس مکان کے اور کہیں جا نہیں ملتی جو تو رہے ؟

اس بات کو سن کر سرطان نے کہا کہ ہم دونوں یہاں کے رہنے والے ہیں ، آپس میں سمجھ لیں گے ؛ آدمی کو کیا دخل ہے جو ہمارے درمیان میں بولے ۔

حاتم نے کہا ''یہ تو سچ کہتا ہے پر جس نے کہ اٹھارہ ہزار خلقت کو پیدا کیا ہے، کسی کو تری میں رکھا ہے اور کسی کو خشکی میں ، سبھی بندے خدا کے ہیں ۔ وہ پاک پروردگار نہیں چاہتا ہے کہ کوئی بندہ میرا کسی کے ہاتھ ستایا جائے ۔''

سرطان نے کہا کہ خیر اب تو میں اسے تیرے کہنے سے چھوڑ دیتا ہوں پر پھر یہ تجھے کہاں سے پاوے گا جو حمایتی بنا کر لاوے گا ۔ اس کو آخر اسی میں رہنا ہے اور مجھ کو بھی ، یہ وہی مثل ہوئی ''دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر ۔''

حاتم نے کہا ''اے کافر ! معلوم ہوا کہ تو کسی پر رحم نہیں کرتا ہے ، نہ خدا سے ڈرتا ہے ، خیر اب بھی کچھ نہیں گیا، اگر اپنی زندگی چاہتا ہے تو ایذا دینے سے باز آ اور اس جگہ کو چھوڑ دے ، نہیں تو ابھی دھجیاں کر کے اڑا دیتا ہوں ۔''

اس بات کو سن کر سرطان ہنسا اور کہنے لگا کہ اس ضد پر تو میں ہرگز اسے نہ چھوڑوں گا بلکہ تجھے بھی ۔ یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ اپنے نیش سے پکڑ کر حاتم کو دو ٹکڑے کر ڈالے ، اتنے میں ہیوز بادشاہ کا عصا اس نے اس زور سے مارا کہ دونوں ٹکڑے اس کی نیش کے کھیرے کی طرح سے کٹ کے زمین

Marfat.com

پر گر پڑے - سرطان نے جب دیکھا کہ میرے پاس حربہ نہ رہا ناچار جان لے کر بھاگا اور گھڑیال اُس کے پیچھے دوڑا -

حاتم نے ڈانٹ کر کہا ''اے نامرد! تو کہاں جاتا ہے اور اسے کیوں ستاتا ہے - اگر اب تو کچھ اسے دکھ دے گا تو میں مار ڈالوں گا -'' اس بات کے سنتے ہی وہ ڈرا اور وہیں کھڑا رہا -

حاتم آنکھیں بند کر کے اُس بیڑے پر چڑھا اور دریا کے کنارے جا لگا - پھر مازندران کی طرف روانہ ہوا اور اُس کے قریب جا پہنچا - ایک درخت سایہ دار کے تلے بیٹھ کر سوچنے لگا کہ میں خدا کے فضل و کرم سے یہاں تک آیا ، پر اب اُس جانور کے جوڑے کو ڈھونڈھیے کہ وہ کہاں ہے -

اتنے میں رات ہو گئی اور وے جو چرائی کو گئے تھے ، سو وہاں سے پھرے اور ایک درخت کے اوپر بیٹھ کر آپس میں کہنے لگے کہ آج کی رات ایک آدمی خدا رسیدہ ، غریب پرور ، غیر کے واسطے اپنے اوپر اذیتیں اٹھاتا اور دکھ سہتا یہاں تک آیا ہے اور نام اُس کا ہم نے بزرگوں سے حاتم بن طی سنا ہے اور خدا کا بندۂ خاص ہے - ایسا نہ ہو کہ ہماری ملاقات سے محروم رہ جاوے - یہ بات ٹھہرا کر وے سب کے سب آئے اور حاتم کے پاؤں پر گر پڑے -

وہ ہر ایک جانور کی صورت دیکھ کر حیران رہ گیا ؛ اس واسطے کہ منہ اُن کا آدمی کا سا تھا اور بدن طاؤس کا سا - اگر پری بھی اُنھیں دیکھے تو فریفتہ ہو جاوے -

اور وے جانور زبان فصیح سے کہنے لگے کہ آفریں ہے تیری ہمت اور جواں مردی پر جو تو نے غیر کے واسطے اپنے تئیں اس محنت و مشقت میں ڈالا - شاید کوئی شخص مسخر جادو کی

بیٹی پر عاشق ہوا ہے جو مسخر نے ایک جوڑا ہمارا طلب کیا ہے ، تو اس لیے یہاں آیا ہے ۔

حاتم نے کہا کہ یہ تم نے سچ کہا ۔ اگر تم اپنے میں سے ایک جوڑا میرے حوالے کر دو تو گویا اس نیم جان کو جلاؤ اور مجھے بھی بے داموں مول لو ۔ میں جب تک جیتا رہوں گا تمھارے طوق احسان سے گردن نہ نکلوں گا اور وہ نامراد اپنی مراد کو پہنچے گا ، تمھیں دعائیں دے گا ۔

اس بات کو سن کر انھوں نے آپس میں مصلحت کی کہ کوئی ایسا ہے کہ ایک جوڑا اپنے بچوں کا خدا کی راہ پر اس جوان کو دے کہ کارخیر ہے ۔ اس سخن کے سنتے ہی ان میں سے ایک اٹھا اور ایک جوڑا اپنے بچوں کا حاتم کو دیا اور کہا کہ تو اس کا مختار ہے ، جو چاہے سو کر اور جہاں چاہے وہاں لے جا ۔

حاتم ان دونوں کو لے کر ان سے رخصت ہوا اور مسخر جادو کے شہر کی طرف چل نکلا ۔

بعد ایک مدت کے منزلیں طے کرتا اور دکھ بھرتا اس جوان تک جا پہنچا ۔ وہ سر جھکائے نعرہ زناں بیٹھا تھا ۔ اس سے ملاقات کی اور کہا ''اے جوان! خوش ہو کہ مطلب تیرا بر آیا ۔''

وہ اس جوڑے کے دیکھتے ہی حاتم کے پاؤں پر گر پڑا ۔ حاتم نے اس کو گلے لگا لیا اور احوال وہاں کا اور دکھ راہ کا سب کا سب اس کو کہہ سنایا اور کہا کہ تو اسی طرح سے اس جادو مسخر کے سامنے تذکرہ کرنا اور کہنا کہ یہ جوڑا میں لایا ہوں ۔ غرض وہ سپاہی اس جوڑے کو لے کر جادو مسخر کے پاس گیا ۔

وہ اس کو دیکھ کر جی میں نہایت خوش ہوا اور کہنے لگا

کہ یہ کام تیرا نہیں ہے، شاید کسی دوسرے نے مدد کی ہے؛ اور اگر تو لایا ہے تو وہاں کے ہر ایک مکان و مقام کا نشان دے اور وہاں کی کیفیت سے آگاہ کر کہ جس سے تسکین دل کی ہو۔ جوان نے حقیقت جوں کی توں بیان کی۔ اُس نے کہا کہ سچ کہتا ہے تو، یہ سب درست ہے، اب جا اور سرخ سانپ کا مہرہ لا۔ اُس نے کہا کہ ایک مرتبہ اُس نازنین مہ جبین کا منہ دکھلا کہ مجھے بھی طاقت ہو، کیوں کہ معشوق کے دیکھنے سے دل کو قوت ہوتی ہے۔

اس بات کو سن کر اُس نے اپنی لڑکی سے کہا کہ بابا ایک دم کے واسطے اپنا چہرہ کھڑکی سے نکال اور اپنے عاشق کو ٹک دکھلا دے جمال۔ وہ کھڑکی کھول کر ناز و ادا سے جھانکنے لگی۔ غرض اُسی دیکھا دیکھی میں دن گزر گیا۔

جوان نے کہا کہ اب میں سرخ سانپ کا مہرہ لینے جاتا ہوں۔ اگر تو کچھ اس سے آگاہ ہے تو کہہ دے کہ وہ کس سر زمین پر اور کہاں ہے۔

اُس نے کہا کہ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی سنا ہے کہ وہ کوہ قاف کے دشت سرخ میں ہے۔

جوان معشوقہ سے رخصت ہو کر حاتم کے پاس آیا اور کہنے لگا ''اے عزیز! اُس نے سرخ سانپ کا مہرہ مانگا ہے۔''

حاتم نے کہا کہ تو کچھ اُس کا پتا بھی پوچھ آیا ہے کہ وہ کس طرح کا ہے؟

اُس نے جو سنا تھا سو کہہ دیا۔

حاتم بولا کہ اب تو فریاد و فغاں نہ کر۔ میں تیرے کام میں

Marfat.com

دل و جان سے سعی کرتا ہوں بلکہ ابھی جاتا ہوں ۔ خدا کریم و رحیم ہے ، چاہیے کہ تو جلدی اپنی مراد کو پہنچ ۔

اس طرح کی باتیں کر کے اُس سے رخصت ہوا اور کوہ قاف کی طرف چلا ۔ کئی منزلیں گیا تھا کہ ایک دن صبح کے وقت قضاے حاجت کو جاتا تھا ؛ کیا دیکھتا ہے کہ ایک بچھو ہفت رنگی کلنگ مرغ کی برابر صحرا میں چلا جاتا ہے ۔ یہ اُس کو دیکھ کر ڈرا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ خدا جانتا ہے کہ میں نے ایسا بچھو اپنی اس عمر میں کبھی نہیں دیکھا ۔ اور وہ جا کر کسی کونے میں چھپ رہا ۔ یہ تمام دن اُسی کی جست و جو میں رہا اور بار بار کہتا تھا کہ دیکھنا چاہیے شب کو یہ کیا کرتا ہے ۔ اُس جنگل کے ادھر اُدھر کئی گاؤں آباد تھے ۔ وہاں کے لوگوں نے جو مسافر کو دیکھا ، آب و دانے سے متواضع ہوئے ۔ حاتم نے کھانا کھایا ، پانی پیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر یاد الٰہی میں مشغول ہوا ۔ اتفاقاً بہت سی گائیں اور گھوڑے میدان میں جمع ہوئے اور تین چار چاکر و نگہ بان اُن کے پاس سو رہے ۔

پہر رات گئے وہ بچھو پتھر کے تلے سے نکل کر گائیوں کی طرف گیا اور اچھل کر ایک گائے کے سر پر ڈنک مارا اور وہ تڑپ کر مر گئی ۔ غرض اسی طرح سے سب کو مار ڈالا ۔ پھر گھوڑوں کے گلے میں آیا ، اُن کا بھی نگہ بانوں سمیت کام تمام کیا ، پھر اُسی پتھر کے تلے جا کر چھپ رہا ۔

جب صبح ہوئی ، رہنے والے اُس گاؤں کے جو اس جنگل میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دونوں گلے نگہ بانوں سمیت موئے پڑے ہیں اور نیلا پانی ہر ایک کے پیٹ سے بہا جاتا ہے ۔

Marfat.com

تب لوگوں نے اُسے کہا کہ اے مسافر ! توں کیوں کر جیتا رہا ؟

حاتم بولا ''اے یارو ! میں نے ایسا تماشا دیکھا کہ کبھی نہیں دیکھا ، یعنی ایک بچھو سات رنگ کا مرغ کے برابر پیدا ہوا اور یہ کام اُسی نے کیا ہے ۔

اتنے میں وہ بچھو پھر اُس پتھر کے تلے سے نکلا اور اُن کے سردار کے سر پر ڈنک مارا ، وہ تڑپنے لگا ، بچھو نے جنگل کی راہ لی ۔ وے لوگ رونے پیٹنے لگے اور حاتم اُس کے پیچھے لگ لیا ۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک شہر نظر آیا ۔ بچھو وھاں لوٹ پوٹ کر کالا سانپ بن گیا ۔ حاتم اور بھی حیران ھوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ الٰہی یہ بچھو تھا ، کیوں کر سانپ ھوا اور یہ بل میں کس طرح جا پیٹھا ! یہ سوچ کر وھاں بیٹھ رھا ۔ جب پہر رات گئی تب وہ سانپ بل سے نکل کر شہر کی طرف چلا ۔ حاتم بھی اس کے پیچھے ھو لیا ۔ بادشاھی محل میں بدر رو کی راہ سے گھس گیا اور بادشاہ کو ڈس کر وزیر کی حویلی میں پیٹھا ۔ وھاں اُس کے بیٹے کو کاٹ کر نکلا اور اُسی سوراخ میں جا چھپا ۔

صبح کو شور و غل شہر میں مچ گیا کہ رات کے وقت بادشاہ کو سانپ نے کاٹا اور وزیر کے بیٹے کو بھی ڈسا ، ھزار حیف کہ ان کی جانیں مفت میں گئیں ۔ اتنے میں شام ھوئی ، سانپ پھر بل سے نکلا اور کسی طرف کو راھی ھوا ۔

حاتم بھی اس کی آنکھ بچائے ساتھی ساتھ چلا ۔ اپنے جی میں کہنے لگا کہ دیکھیے اب یہ کیا کرتا ھے اور کہاں جاتا ھے ۔ غرض صبح کے ھوتے ھوتے ایک دریا کے کنارے جا پہنچا ، وھاں شیر کی صورت ھو گیا ۔ اتنے میں دس بارہ آدمی پانی پینے آئے ، اُن

Marfat.com

میں ایک لڑکا چودہ پندرہ برس کا نہایت حسین و مہ‌جبین تھا ، اُس پر جا پڑا اور ان میں سے اُس کو اٹھا کر ایک گوشے میں لے گیا۔ وہاں اس کا پیٹ پھاڑ ڈالا اور دل و جگر پرزے پرزے کر کے جنگل کی طرف راہی ہوا۔ حاتم بھی ساتھ ہی ساتھ چلا۔ وہ تھوڑی دور جا کر ایک عورت نازنین کی صورت بن کر بر سر راہ جا بیٹھی۔ حاتم حیران ہوا اور ایک درخت کے تلے تاک لگائے بیٹھ رہا۔

اتنے میں دو بھائی سپاہی زادے اپنے شہر سے روزگار کے واسطے نکلے تھے اور ایک مدت تک نوکری کر کے کچھ کمائے ہوئے گھر کی طرف چلے جاتے تھے۔ اتفاقاً اس راہ آ نکلے اور جب وے اُس کے قریب پہنچے تب وہ عورت رونے لگی۔ آواز اس کے رونے کی اُن کے کان میں پڑی۔ بڑا بھائی اس کے پاس آ کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک عورت نہایت حسین و خوب صورت بیٹھی رو رہی ہے۔ آپ بھی آنسو بھر لایا اور اس سے پوچھنے لگا ''اے نازنین! تو کون ہے اور اس بیابان میں کس لیے رو رہی ہے؟''

اُس نے کہا ''اے جوان! میں فلانے شخص کی جورو ہوں ؛ وہ میرے میکے سے مجھے لیے ہوئے اپنے گھر جاتا تھا ، اتنے میں ایک شیر اس جنگل سے نکلا اور اس کو اُٹھا کر لے گیا۔ میں تن تنہا یہاں بیٹھ رہی ہوں ، کیوں کہ نہ اپنے باپ کے گھر کا رستہ جانتی ہوں اور نہ سسرال کی راہ پہچانتی ہوں۔ حیران ہوں کہ اب کیا کروں اور کہاں جاؤں اور یہ بھی نہیں جانتی کہ آگے کیسی بپتا پڑے گی اور یہ عمر رنڈاپے میں کیوں کر کٹے گی۔''

اُس نے کہا ''اگر کوئی تجھے اپنے پاس رکھے تو تو اس کے پاس کا رہنا قبول کرے یا نہ کرے؟''

Marfat.com

اُس نے کہا کہ کیوں نہ قبول کروں کیوں کہ اس جنگل میں کون ہے میرا جو خبر لے گا اور دکھ کا شریک ہوگا۔

اس سخن کو سن کر اُس نے کہا کہ مجھے قبول کر۔

عورت بولی کہ تین شرطوں سے : ایک یہ ہے کہ تیرے گھر میں دوسری عورت نہ ہو ، دوسرے یہ کہ مجھ سے محنت و خدمت نہ ہو سکے گی ، تیسرے یہ کہ جب تک میں جیئوں تب تک مجھ کو دکھ نہ دینا اور نہ کڑھانا۔

اُس نے کہا کہ میں بھی ایک مرد مجرد ہوں ۔ جب تک جیتا رہوں گا ، سوائے تیرے دوسری رنڈی نہ کروں گا اور اگر پری ہوگی تو اس کا بھی منہ نہ دیکھوں گا ؛ سوائے اس کے خدا کے فضل سے میرے گھر میں بہت سی لونڈیاں باندیاں غلام چیلے ہیں ۔ تجھے کسی صورت کی تکلیف نہ ہوگی ، تو کار فرمانی کرتی رہ ، کام بخوبی ہوگا ۔ اور کسی نے بھی آج تک اپنی معشوقہ کو ستایا ہے جو میں تجھے رنجیدہ کروں گا ۔

اس نے کہا کہ میں اس بات پر جان و دل سے راضی ہوئی ۔

اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور آگے چلا ۔ حاتم بھی اُس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا ۔

تھوڑی دور جا کر اس عورت نے اس جوان سے کہا کہ میں تین دن سے بھوکی پیاسی ہوں ۔ مارے ضعف کے جی سنسنایا جاتا ہے ۔ اگر کھانے کی چیز ہاتھ نہ لگے ، پر تجھے پانی ضرور لایا چاہیے ۔ اس بات کو سن کر اُس نے اس کو ایک درخت کے تلے بٹھلایا اور اپنے چھوٹے بھائی سے کہا کہ بھیا تو اس سے خبردار رہ کہ میں کہیں سے پانی لے آؤں ۔ یہ کہہ کر اُس نے چھاگل کاندھے پر رکھی اور پانی لانے گیا ۔

Marfat.com

بعد ایک دم کے اس عورت نے اس کے بھائی سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس کے ساتھ رھنا قبول کیا تھا کیوں کہ تیری صورت دیکھتے ھی دل میرا میرے اختیار میں نہ رھا ، نہیں تو ایسے بوڑھے کو میں کیوں کر قبول کرتی ؛ پس تجھ کو بھی لازم ھے جو تو مجھے اپنی خدمت میں رکھے ۔

اس نے کہا کہ تم ھماری ماں بہن کی جگہ ھو ، یہ ھم سے ھرگز نہ ھوگا ۔

تب وہ کہنے لگی "اے جوان! اگرچہ میں اس کی جورو ھوئی ھوں پر تیری ھی محبت میں رھوں گی ، اور تجھے دیکھا کروں گی ۔" اس نے کہا "یہ بھی ممکن نہیں ، اس خیال فاسد کو اپنے دل سے دور کر ۔"

وہ اس بات کو سن کر جل گئی اور کہنے لگی کہ اب میں تجھ پر تہمت لگا کر تیرے بھائی سے کہوں گی کہ یہ مجھ سے تیرے پیچھے بد فعلی کیا چاھتا تھا اور لے بھاگا چاھتا تھا، نہیں تو اس بات کو کر گزر ۔ اس نے کہا "بہت بہتر، جو چاھے سو کر ، پر میں تیری نہ سنوں گا ۔"

اسی گفتگو میں تھے اور حاتم بھی ایک کونے میں کھڑا ھوا ان کی باتیں سنتا تھا ؛ اتنے میں بڑا بھائی چھاگل پانی سے بھرے ھوئے قریب آ پہنچا کہ اس عورت نے دیکھتے ھی بال سر کے کھسوٹے اور گال نوچے ، سر میں خاک ڈالے ندان چلانے اور چیخیں مارنے لگی ۔

اس نے نزدیک آ کر پوچھا "بی بی میں پانی لینے گیا تھا ۔ مجھ کو نہ کسی شیر نے کھایا ، نہ کسی درندے نے پھاڑا ، تو جو میرے واسطے اس قدر حال تباہ کرتی ھے ، سبب اس کا

کیا ہے ؟''

تب وہ بولی کہ میاں رحمت خدا تجھ پر اور تیرے چھوٹے بھائی پر ۔ ارے کم بخت کوئی بھی اپنی عورت کو ایسے بدکار کے حوالے کر کے کہیں جاتا ہے ۔ اب تو خدائے کریم نے میری شرم رکھی ۔ کیوں کہ جوں ہی تو پانی کو گیا اس کم بخت نا شدنی نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا ۔ چاھتا تھا کہ میرا ستر دیکھے اور خراب کرے ، میں اپنے تئیں کھینچتی اور چھڑاتی تھی ۔ جب میں نے دیکھا کہ اب رھائی نہیں ، بے اختیار فریاد کرنے لگی ، پر کوئی میری داد کو نہ پہنچا ۔ اور یہ کہتا تھا کہ تو مجھے قبول کیوں نہیں کرتی ، میں کیا تیرے لائق نہیں ہوں ؛ چنانچہ تو دس پندرہ برس کی ہے اور میں سولہ سترہ برس کا نوجوان ۔ میرا بھائی تیرے لائق نہیں ، میں تجھ پر ہزار جان سے عاشق ہوں ۔ اگر قابو پاؤں گا تو بڑے بھائی کو ٹھکانے لگاؤں گا ۔

اس بات کے سنتے ہی وہ مارے غصے کے تھرتھرانے لگا اور اپنے چھوٹے بھائی سے کہنے لگا ''اے نا مرد ! آج تک کسی نے بھی اپنی ماں بہن سے ایسا کام کیا ہے جو تو اس سے کیا چاھتا تھا ۔''

اس نے ہر چند قسمیں کھائیں پر اس نے ہرگز اس کا کہا نہ مانا اور باور نہ کیا ، بلکہ گالی گلوچ پر آ گیا ۔ آخرکار ایک تلوار اس کے سر پر ایسی ماری کہ وہ سینے تک پہنچی اور چھوٹے بھائی نے بھی ایسا خنجر مارا کہ اس کے پیٹ میں لگ ناف تک چیر گیا ۔ دونوں زخمی ہو کر گر پڑے اور جان بحق تسلیم ہوئے ۔ کہ وہ عورت بھینس ہو کر آگے بڑھی ۔

Marfat.com

حاتم بھی اُس کے پیچھے لگ لیا ۔ وہ قریب ایک گاؤں کے پہنچی اور یہ بھی ساتھ ھی ساتھ چلا گیا ۔ رھنے والے اس گاؤں کے اس کو دیکھتے ھی بے اختیار دوڑے اور چاھا اُنھوں نے کہ اُس کو پکڑ کر اپنے گھر لے جاویں ، اس لالچ پر اس کے نزدیک آئے ۔ اس نے کتنے ھی کو لاتوں سے مار ڈالا اور کتنے ھی کو سینگوں سے پھوڑ دیا ۔ پھر ایک جنگل میں جا کر پیر مرد کی صورت بن گئی ۔

تب حاتم اپنے دل میں کہنے لگا کہ اب اس ماجرے کو اُس سے پوچھا چاھیے کہ یہ کیا سبب ہے ؛ ندان دوڑا اور پکار کر کہنے لگا ''اے پیر مرد! برائے خدا ذرا ٹھہر جا ۔'' وہ کھڑا ھو گیا اور کہنے لگا ''اے حاتم! تو خوش تو ہے؟ کیا کہتا ہے کہہ ۔''

حاتم نے پوچھا ''تم میرے نام سے کیوں کر واقف ھوئے ؟''

اُس نے کہا کہ تیرے نام پر کیا موقوف ہے ، میں تیرے باپ کا بھی نام جانتا ھوں ۔ تجھے اس بات سے کیا ، جو پوچھنا منظور ہے سو پوچھ ، کیوں کہ اس وقت مجھے فرصت نہیں ، ایک ایسا ھی کام ضرور در پیش ہے ۔ آخر حاتم نے جس جس صورت سے اس کو دیکھا تھا اُس اُس شکل کا احوال پوچھا ۔

اس بات کو سن کر وہ ھنسا اور کہنے لگا کہ تجھ کو اس کے سننے سے کیا ، ایک دن تجھ کو بھی اسی صورت سے کھاؤں گا ۔

حاتم نے کہا کہ اب جب تک تو یہ بھید مجھ سے مفصل نہ کہے گا تب تک میں تجھے نہ چھوڑوں گا ۔

تب پیر مرد نے لاچار ھو کر کہا کہ میرا نام ملک الموت ہے ، جس جس صورت سے حکم ھوتا ہے ، اُس اُس شکل سے میں

Marfat.com

هر ایک کی جان قبض کرتا ہوں ۔

اس سخن کو سن کر حاتم خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اب یہ کہو کہ میری اجل کب ہے اور کس سبب سے آئے گی ؟

اس نے کہا کہ ابھی تو تیری آدھی عمر بھی نہیں گذری ۔ جب تو پچاس برس کا ہوگا ، تب ایک بلندی سے گر پڑے گا اور یہاں تک لہو تیری ناک سے جاری ہوگا کہ تو مر جائے گا ۔ اور ابھی تو تیری عمر بہت باقی ہے ، اس عرصے میں جو کام نیکی کا تیرے ہاتھ سے نکلے، تو اس کام میں کوتاھی نہ کر ۔

اس بات کو سن کر حاتم نے سجدۂ شکر کیا ۔ جو سر اٹھا کر دیکھا، بڈھا نظر نہ آیا اور اس نے دشت سرخ کا رستہ پکڑا ۔

ایک مدت کے بعد زمین سیاہ میں جا پہنچا ؛ وھاں کے سانپ آدمی کی بو پا کر چاروں طرف سے دوڑے ۔ وہ ھیوز کے نیزے کو گاڑ کر اس کے نیچے بیٹھ گیا ۔ سانپوں نے اس کے گرد حلقہ کر لیا اور ساری رات یہی صورت رھی ۔

صبح کے ھوتے ھی وے سب کے سب جہاں سے آئے تھے وھاں چلے گئے۔ حاتم بھی وھاں سے آگے بڑھا اور زمین سفید پر جا پہنچا ۔ وھاں سفید سانپ بھی اسی طرح سے ساری رات اس کے گرد بیٹھے رہے ، فجر کے ھوتے ھی بدستور چلے گئے ۔ حاتم وھاں سے روانہ ھوا ، زمین سبز پر جا پہنچا ۔ وھاں بھی یہی حادثہ پڑا ۔

صبح کو پھر روانہ ھوا اور زمین سرخ پر جا پہنچا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ زمین شنگرف سے بھی زیادہ سرخ ھو رھی ہے ۔ یہ کئی قدم چلا تھا ، طاقت چلنے کی نہ رھی ؛ جی میں سوچا کہ آگے کیوں کر جاؤں ، پیاس کے مارے جاں بلب ھوں ؛ پاؤں رفتار سے رہے اور زبان گفتار سے ۔ تب کھڑا ھو کر جی میں کہنے لگا

Marfat.com

که شاید یہی جگه مرنے کی میری قسمت میں هے ۔ اگر پھرتا هوں تو قوت نہیں اور اگر آگے جاتا هوں تو مارا پڑتا هوں لیکن خدا کی راہ میں غیر کے واسطے مارے جانے سے کوئی بات اچھی نہیں ۔ یه سمجھ کر آگے بڑھا ؛ شاید دو تین کوس گیا هوگا که دونوں پاؤں میں پھپھولے پڑ گئے ، بے اختیار خاک پر گر پڑا ؛ بمجرد گرنے کے تمام بدن میں زخم پڑ گئے اور جی ڈوب گیا ۔

اتنے میں ایک پیر مرد پیدا هوا اور اس کو اٹھا کر کہنے لگا ''اے حاتم! یه وقت همت هارنے کا نہیں ، دل کو ڈھارس دے اور وہ مہرہ جو تجھے اس خرس کی بیٹی نے دیا هے ، اپنی کمر سے نکال کر منه میں رکھ لے ۔''

حاتم نے وہ مہرہ اپنی کمر سے کھولا اور منه میں ڈال لیا ؛ گرمی زمین کی اور شدت پیاس کی اسی گھڑی دور هو گئی ۔ حاتم اس پیر مرد کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا که اس گرمی کا سبب کیا هے ؟

اس نے کہا که یه گرمی سرخ سانپ کے زهر کی هے اور اس زمین سے اسی کے منه کی آگ نکلتی هے ؛ اسی باعث سے اس زمین کا رنگ لال هے اور نہیں تو یه آگے سبز تھی ۔

اس بات کو سن کر حاتم وهاں سے آگے بڑھا اور مہرے کے باعث سے کسی طرح کی گرمی نے اس پر اثر نه کیا ۔ جوں توں آدھی دور پہنچا تھا که سرخ سانپ حاتم کی بو پا کر پھنکارے مارتا هوا اس زور و شور سے نکلا که منه کے شعلے آسمان تک پہنچتے تھے اور پھن اس کا برابر چٹان کے تھا ، قد مانند تاڑ کے ؛ اور شعلے آگ کے اس کی ناک کے نتھنوں سے بھی مانند باد سموم کے نکلتے تھے اور کوسوں تک تر و خشک کو جلا

Marfat.com

دیتے تھے - حاتم جو اس آگ میں پڑا ، نہایت بے قرار ہو کر کہنے لگا کہ اب اس آگ سے ھڈی پسلی تک بھی جل کر خاک ہو جائے گی ، لیکن اس مہرے کے باعث سے تھوڑا تھوڑا پانی ٹھنڈا اس کے حلق میں جاتا تھا ، اس سبب سے جیتا رہا -

آخر سانپ کی نظر حاتم پر پڑی ، بے تحاشا پھن پھنا کر لپکا اور شعلے منه سے چھوڑنے لگا ، پر ھیوز کے نیزے کے باعث زھر کارگر نه ھوا ، حاتم محفوظ رھا -

رات اس حیص بیص میں گذری ، صبح کے وقت مہرۂ سرخ سانپ کے لبوں پر آ رھا - حاتم نے دیکھا کہ ایک غلیله سرخ سانپ کے لبوں پر چمک رھا ھے ؛ نیزے کو ھلایا ، تب وہ اپنا سر زمین پر پٹکنے لگا - غرض ادھر آفتاب نکلا آدھر وہ مہرہ اس نے اپنے منه سے آگل دیا اور اپنی بانبی میں چلا گیا - حاتم مہرے کے نزدیک آیا پر اٹھانے میں ڈرا اور جی میں کہنے لگا که مبادا گرم ھو اور ھاتھ جل جائے ، جس سے بہتر یہی ھے که قدرے ٹھہر جائیے- بعد تھوڑی دیر کے اس نے چیتھڑا اپنی پگڑی سے پھاڑ کر اس کے اوپر ڈال دیا - جب وہ لتا نه جلا تب ھاتھ بڑھا کر وہ مہرہ اٹھا لیا اور پگڑی میں باندھا ؛ گرمی جاتی رھی اور زمین اس جنگل کی ساری سرد ھو گئی - پھر آپ وھاں سے روانه ھوا -

غرض اس مہرے کی پیدائش یوں ھی ھوتی ھے ، که جب کوئی اس کو لے جاوے ، تب تیس برس کے بعد دوسرا پیدا ھووے - اور ایک ھزار ایک خاصیت اس کی ھے ، کوئی کہاں تلک بیان کرے -

القصه حاتم بعد ایک مدت کے اس جوان کے پاس آ پہنچا اور وہ مہرہ اسے دے کر تمام احوال کہه سنایا - جوان حاتم کے

پاؤں پر گر پڑا ۔

اس نے اس کو گلے لگا لیا اور کہا کہ اب تو جا اور اس مہرے کو مسخر جادو کے حوالے کر ۔

وہ مہرے کو لے کر حاتم سمیت اس شہر میں آیا اور مسخر جادو سے ملاقات کر کے وہ مہرہ اس کے آگے رکھ دیا اور کہا کہ صاحب! اس کو میں بڑی محنت و مشقت سے لایا ہوں۔

اس نے کہا کہ میں پہلے اس کی آزمائش کر لوں ، تب تیری بات پر اعتماد کروں۔

اس نے کہا کہ بہت اچھا ، کیا مضائقہ ۔

غرض مسخر جادو نے اس کو ہر طرح سے آزما لیا ۔ جب وہ مہرہ تحقیق ہوا تب اس نے ظاہر میں خوشی کی اور باطن میں شرمندگی کھینچی اور یہ بات کہی کہ اے جوان مرد ! اب ایک شرط باقی ہے ، اس کو بھی ادا کر ۔ اس نے کہا "بہت بہتر ۔"

آخر کار مسخر جادو نے اپنے لوگوں سے بلوا کر کہا کہ ایک لوہے کا کڑاہ گھی سے بھر کر چولھے پر دھرو اور سات روز تک رات دن اس کے نیچے آنچ کرو تا کہ وہ خوب سا کڑ کڑاوے ۔ انھوں نے اس کے کہنے کے بہ موجب کیا ۔ غرض وہ کڑاہ ایسا کھولا کہ اگر پتھر بھی پڑے تو جل کر خاکستر ہو جاوے ۔

تب اس نے اس جوان سے کہا کہ اب تو اس میں کود ، اگر سلامت نکلے تو اپنی معشوقہ کو پاوے گا ۔

جوان ڈرا اور حاتم سے کہنے لگا کہ اس آگ سے میں نہ بچوں گا ۔

حاتم نے دلاسا دے کر کہا "غم نہ کھا ، خدا کو یاد کر ، یہ بھی مشکل آسان کرے گا ۔" یہ کہہ کر حاتم نے وہ مہرہ جو

Marfat.com

اس خرس کی بیٹی نے اس کو دیا تھا ، اپنی پگڑی سے کھول کر اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ اس کو اپنے منہ میں رکھ کر بے کھٹکے اس جلتے کڑاہ میں کود پڑ اور غوطے مار کر نکل آ ، خدا کے فضل و کرم سے تیرا ایک رونگٹا بھی نہ جلے گا ۔

جوان اس مہرے کو اپنے منہ میں ڈال کر مسخر جادو سے کہنے لگا کہ اب کیا کہتا ہے ۔

اس نے کہا کہ اس کڑاہ میں کود پڑ ۔

جوان اس کے پاس گیا ؛ دیکھتے ہی کانپنے لگا کہ حاتم للکارا ''اے جوان! اندیشہ مت کر، غم نہ کھا ، یہ آتش عشق ہے، خدا کو یاد کر ۔''

وہ حاتم کی آواز سنتے ہی آنکھیں بند کر کے کڑاہ میں کود پڑا اور ایک غوطہ مارا اور اس کھولتے گھی کو ٹھنڈا پانی سا پایا ۔ ادھر ادھر کڑاہ میں پھرنے لگا اور گھی کو اپنے بدن پر ملنے بلکہ ہنس کر کہنے لگا کہ اب کیا کہتا ہے ۔ باہر آؤں یا دو چار گھڑی اور بھی اس میں رہوں ؟

مسخر جادو نے جو دیکھا کہ جوان اس میں نہ جلا اور تندرست رہا ، شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا ۔

اس وقت حاتم نے کہا کہ اب حجاب کیوں کرتا ہے ، اپنا وعدہ وفا کر ، کیوں کہ جو کچھ تو نے کہا ، اس بیچارے نے کیا ۔ اور اگر اب تو جادو کے کرنے کی فکر میں ہے تو ہرگز تیرا جادو اس پر اثر نہ کرے گا ، کیوں کہ ایک سرخ مہرہ اور بھی اپنے پاس رکھتا ہے ۔

اس بات کو سن کر وہ شرمندہ ہوا اور اس جوان کو گلے لگا لیا ؛ پھر شادی کا سامان کیا اور اپنی بیٹی کو بہ آئین شایستہ

Marfat.com

بیاہ دیا ۔ جوان سے بہت سی معذرت کی اور کہا کہ یہ ملک و مال سب تیرا ہی ہے ، کیوں کہ میں سوائے اس کے اور کوئی لڑکا بالا نہیں رکھتا ، تو ہی میرا فرزند ہے ۔ حاصل کلام وے دونوں عاشق و معشوق آپس میں ملے ۔

تب حاتم رخصت ہوا اور کہنے لگا کہ بھائی مجھ کو اور بھی ایسے ہی بہت سے کام کرنے ہیں ، رخصت دے ؛ چناں چہ کوہ القا کو جاتا ہوں ۔ جوان پاؤں پرگر پڑا اور دعائیں دینے لگا ۔ ”خدا تیرا حافظ اور مددگار رہے ، راہ لے ۔“

حاتم نے اپنا مہرہ اس سے لے لیا اور کوہ القا کا رستہ پکڑا ۔ کئی رات دن چلا گیا ، آخر ایک دن کوہ القا کے متصل جا پہنچا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک پہاڑ آسمان سے باتیں کر رہا ہے ۔ پرندے کی تو کیا طاقت کہ پر مار سکے اور چرندے کی کیا قدرت جو ادھر نظر کر سکے ۔ حاتم اس اندیشے میں اس کے تلے بیٹھ گیا کہ اگر یہاں کے کسی رہنے والے کو دیکھوں تو پوچھوں کہ اس کی راہ کدھر کو ہے ؛ اسی فکر میں تھا کہ ایک گروہ پری زادوں کا جاتے نظر پڑا ۔ حاتم اس کے پیچھے دوڑا پر نہ پایا اور وہ غول اس کی نظروں سے غائب ہوا ۔

اتنے میں ایک بڑا ہی غار دکھلائی دیا اور ایک پتھر چکنا صاف اس کے لبوں پر لگا ہوا دیکھا ۔ حاتم نے اپنے جی میں خیال کیا کہ اس غار میں کیوں کر جائیے کیوں کہ یہ راہ کسی طرف سے نہیں رکھتا ۔ آخر یہ تدبیر سوجھی کہ اس پتھر پر سے پھسلتا ہوا چلا جائیے، جو چاہے سو کرے خداوند ۔ آخر یوں ہی عمل میں لایا اور صبح سے شام تک لڑھکتا پڑھکتا چلا گیا ۔ جب اس کے پاؤں تہہ پر پہنچے، آنکھیں کھول کر دیکھتا کیا ہے کہ

Marfat.com

ایک میدان نہایت وسیع اور پُر فضا ہے ۔ دیکھتے ہی دل اس کا کھل گیا ؛ تھوڑی دور چلا ، پھر جی میں دھیان کرنے لگا کہ وے پری زاد کدھر گئے اور کسی طرف اس جنگل کی آبادی ہے یا نہیں ؟ یہ سوچ کر دو چار قدم آگے بڑھا کہ ایک عمارت عالی شان و دل چسپ نظر پڑی ۔ گمان کیا البتہ یہاں لوگ رہتے ہوں گے ، چلا چاہیے۔

اس اثنا میں کتنے پری زادوں نے اسے دیکھ لیا کہ ایک آدمی غیر جنس بے دھڑک چلا آتا ہے ۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر بے اختیار دوڑے اور حاتم کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اے آدمی زاد ! یہ مکان تیرے آنے کے لایق نہیں ہے ، یہاں تو کیوں کر آیا اور تجھے کون لایا ؟

وہ بولا کہ خدا ہادی اورؑ رہنما ہے ، لے آیا ۔

اُنھوں نے پھر کہا کہ سچ کہہ ، غار کی راہ تو نے کیوں کر دیکھی ۔

اُس نے کہا کہ میں دور سے تمھیں دیکھ کر دوڑا ۔ تم آگے جا کر بعد ایک ساعت کے آنکھوں سے غائب ہو گئے ۔ میں فکر کرنے لگا کہ الٰہی! وے سب یہاں سے کیا ہوئے اور کہاں گئے؟ بارے خدا کے فضل سے جس طرف تم گئے تھے، میں بھی اُسی طرف چلا ۔ اتنے میں ایک غار تاریک دکھلائی دیا ؛ میں اس کو دیکھ کر نہایت حیران ہوا اور جی میں کہنے لگا کہ اس میں کیوں کر پیٹھوں ۔ یکا یک یہ خیال آ گیا کہ اس پتھر پر لیٹ کر پھسل پڑوں اور کسی طرح اندر جاؤں ۔ غرض وہی کیا اور تمھاری تلاش میں یہاں تک آ پہنچا ۔ اب برائے خدا یہ بتلا دو کہ اس پہاڑ کا کیا نام ہے اور یہ باغ کس کا ہے ؟

Marfat.com

وے بولے کہ اس پہاڑ کا نام القا ہے اور یہ باغ ملکہ الگن پری کا ہے، ہم اُسی کے نگہبان ہیں؛ اب موسم بہار نزدیک آیا ہے، اس واسطے ہم اُس کی خبر لینے آئے تھے۔ اغلب ہے کہ پرسوں تلک وہ بھی سیر کو یہاں تشریف لاوے۔ اور کہنے لگے کہ اے جوان! تجھے کیوں کر اس باغ میں رہنے دیں کہ تو مارا جائے گا، تیری جوانی پر ہم کو رحم آتا ہے۔

تب حاتم نے کہا کہ میں کوئی ٹھکانا نہیں رکھتا، کہاں جاؤں۔ یہ میرے نصیبوں کی یاوری ہے کہ جس کے واسطے اتنی محنت کھینچ کر آیا ہوں وہ اتنا جلد آیا چاہتی ہے۔ اب جو ہونی ہو سو ہو۔

یہ بات سن کر انھوں نے پوچھا ''تجھے اس سے ایسا کیا کام ہے جو تو اس کے ملنے کی آرزو رکھتا ہے؟ تو بے چارہ غریب آدمی اور وہ بادشاہ زادی پریوں کی۔''

حاتم نے کہا ''طالب پری کا انسان ہے اور پری طالب انسان کی۔''

اس بات کو سنتے ہی وہ دق ہوئے اور کہنے لگے کہ شاید تو دیوانہ ہے۔ حق تو یہ ہے کہ جو کوئی اپنی جان سے ہاتھ دھوتا ہے سو ایسی سخت جگہ پاؤں دھرتا ہے۔ غرض نہایت غصے ہو کر وے سب کے سب اُس کی طرف دوڑے اور مستعد اس کے قتل پر ہوئے؛ وہ سر جھکا کر چپکا کھڑا ہو رہا۔ تب وے آپس میں ہنس کر کہنے لگے کہ یہ عجب آدمی ہے۔ نہ بھگانے سے بھاگتا ہے، نہ ڈرانے سے ڈرتا ہے، نہ کسی سے لڑتا ہے؛ ایسے شخص کو کوئی کیوں کر مارے یا دکھ دیوے۔ یہ کہہ کر پھر اُنھوں نے حاتم سے کہا کہ اے جوان! ہم اہل مروت ہیں،

تیرے ہی بھلے کو کہتے ہیں کہ یہ جگہ تیرے رہنے کی نہیں۔ اگر سلامت جایا چاہتا ہے تو اب بھی کچھ نہیں گیا، چپکا چلا جا، نہیں تو رنج کھینچے گا بلکہ مارا پڑے گا۔

یہ بات سن کر اس نے کہا کہ جی کے جانے کا مجھ کو کچھ غم نہیں؛ میں نے خدا کی راہ میں سر دینا اختیار کیا ہے اور جو خدا کی راہ میں مصروف ہوئے ہیں، وے اپنے سر کو ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں، ہر آن اسی کی رضا جوئی میں رہتے ہیں، کیوں کہ وہ خالق زمین و آسمان کا ہے، اس کی بندگی لازم ہے۔

اس بات کو سن کر وے مہربان ہوئے اور کہنے لگے کہ اے جوان خوش گفتار! ہمارے ساتھ آ۔ اگر الگن پری کے دیکھنے کا ذوق رکھتا ہے تو ہم تجھے کسی گوشے میں چھپا رکھیں اور دکھلا دیں، لیکن آفتاب کو ذرّے سے کیا نسبت۔ غرض ایک گوشے میں لے گئے، طرح بہ طرح کے کھانے کھلائے اور قسم قسم کے میوے، اور اس سے صحبت رکھی۔

بعد تین روز کے پوچھا کہ اے جوان! سچ کہہ، تیرے آنے کا سبب کیا ہے؟

اس نے کہا کہ مجھے الگن پری سے سچ مچ ایک کام ہے، اس واسطے کہ وہ ایک جوان سے سات روز کا وعدہ کر کے یہاں آئی ہے؛ اس بات کو سات برس گزر گئے کہ وہ اس کے انتظار میں قریب مرگ کے پہنچا ہے؛ آنکھیں پتھرا گئی ہیں، جان بہ لب ہو رہا ہے، بلکہ سانس لینے کی طاقت نہیں رہی تو بھی بعد دو تین گھڑی کے ایک آہ سرد دل پُر درد سے کھینچتا ہے اور یہ مصرع پڑھتا ہے:

شتاب آ کہ نہیں تاب اب جدائی کی

Marfat.com

میں نے جو اس کا یہ احوال دیکھا ، بے اختیار ہو کر پوچھا کہ کیا احوال ہے تیرا ؟ اس نے اپنی مصیبت از ابتدا تا انتہا سب کی سب میرے سامنے بیان کی ۔ اس واردات کو سن کر میرا کلیجا جل گیا اور آنسو ٹپکنے لگے ۔ میں اس کی خاطر آیا ہوں ، اس واسطے کہ اُس کا قول اسے یاد دلاؤں ، شاید بھول گئی ہو ؛ اور اگر وہ اس امید پر مر جاوے گا تو بڑا غضب پڑے گا ۔

اُنھوں نے کہا کہ اے آدم زاد! ہم اتنی قدرت نہیں رکھتے ہیں جو تیرا احوال جا کر اس سے کہیں مگر یہ کہ تجھے باندھ کر اُس کے سامنے لے جاویں ، پھر جو تیری زبان پر آوے سو عرض کر ۔ یہ بات ہم بطور دوستی کے کہتے ہیں کیوں کہ اگر ہم تجھے بخوبی لے جاویں ، شاید وہ ہم پر غضب ہو کہ اس آدمی کو اس خوبی سے کیوں لائے ہو ۔

حاتم نے کہا کہ جس ڈھب سے بنے اس ڈھب سے مجھ کو اس کے پاس لے چلو ، آگے میں ہوں اور میری محنت یا اس جوان کی قسمت ۔

غرض ایک دن الگن پری اپنے محل سے نکل کر اس باغ کی طرف سے ناز و ادا سے چلی آتی تھی: وے سب کے سب استقبال کو آئے اور آداب بجا لائے ۔ الگن پری آ کر تخت پر بیٹھ گئی اور وے پریاں جو اس کی جلیس تھیں ، کرسیوں پر قاعدے سے برابر بیٹھیں ۔

پھر پری زادوں نے باغ میں آ کر حاتم سے کہا کہ چل تیرے تئیں ہم ملکہ کو دکھلا دیں ۔ غرض لے آئے اور ایک جھروکے کے پاس بٹھلا دیا اور کہا کہ دیکھ وہ جو تخت زریں پر دھانی جوڑا پہنے اور سر پر آنچل پلو کا دوپٹا اوڑھے ہوئے ایک غرور و ناز سے بیٹھی ہے ، وہی الگن پری ہے ۔ حاتم دیکھتے

Marfat.com

ھی غش کر گیا ۔ جب ھوش میں آیا ، خدا کی درگاہ میں سجدہ کیا اور اس کی صنعت پر مقر ھوا ؛ جوان کو اپنی خاطر سے بھلا دیا بلکہ اُس پری پر آپ ھی دیوانہ ھو گیا یہاں تک کہ کھانا پینا بھی چھوڑ دیا ۔ اس طرح سے تین دن گزر گئے۔ اتفاقاً رات کے وقت آنکھ لگ گئی تو کیا سنتا ھے کہ کسی طرف سے ایک آواز آتی ھے کہ اے حاتم! اُٹھ اور اپنے تئیں پہچان ۔ اسی منہ پر تو نے خدا کی راہ میں کمر باندھی ھے کہ غیر کی امانت میں خیانت کرے اور اس بات کا دم بھرتا ھے کہ میں جو کام کرتا ھوں سو عنداللہ ھی کرتا ھوں ؟ مصرع

یہ اگر سچ ھے تو ظالم اُسے کیا کہتے ھیں

اس بات کے سنتے ھی وہ چونک پڑا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا ، کوئی نظر نہ آیا ۔ تب اپنی جگہ سے اُٹھا ، استغفار کرنے لگا اور خدا سے ڈرا اور بہت سا رو دیا ؛ ندان سر کو زمین پر دھر دیا اور عجز سے کہنے لگا کہ الٰہی ! تو میرے گناہ بخش کہ تو غفور الرحیم ھے ۔ بعد اس کے پری زادوں سے کہا کہ مجھ کو ملکہ کے پاس لے چلو کیوں کہ وہ غریب میرے آنے کا راہ دیکھتا ھو گا ، میں کب تک انتظار کھینچوں ۔

اُنھوں نے شہزادی کو خوش دیکھا ، حاتم کے ھاتھ باندھ کر باغ کے دروازے پر لے آئے ۔ پھر اُن میں سے ایک نے جا کر ملکہ سے عرض کی کہ ایک آدمی زاد گردش کا مارا باغ کے نزدیک آ گیا تھا ، ھم اس کو باندھ کر باغ کے دروازے پر لے آئے ھیں ، آگے جو حکم ھو سو کریں ۔

ملکہ نے کہا کہ اس کو حضور میں لے آؤ ۔ جوں لے آئے ، حاتم کو دیکھتے ھی اس جوان کو بھول گئی اور اس کا ھاتھ

Marfat.com

پکڑ کر اپنے پاس کرسیٔ زریں پر بٹھلا لیا ۔ پھر پوچھا کہ اے جوان! کہاں سے آیا ہے ؟ کیا نام ہے تیرا اور کیا مطلب رکھتا ہے تو ؟

اُس نے کہا ''میں طے کا بیٹا ہوں ، یمن سے آیا ہوں اور حاتم نام ہے میرا ۔''

پری زاد نے جو اُس کا نام سنا ، تخت سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے بھی تیرا نام سنا ہے کہ تو یمن کا شہزادہ ہے ۔ بڑی مہربانی کی کہ یہاں قدم رنجہ فرمایا ۔ بارے یہ کہہ کہ آنے کا سبب کیا ہے اور اتنی مصیبت کیوں اٹھائی ؟ میں تو تیری لونڈی کی جگہ ہوں اور تجھے اپنا سرتاج جانتی ہوں ۔

حاتم نے کہا کہ یہ تیری مہربانی ہے ۔ اور شاہ آباد سے آیا تھا اور اب صحرائے احمر کی طرف جاتا تھا : اثنائے راہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان کسی درخت کے تلے نعرے مارتا ہے اور آنکھیں بند کیے یہ مصرع پڑھتا ہے : مصرع

شتاب آ کہ نہیں تاب اب جدائی کی

میں نے پوچھا کہ اے جوان! تو نے اپنا احوال کیوں تباہ کیا ہے؟ برائے خدا اپنا ماجرا مجھ سے کہہ ۔ اُس نے تمام سرگذشت اپنی اور تمہاری محبت و مہربانی کی بیان کی اور کہا کہ ملکہ سات دن کا وعدہ کر کے گئی ہیں اور سات ہی برس گزر گئے کہ نہیں آئیں ۔ میں انتظاری میں اُن کے نالاں و گریاں ہوں : نہ طاقت جسم کی رکھتا ہوں ، نہ قدرت رہنے کی ۔ سوائے اس کے جنے کے وقت اُنھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ کہا تھا کہ خبردار تو یہاں سے کہیں اگر جائے گا تو خراب ہوگا ۔ حیران ہوں کہ اب معشوق کا حکم کس طرح ٹالوں ۔ اگر ملاقات ہونی ہے تو یہیں ہورہے گی ۔

Marfat.com

میں نے جو اس کا یہ احوال دیکھا اور عاشق پایا ۔ اپنا مطلب چھوڑ کر آیا ہوں ۔ اگر اُس بے چارے کے احوال پر مہربانی فرماؤ تو گویا مجھے مول لو اور اُس ادھ موئے کو جان بخشو ۔

پری نے کہا ''اے یمن کے شاہزادے! میں تجھے دیکھ کر اُسے بھول گئی اور وہ میرے لائق نہیں ، عشق بھی اس کا خام ہے کیوں کہ سات برس گزر گئے کہ وہ اپنی جان کے ڈر سے وہیں رہا اور کوہ القا پر قدم بھی اس نے نہ رکھا ۔''

تب حاتم نے کہا ''اگر وہ عاشق صادق نہ ہوتا تو کیوں تیری محبت کی دارو پیتا ، اور کس واسطے تیری یاد میں اپنے تئیں خراب کرتا ۔ سوائے اس کے تو خود اُس سے وعدہ کر کے آئی ہے کہ میں سات روز میں آؤں گی ، تو میرے آنے تک کہیں نہ جانا ۔ وہ غریب عاشق نا مراد اپنے معشوق کی عدول حکمی کیوں کر کرے اور اُس کو یقین ہے کہ میری معشوق میرے پاس یہیں آوے گی ۔ اب مجھ کو لازم نہیں ہے جو میں بھوک اور پیاس کے مارے کسی طرف چلا جاؤں اور وہ یہاں آ کر جو مجھے نہ پاوے تو رنجیدہ ہو ۔

یہ بات سن کر اس نے کہا کہ تو کچھ کہہ ، میں اس کو ہرگز قبول نہ کروں گی ۔

حاتم بولا کہ اے مہر لقا! اس قدر خفگی کا سبب کیا ہے ؟ بیان کر ۔ حق تو یہ ہے کہ جب تک وہ اپنی مراد کو نہ پہنچے گا تب تک میں بھی یہاں سے نہ جاؤں گا ۔

پری نے کہا کہ تو یہ امید مجھ سے مت رکھ ، میں کبھی اُس کے پاس نہ جاؤں گی ۔

حاتم نے کہا کہ از برائے خدا میری محنت و مشقت رایگاں

Marfat.com

مت کر، کیوں کہ میں نے بہت سی محنت و مصیبت اٹھائی ہے۔ تب وہ بولی کہ میں تیرے کہنے کے باہر نہیں۔ اچھا تیری خاطر سے اس کو اپنے پاس رکھوں گی، پر ہم صحبت نہ ہوں گی۔

حاتم نے کہا کہ خیر میں بھی تیرے دروازے پر بیٹھ کر اتنے فاقے کروں گا کہ مر جاؤں گا اور میرا خون تیری گردن پر رہے گا۔ یہ کہہ کر اٹھا اور اس کے دروازے پر ایک درخت کے تلے جا بیٹھا، دانا پانی چھوڑ دیا اور اسی صورت سے سات روز گزر گئے۔

ایک شب اس نے یہ خواب دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ اے حاتم! یہ الگن پری ہے، اس نے اسی صورت سے اپنے فراق میں کتنے ہی کو مارا ہے۔ تو پہلے اس سے کہہ کر اس جوان کو بلوا اور وہ مہرہ جو اس خرس کی لڑکی نے تجھے دیا ہے اس کو دے کہ اپنے منہ میں رکھ کر غرغرا کرے اور پیالے میں ڈال کسی طرح بھی اس پری کو پلا دے، پھر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھ۔ یقین ہے کہ معشوق عاشق ہو جاوے۔ یہ بات سن کر وہ چونک پڑا اور متفکر ہوا۔

اتنے میں صبح ہو گئی۔ الگن پری اس کے پاس آ کر کہنے لگی کہ اے جوان! تو نے دانا پانی کیوں چھوڑ دیا ہے؟ اگر بے آب و دانہ مر جاوے تو میں تیرے گناہ میں پکڑی جاؤں گی اور خدا کو کیا منہ دکھلاؤں گی۔

حاتم نے کہا "تو اس کو بلوا کر دیکھ اور وہ تیرا دیدار دیکھے کہ مطلب اس کا یہی ہے۔"

الگن پری نے کہا کہ البتہ یہ بات میں نے قبول کی۔ اس

Marfat.com

سخن کے سنتے ہی حاتم خود مستعد ہوا کہ جا کر اُس جوان کو لے آوے کہ ملکہ نے کہا کہ صاحب! تم کس واسطے تکلیف کرتے ہو، میں کئی پری زادوں کو بھیج کر بلوا لیتی ہوں ۔ یہ کہہ کر پھر گئی ؛ پری زادوں کو فرمایا کہ تم فلانے پہاڑ کی طرف جاؤ ، وہاں ایک شخص کسی درخت کے نیچے پتھر کی سل پر آنکھیں بند کیے کھڑا ہے اور آہیں سرد بھرتا ہے ۔ اُس سے کہو کہ حاتم وہاں جا پہنچا اور تیرا احوال اُس نے تیری معشوقہ سے مفصل بیان کیا ، اس واسطے تجھے الگن پری نے بلوایا ہے ۔

غرض وے پری زاد ایک پل میں وہاں جا پہنچے اور اُس ماجرے کو اُس سے کہنے لگے ۔ وہ اس بات کے سنتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھا اور حاتم کی ہمت پر آفریں کر کے ساتھ ہو لیا ۔ وے ایک ہی دن میں اُسے شہزادی کے پاس لے آئے ۔ ملکہ نے اس کو اپنے پاس بٹھلا لیا ۔ جوان اُس کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا ۔ شہزادی نے اپنے ہاتھ سے اُس پر گلاب چھڑکا ؛ بعد ایک دم کے ہوش میں آیا ۔

تب الگن پری نے آہستہ پیار سے کہا کہ اے جوان ! مجھ کو خوب سا دل بھر کر دیکھ لے ۔

غرض تمام دن یہی صحبت رہی ۔ شام کے وقت اُس نے اپنی پریوں سے کہا کہ مجلس نشاط کی آراستہ کرو اور ناچ راگ شروع ہووے ؛ اس بات کے سنتے ہی وے ناچنے گانے لگیں ۔ حاتم اور وہ جوان بھی بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے ، پر الگن پری ہرگز اس جوان کی طرف متوجہ نہ تھی ۔ یہ حالت دیکھ کر حاتم نے اس جوان کو کہا کہ تو اس مہرے کو پانی میں

Marfat.com

رگڑ کر منہ میں لے اور اس کی پانی پینے کی ٹھلیا میں کلی کر دے اور پھر یہاں آ کے چپکے سے بیٹھ رہ ۔ جوان اس کام میں مشغول ہوا کہ کتنی پریوں کی نگاہ اس پر جا پڑی ۔ بے اختیار دوڑ پڑیں اور کہنے لگیں کہ تجھ کو آب خاصے کی ٹھلیوں سے کیا کام ہے ۔

اس نے کہا کہ شدت سے پیاسا ہوں ، کیا کروں ۔ انھوں نے اس کو پانی پلا دیا ، پھر وہیں آ بیٹھا ۔

حاتم نے جب دیکھا کہ جوان نے اپنا کام تمام کیا ، ملکہ سے کہا کہ اس کو نہایت گرمی ہے ، تھوڑا سا شربت پلاؤ اور اس کی پیاس بجھاؤ ۔ پری نے ارشاد کیا کہ جلد شربت تیار کر لاؤ ۔ حاتم آپ ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ہاتھ سے شربت تیار کر شہزادی کے سامنے لے آیا ۔

اس نے ارشاد کیا ''تھوڑا تھوڑا سب پئیں ۔''

حاتم نے کہا کہ پہلے آپ قدرے نوش جان کریں ، پھر سب پئیں گے ۔

ملکہ نے حاتم کے ہاتھ سے شربت کا پیالہ لیا اور منہ سے لگایا ؛ دو ہی گھونٹ پیتے ہی وہ پری اس آدم زاد پر دیوانی ہو گئی ۔

حاتم نے جو دیکھا کہ احوال اس کا کچھ اور ہے ، آہستہ سے کہا کہ اے ملکہ! اس عاشق نیم جان اور کشتۂ ہجران پر اگر مہربانی فرماوے تو تیرے اخلاق سے چنداں دور نہیں ۔

اس نے مسکرا کر یہ مصرع پڑھا : مصرع

ای باد صبا این همه آوردهٔ تست

Marfat.com

پھر کہنے لگی ''نہیں جانتی یہ آفت کس کی آٹھائی ہوئی ہے اور یہ آگ کس کی لگائی ہوئی ۔ اب مجھ سے بھی درد آس کی جدائی کا نہیں سہا جاتا اور اس کے بے ملے ایک دم رہا نہیں جاتا ؛ لاچار ہوں ، تیرا کہا مانا اور آس کو قبول کیا مگر بے رضامندی ماں باپ کے یہ کام نہیں کر سکتی ۔''

یہ کہہ کر کوہ القا کی طرف گئی اور محل میں داخل ہو کر والدہ کو مجرا کیا اور سر جھکا کر شرم سے چپکی ہو رہی ۔ آس کی ماں نے کہا کہ اتنے جلد آنے کا سبب کیا ہے ؟ ابھی تو چالیس روز نہیں ہوئے ۔

تب آس کی مصاحبوں نے عرض کی کہ ملکہ کو ایک آدم زاد پسند آیا ہے اور آس نے بھی ان کے عشق و محبت میں برسوں رنج و تعب آٹھائے ہیں ۔ اب جوں توں یہاں آن پہنچا ہے، اس واسطے چاھتی ہیں کہ اس کو اپنا دم ساز اور محرم راز کریں لیکن آپ کی بے اجازت یہ کام آن سے نہیں ہو سکتا ۔

اس بات کے سنتے ہی وہ اپنے خاوند کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ تمھاری بیٹی کی خواھش ہے کہ ایک آدم زاد سے اپنا بیاہ کرے ۔

اس نے کہا کہ اگر اس کی مرضی ہے تو مبارک ہو ، چشم ما روشن ۔

القصہ الگن پری نے اسی وقت حاتم کو اور اسی جوان کو باغ سے بلا بھیجا ۔ ماں آس کی ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور اپنے خاوند سے بھی تعریف کی ۔ آس نے آسی وقت بیاہ کا سر انجام تیار کیا اور ملکہ کو دھوم دھام سے اس جوان کے ساتھ موافق اپنی رسموں کے بیاہ دیا ۔ عاشق و معشوق باھم ملے اور

Marfat.com

حاتم کو دعائیں دینے لگے ۔

آخر سات روز کے بعد حاتم ان سے رخصت ہونے لگا ۔ پری نے پوچھا کہ اب کہاں کا قصد رکھتے ہو ؟

اُس نے کہا " کوہ احمر کا ، کیوں کہ مجھے وہاں ایک کام ضروری ہے ۔"

پری نے کہا کہ ایک دن میں تمہیں وہاں بھیجوا دیتی ہوں ، مت گھبراؤ ۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے کئی پری زادوں سے کہا کہ تم اس کو ایک تخت پر بٹھلا کر وہاں پہنچا آؤ ۔

وے اس کو ایک تخت مرصع پر بٹھلا کر اُڑے ، رات کے وقت وہاں جا پہنچے ۔ حاتم نے ان کو کہا کہ مجھ کو یہیں چھوڑو اور تم رخصت ہو ۔ بہ موجب کہنے حاتم کے وے سب رخصت ہوئے اور حاتم اُسی آواز پر چل نکلا اور اُسی درخت کے پاس جا پہنچا کہ جس سے وہ آواز آتی تھی ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک پیر مرد وہاں لوہے کے پنجرے میں لٹکتا ہے ۔ حیران ہوا اور ایک ساعت کھڑا رہا ۔ پھر پوچھنے لگا کہ اے بزرگ ! یہ آواز کیوں تیرے منہ سے ہر گھڑی نکلتی ہے اور وہ کون ہے کہ جس نے تجھے اس پنجرے میں بند کر کے لٹکا دیا ہے ؟

یہ بات سن کر بڈھے نے ایک آہ کھینچی اور کہا کہ اے جوان! میرا احوال کچھ مت پوچھ اور جو پوچھتا ہے تو میری طرف غور کر ۔ اس شرط پر میں تجھ سے کہتا ہوں ۔

حاتم نے کہا کہ میں نے قبول کیا ۔

اُس نے کہا کہ میں احمر سوداگر ہوں ۔ جس وقت میں پیدا

Marfat.com

ہوا تھا اُس وقت یہ ملک میرے باپ نے میرے نام سے آباد کیا تھا ۔ جب میں بڑا ہوا باپ مجھ کو اس شہر میں چھوڑ کر کسی ملک میں تجارت کے واسطے گیا ۔ میں نہایت فضول خرچ تھا ، جو زر و جواہر ، مال و متاع باپ نے مجھ کو گذران کے واسطے دیا تھا ، میں نے تھوڑے ہی عرصے میں اُڑا دیا ، محتاج ہوگیا ، افلاس غالب آیا ۔ اور باپ میرا اُسی سفر میں مر گیا ، کچھ گڑا گڑایا میرے ہاتھ نہ لگا ۔

بعد چند روز کے بازار میں ایک جوان کو دیکھا میں نے ، یوں کہتا ہے کہ جس کسی کا زر و جواہر، مال و متاع یا اسباب کھویا گیا ہو یا زمین میں گاڑ کر بھول بیٹھا ہو ، میں اپنے علم سے نکال دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ چوتھا حصہ مجھ کو دے ۔ یہ بات میں نے اس کی مان لی اور اُس کو اپنے گھر میں لا کر ہر ایک جگہ دکھلا دی ۔ اس نے جا بجا سے مٹی اُٹھا کر سونگھی اور پھینک دی ۔ آخر ایک کونے کو کھدوایا، وہاں زر و جواہر بے شمار نکلا ؛ میں چوتھائی دینے میں حیلہ کرنے لگا اور اپنے قرار سے پھر گیا ۔ تھوڑا سا اُٹھا کر اُس کے آگے دھر دیا ۔ اس نے کہا کہ میں وہی اپنا چوتھا حصہ لوں گا ۔ اس بات سے میں برہم ہوا اور طپانچے مار کر اُس کو باہر کر دیا ؛ وہ میری جان کو روتا پیٹتا چلا گیا ۔ بعد کتنے دنوں کے پھر آیا اور مجھ سے دوستی پیدا کی ، بلکہ یار غار ہو کر ایک دن کہنے لگا کہ جو کچھ زمین میں گڑا ہوا ہے ، مجھے سب نظر آتا ہے ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا علم ہے؟ میں بھی کسی طرح سیکھ سکوں ۔ اس نے کہا ”بہت آسان ہے ؛ وہ ایک سرمے کی ترکیب ہے کہ اُسے بنا کر جو کوئی آنکھوں میں دیوے ، جتنا مال کہ چھپا ہوا ہے نظر آنے لگے ۔“

تب میں نے کہا کہ اگر تو ایسا سرمہ میری آنکھوں

Marfat.com

میں لگاوے اور مال مجھے نظر آوے تو آدھا تیرا۔

اُس نے کہا کہ بہت بہتر؛ تو میرے ساتھ جنگل میں چل، میں تیری آنکھوں میں ایک سلائی پھیر دوں۔

میں اس کے ساتھ اس جنگل میں آیا اور اس پنجرے کو دیکھ کر حیران ہو پوچھنے لگا کہ یہ پنجرا کس کا ہے؟

اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ یہ کہہ کر وہ اس درخت کے تلے بیٹھ گیا اور اپنے بغل سے ایک ڈبیا سرمے کی نکال کر ایک سلائی بھری اور میری آنکھوں میں پھیر دی؛ فی الفور میں اندھا ہو گیا اور اُس سے کہنے لگا ''اے عزیز! یہ کیا کیا تو نے، مجھے اندھا کیا۔''

وہ بولا ''جھوٹوں اور بد عہدوں کی یہی سزا ہے۔ اگر آنکھوں کی بصارت چاہتا ہے تو اس پنجرے میں بیٹھ رہ اور یہ سخن کہا کر کہ بدی مت کر کسی سے، اگر کرے گا تو وہی پاوے گا۔''

میں نے پھر پوچھا کہ سچ کہہ، میری آنکھوں کا علاج کیا ہے؟ اس نے کہا کہ بعد ایک مدت کے ایک جوان حق پرست ادھر آوے گا، تو اس سے اپنا احوال کہنا؛ وہ کہیں سے نوریز گھانس لا کے تیری آنکھوں میں اس کا پانی چواوے گا، آنکھیں تیری جیسی کی تیسی ہو جاویں گی۔

اسی اُمید پر تیس برس سے اس پنجرے میں بیٹھا ہوا اُس کی راہ تکتا ہوں۔ اور کبھی کبھی جو اکتا کر اُس سے نکلتا ہوں تو تمام بدن ہڈی سے لے کر گوشت تک اور گوشت سے لے کر پوست تک درد کرتا ہے، بے تاب ہو کر پھر اسی میں جا بیٹھتا ہوں اور آہ سرد کھینچ کر یہی سخن کہتا ہوں۔ اسی صورت

Marfat.com

سے کتنے ہی آئے اور کتنے ہی پوچھ پوچھ چلے گئے ، پر کوئی میری داد کو نہ پہنچا اور نہ کسی نے اُس کی تدبیر کی ۔

حاتم نے کہا کہ تو خاطر جمع رکھ ، یہ کام میں کروں گا ۔

اتنے میں وے پری زاد جو حاتم کو یہاں پہنچا کے کوہ القا کو گئے تھے، الگن پری دیکھتے ہی اُن پر جھنجلائی اور کہنے لگی کہ جب وہ اس کام سے فراغت کرتا تب اُس کے گھر پہنچا کر تم یہاں آتے ۔ اب اسی میں تمھاری خیر ہے کہ اس کو اس کے گھر پہنچا کر یہاں آؤ ، نہیں تو بے طرح پیش آؤں گی ۔

اس بات کے سنتے ہی وہ دوڑے اور حاتم کے پاس آ کر موجود ہوئے ؛ پھر اپنی سرگذشت بیان کی اور پوچھا کہ اب آپ کا قصد کیدھر کا ہے ؟

اس نے کہا کہ جہاں نوریز گھانس ہے ، وہاں جایا چاہتا ہوں ۔

وے بولے "ہم تم کو اُس جنگل کے قریب پہنچا دیں گے اور دور سے پتا بھی بتا دیں گے لیکن وہاں نہ جائیں گے ۔ اگر تم سلامت پھرے تو تمھیں تمھارے شہر پہنچا دیں گے ، نہیں تو جو تم پر گزرے گی ملکہ سے عرض کر دیں گے ۔"

حاتم نے پوچھا کہ اُس کا سبب کیا ہے ؟

اُنھوں نے کہا کہ صاحب ! جس وقت وہ گھاس زمین سے نکلتی ہے ، اُس وقت تمام گل اُس جنگل کے مانند چراغ کے روشن ہو جاتے ہیں اور ہزاروں جانور ، کیا سانپ ، کیا بچھو ، کیا چرندے ، کیا پرندے ، کیا درندے ، کیا گزندے اُس گھاس کے گرد آ کر جمع ہوجاتے ہیں ؛ اس واسطے وہاں کسی کا گزر نہیں ۔

Marfat.com

حاتم نے کہا "بارے دیکھوں قسمت میں کیا ہے ۔"

تب ایک پری زاد نے حاتم کو کاندھے پر بٹھلا لیا ، باقی ساتھ ہو لیے۔ حاصل یہ ہے کہ ساتویں دن اُس جنگل کے قریب جا پہنچے ۔ ایک میدان وسیع نظر پڑا ، حاتم نے پوچھا کہ وہ گھانس کہاں ہے ۔

وے بولے کہ اس کے آگنے کا وقت نزدیک پہنچا ہے ، دو چار ھی روز میں نکلے گی ۔

حاتم اور وے پری زاد کئی دن اس جنگل میں باھم رہے اور ھر ھر قسم کے میوے کھایا کیے کہ ایک دن وہ گھاس زمین سے نمود ھوئی ۔ جہاں تلک پھول تھے چراغوں کے مانند روشن ھوگئے؛ سارا جنگل خوشبو سے مہک اٹھا، جانور ھر قسم کے آ کر اس کے گرد جمع ھوئے اور ایک حلقہ باندھ کر کھڑے رہے ۔

حاتم نے پری زادوں سے کہا کہ تم یہیں رھو، میں توکل بخدا جاتا ھوں ، آگے جو مرضی اس کی ۔ یہ کہہ کر وہ مہرہ منہ میں دھرا اور اُس جنگل میں جا کر دو تین پتے گھاس کے اور کئی پتیاں پھولوں کی لے کر خیریت سے پھر آیا ۔

پری زاد دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ عجب طرح کا آدم زاد ہے کہ اس کے ثانی نہ دیکھا نہ سنا ۔ غرض پھر اُسی طرح سے حاتم کو اس بڈھے کے پاس پہنچا دیا ۔

وہ اُسی حالت میں پڑا تھا ۔ اتنے میں پکار کر کہا کہ اے پیر مرد! میں وہ گھاس لے آیا ھوں ۔

بڈھے نے کہا "مرحبا! اب لازم ہے کہ تو اپنے ھاتھوں سے اُسے مل کر دو تین قطرے میری آنکھوں میں ٹپکا دے ۔"

Marfat.com

حاتم نے وهی کیا - پہلے تو اُس کی آنکھیں اُبل آئیں، پھر نیلگوں ہو گئیں، آخر پانی سوکھ گیا اور کٹورا سی ہو گئیں -

وہ حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اور معذرت کرنے لگا -

اس نے بھی اُسے گلے لگا لیا اور کہا ''بھائی! از برائے خدا کیا کہتا ھے- میں نے خدا کی راہ میں کمر باندھی ھے، جو کام میرے ھاتھ سے نکلتا ھے میں اُسے غنیمت جانتا ھوں اور اپنی سعادت سمجھتا ھوں -''

پیر مرد نے کہا کہ اے جوان مرد! میرے گھر میں بہت سا زر و جواھر ھے، تو وھاں چل اور جس قدر چاھے اس میں سے لے-

حاتم نے کہا ''مجھے ھرگز زر و جواھر درکار نہیں - خدا کے فضل سے میرے گھر میں بے شمار ھے کہ میں اُسی کو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ھوں، تیرا مال لے کر کیا کروں -''

یہ کہہ کر وہ پیر مرد سے رخصت ھوا اور پری زادوں کے کندھے پر سوار ھو کر بعد دس روز کے شہر شاہ آباد میں آیا -

تب پری زادوں نے کہا کہ خداوند! آپ اپنی مہر سے ایک رسید لکھ دیجیے کہ تا ھم بادشاہ زادی کو دیں کہ اُن کی دل جمعی ھووے -

حاتم نے ایک رسید اپنے احوال سمیت لکھ کر اُن کے حوالے کی، وے اُدھر اُڑے - یہ شہر میں داخل ھو کر کارواں سرائے میں آیا اور منیر شامی سے ملاقات کر کے نہایت خوش ھوا -

بعد دو چار گھڑی کے دونوں متفق ھو کر حسن بانو کے

---

۱ - نسخہ مطبوعہ بمبئی میں 'کہ' کی جگہ 'لے' ھے -

Marfat.com

گھر آئے۔ وہ ایک مکان پاکیزہ میں پردۂ پر تکلف ڈال کر بیٹھی اور ان کو باہر جواہر کی چوکیوں پر بہ عزت تمام بٹھلایا اور احوال پوچھا ۔

حاتم نے تمام و کمال بیان کیا ۔ حسن بانو نے اُن کی ضیافت کی تیاری کی ۔ دسترخوان بچھوا دیا ، طرح بہ طرح کے کھانے چنوا دیے اور قسم قسم کے میوے رکھوا دیے۔ ہنسی خوشی اُنھوں نے نوش جان کیا اور رات کی رات وھیں آرام فرمایا ۔

صبح کو حاتم نے پوچھا کہ اے حسن بانو! اب کون سا مطلب ھے ؟

اُس نے کہا کہ ایک شخص کہتا ھے کہ ''سچے کو ھمیشہ راحت ھے'' وہ کیا سچ بولا ھے اور کیا راحت پائی ھے ؟ اُس کی خبر لا ۔

حاتم نے کہا کہ تم جانتی ھو وہ کس طرف ھے ؟

حسن بانو بولی کہ میں نے اپنی دائی سے سنا ھے کہ شہر قرم میں ھے ، پر یہ نہیں جانتی کہ وہ شہر کس طرف کو ھے ۔

حاتم نے کہا ''خیر خدا یہ بھی مشکل آسان کرنے کا ۔''

چوتھا سوال

حاتم کے جانے کا اور اس بات کی خبر لانے کا
کہ ''سچ کو ہمیشہ راحت ہے''

القصہ حاتم حسن بانو سے رخصت ہوا اور شہر سے باہر نکلا ؛ بعد کئی منزلوں کے ایک دامن کوہ میں جا پہنچا ۔ وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک دریا عظیم لہو سے بھرا ہوا نہایت زور و شور سے بہہ رہا ہے ۔ اُس کو دیکھ کر متفکر ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ میں نے کبھی لال پانی کا دریا نہیں دیکھا ۔ اس کو دریافت کیا چاہیے کہ یہ کس طرف سے آتا ہے اور اس کے بہنے کا سبب کیا ہے ؟ یہ ارادہ کر کے اس طرف روانہ ہوا ۔

اتنے میں ایک درخت عالی شان سامنے سے نظر پڑا ۔ جب اُس کے پاس پہنچا ، دیکھا کہ ہر ایک ڈالی میں اُس کی سیکڑوں سر آدمیوں کے لٹکتے ہیں اور اس کے نیچے ایک تالاب نہایت خوش قطع ملبّب ہے اور اُسی کا پانی جنگل کی طرف چلا جاتا ہے ۔ یہ اس درخت کے تلے بیٹھ گیا اور جتنے سر اس درخت میں لٹکتے تھے بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسنے لگے ۔ یہ دیکھ کر حیران رہا کہ کٹے ہوئے سر ہنستے ہیں اور ان سے قطرے لہو کے ٹپک ٹپک کر اُسی تالاب میں گرتے ہیں اور پانی خون آلودہ ہو کر دریا میں چلا جاتا ہے !

اتنے میں نظر اس کی اُس سر پر جا پڑی جو سب سروں سے اوپر لٹکتا تھا ۔ یہ اس کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو گیا ۔ جب

Marfat.com

ھوش میں آیا ، اپنے جی میں کہنے لگا کہ اس ماجرے کو بے دریافت کیے میں کیوں کر کسی کے سامنے بیان کروں گا ، پس لازم ھے کہ تھوڑے دن یہاں رھیے اور اس احوال کو بخوبی دریافت کیجیے کہ یہ کیا اسرار ھے ۔ یہ اسی فکر میں تمام دن وھاں رھا ۔

اتنے میں رات ھوگئی ۔ یہ ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ رھا ۔ سارے سر ٹہنیوں سے چھوٹ کر تالاب میں گر پڑے ۔ اور حاتم اس تالاب کی طرف دیکھتا تھا ۔ اُس میں ایک نشست گاہ نہایت پاکیزہ تھی ، فرش شاھانہ اُس پر لا کے بچھایا اور ایک تخت زریں بھی وھاں پر تکلف ایک قرینے سے رکھ دیا ۔ بعد کئی گھڑی کے کتنی پریاں نازنین نکلیں ؛ اُن میں ایک پری زاد نہایت نوکیلی سجیلی ھوش ربا ، ماہ لقا تھی ؛ آتے ھی ناز و غرور سے اُس تخت پر بیٹھ گئی ۔ حاتم نے جو غور کر کے دیکھا ، معلوم کیا کہ وھی سر ھے جو سب سے اونچا تھا ؛ پھر کتنی پریاں گرد اس کے کرسیوں پر بیٹھ گئیں اور کتنی ھاتھ باندھ کر با ادب کھڑی ھو رھیں ۔

اتنے میں طائفہ ساز ملا کر آ کھڑا ھوا اور اس تخت کے سامنے ناچنے لگا ۔ حاتم تاک لگائے دیکھتا تھا اور فکر کرتا تھا کہ الٰہی! یہ کیا راز ھے! جب آدھی رات گئی ، دسترخوان شاھانہ بچھایا اور اقسام اقسام کے طعام پاکیزہ و لطیف اُس پر چنے ؛ پھر اُس تخت نشین نے ایک خواص سے کہا کہ تو ایک خوان کھانے کا آئین شایستہ سے تیار کر کے اُس مسافر کو جو فلانے کونے میں بیٹھا ھے ، دے آ ۔

وہ اُسی صورت سے تیار کر، سر پر دھر، حاتم کے پاس لے گئی اور کہنے لگی کہ یہ ھمارے سردار نے تجھے بھیجا ھے ۔

Marfat.com

حاتم نے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اور تیرے سزدار کا کیا نام ہے ؟

وہ بولی کہ تجھے میرے نام سے اور سردار کے نام سے کیا کام ہے ؟ اگر بھوکا ہے تو کھانا کھا ۔

حاتم بولا کہ تو جب تک اپنا نام نہ بتاوے گی اور اپنے سردار کا ، ہرگز نہ کھاؤں گا ۔

یہ بات سن کر وہ نازنین پھر آئی اور ملکہ سے عرض کرنے لگی کہ وہ مسافر کھانا نہیں کھاتا اور کہتا ہے کہ جب تک تو اپنا نام اور اپنی سردار کا اور احوال اس جماعت کا کہ اس تالاب سے نکلی ہے ، ظاہر نہ کرے گی ، میں تب تک کچھ نہ کھاؤں گا ۔

ملکہ نے کہا کہ تو جا کر کہہ کہ تم پہلے کھانا کھا لو ، میں پیچھے کہوں گی ۔ جب کھا چکے ، کہیو کہ آج نہیں کل ۔

وہ حاتم کے پاس آئی اور جو کچھ بادشاہ زادی نے سکھلا دیا تھا ، عمل میں لائی ۔ غرض حاتم نے چاہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ لے کہ وہ بھاگ کر تالاب میں کود پڑی اور ملکہ کے پاس جا کھڑی ہوئی ۔ اور شہزادی تمام رات ناچ و راگ میں مشغول ہوئی ۔ جب صبح ہوئی ، سب کی سب تالاب میں کود پڑیں ۔

بعد ایک ساعت کے کتنے ہی سر پانی پر تر آئے اور آپ ہی آپ تالاب میں سے اچھل اچھل کر درخت کی ڈالیوں میں لٹک گئے ، اور وہ سر بدستور سب سے اونچا لٹکا ، پھر سب کے سب ہنس پڑے ۔ حاتم بھی اس کونے سے دیکھتا تھا لیکن سردار کے سر سے ٹکٹکی لگائے تھا اور دل میں کہتا تھا کہ اگر اس بھید کو پا لوں تو اس نازنین سے جو شب کو جیتی ہے ، ہرطرح سے نکاح کروں ۔

Marfat.com

اور کہتا تھا کہ الٰہی! یہ کیا اسرار ہے ؟ ہر رات یہ جیتی ہیں اور دن کو اس درخت میں اٹک جاتی ہیں ، شاید یہ کام بہ سبب جادو کے یا طلسم سے ہوتا ہے ۔

انھیں سوچوں میں دن آخر ہوا اور شام ہوئی ۔ رات کے وقت وے سر پھر تالاب میں گرے اور بدستور سابق فرش بچھایا گیا اور مجلس آراستہ ہوئی ۔ پری زادیں اور بادشاہ زادی تخت اور کرسیوں پر جا بیٹھیں ، ناچ شروع ہوا ۔ اور حاتم منتظر تھا کہ آج کی رات کا وعدہ کیا ہے ، دیکھیے آ کر وفا کرتی ہے یا نہیں ۔

جب آدھی رات ہو گئی تب اسی طرح سے دسترخوان بچھا ، کھانا قسم قسم کا چنا گیا ۔ شہزادی نے پھر ایک خوان کھانے کا اسی پری کے ہاتھ بھیجا ، وہ لے کر حاتم کے پاس گئی ۔ وہ اس کو دیکھتے ہی کہنے لگا کہ اے پری! تو نے کہا تھا کہ میں کل آ کر احوال کہوں گی اور نام بتاؤں گی ۔ پس لازم ہے تجھ کو کہ آج وعدہ وفا کر کہ میں کئی دن کا بھوکا ہوں ، کھانا کھاؤں ۔

اس نے پھر جا کر ملکہ سے عرض کیا ۔ بادشاہ زادی نے فرمایا ''اسے جا کر کہہ کہ جب تو ملکہ کے حضور میں آئے گا اس وقت یہ بھید کھل جائے گا ، لیکن پہلے کھانا کھا ، بعد اس کے میرے ساتھ ہو ۔''

حاتم نے یہ بات سن کر کھایا اور اس کے ساتھ ہو لیا ۔ وہ غوطہ مار اسی جگہ جا کر بدستور قائم ہوئی ۔ حاتم نے آنکھیں بند کر کے تالاب میں غوطہ مارا اور زمین کی تہہ کو اس کے پاؤں لگے ۔ آنکھیں کھول کر دیکھا کہ نہ وہ تالاب ہے ، نہ وہ درخت ہے ، نہ وہ پریاں ہیں ، پر آپ ایک لق و دق جنگل میں کھڑا ہے ۔ ندان نعرے مارنے لگا اور آہیں بھرنے ، سر پر خاک ڈالنے ۔

Marfat.com

غرض اسی حالت میں سات رات دن گذر گئے کہ خداے کریم نے اپنے فضل و کرم سے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کو حکم کیا کہ تم اس جنگل میں جاؤ جہاں حاتم سودائیوں کی طرح سے آھیں بھر بھر کر رو رھا ھے ۔ مدد کرو اس کی کہ عالم میں وہ بہت سی نیکی کرے گا اور نیک ناموں میں مشہور ھوگا ۔

خواجہ خضر سبز کپڑے پہنے ھوئے اور عصا ھاتھ میں لیے اس کی داھنی طرف سے نمود ھوئے ۔ حاتم آن کو دیکھ کر اور بھی آھیں بھرنے اور نالے کرنے لگا ۔ آنھوں نے یہ حال دیکھ کر اپنا ھاتھ شفقت سے اس کے منہ پر پھیرا اور ووں ھی حالت اصلی پر آ گیا اور کہنے لگا کہ پیر و مرشد یہ کون سا مکان ھے ؟

آنھوں نے کہا کہ اس کو صحراے خبر پرس کہتے ھیں ۔

وہ پھر کہنے لگا کہ میں اس جگہ کیوں کر آ رھا ؟

حضرت نے فرمایا کہ تو نے فلانے تالاب میں فلانی پری کے ساتھ غوطہ مارا تھا ۔ وہ تالاب طلسم کے علم سے بنا ھے اور اثر اس کا یہی ھے کہ جو آدمی اس میں غوطہ مارے ، سو یہاں آ پڑے ؛ چناں چہ وہ مکان اس جگہ سے تین سو کوس ھے ۔

یہ اس بات کے سنتے ھی خاک پر گر پڑا اور رو رو کر کہنے لگا کہ ھاے ھاے میرے دل کو کیا ھو گیا اور کیوں کر میں وھاں پہنچوں گا ؛ اگر میری مراد نہ ملے گی تو میں تڑپ کر مر جاؤں گا ۔

خواجہ نے پوچھا کہ تیری مراد کیا ھے ؟

اس نے کہا کہ جس جگہ تھا میں وھیں جا پہنچوں ۔

آنھوں نے فرمایا کہ تو میرا عصا پکڑ اور آنکھیں

Marfat.com

بند کر لے۔

اُس نے انھیں کے کہنے کے موافق کیا ؛ بعد ایک دم کے پاؤں اس کا تہہ پر لگا۔ اس نے اپنی آنکھیں کھول کر دیکھا تو وھی جنگل اور وھی درخت اور وھی سر ڈالیوں پر لٹکتے ھیں۔ بے اختیار اس درخت کے پاس آیا اور اوپر چڑھنے کا قصد کیا ؛ درخت ھلنے لگا بلکہ قریب تھا کہ گر پڑے۔ حاتم اُس کے تنے سے لپٹ گیا پر وہ اُسی طرح سے ھلتا رھا۔

یہ جو ٹک وھاں سے اور اوپر بڑھا، ایک تڑاکے کی آواز آئی ؛ درخت بیچ سے پھٹ گیا اور حاتم کمر تک اس میں سما گیا۔ جب دیکھا اُس نے کہ اب کچھ نہیں ھو سکتا، حیران ھوا اور ڈرا کہ یہ کیا آفت پڑی ھے۔ ایک مرتبہ میں اُن کے لیے تالاب میں گرا تو اس مصیبت میں پڑا، جو درخت پر چڑھنے کا قصد کیا تو یوں پھنسا ؛ جتنا زور کرتا ھوں کہ اوپر آؤں، نیچے ھی چلا جاتا ھوں۔ آخر سب کا سب بدن اُس کا درخت کے اندر چھپ گیا، فقط آنکھیں باھر رہ گئیں۔

اُسی وقت حضرت خواجہ خضر پھر پہنچے اور کہنے لگے کہ اے جوان! اپنے تئیں بلا میں کیوں ڈالتا ھے، مگر زندگی سے سیر ھو چکا ھے؟

حاتم کا احوال تنگ تھا، کچھ نہ بولا۔ تب خواجہ خضر نے اُس پر رحم کھا کر ایک عصا اُس درخت پر مارا کہ وہ مانند موم کے ھو گیا ؛ حاتم اس میں سے نکل پڑا، پر سست تھا۔

بعد کتنی دیر کے ھوش میں آیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اے حاتم! تو جو اپنے اوپر اس قدر رنج اُٹھاتا ھے اور مصیبت میں ڈالتا ھے، تجھ کو ان سے کیا مدعا ھے؟

اُس نے کہا کہ میں کسی صورت سے ان کا احوال دریافت کروں۔

خواجه نے فرمایا کہ یہ سردار شام احمر جادو کی بیٹی ہے اور اس مکان کا نام کوہ احمر ہے۔ ایک دن اس لڑکی نے اپنے باپ سے خاوند کرنے کا ذکر کیا تھا کہ بابا جان! اب میں جوان ہوئی ہوں، میری شادی کردو۔ اس بات کو سن کر وہ غضب ہوا اور اس لڑکی کو اُس روز سے اس طلسم کے دریا میں ڈال دیا ہے۔ اور یہ تالاب اور درخت جادو کا ہے اور یہ سر جو سب سروں کے اوپر لٹکتا ہے، اسی کی لڑکی کا ہے۔ اس کا نام ملکہ زریں پوش ہے۔ اور کوہ جادو یہاں سے تین سو کوس ہے، پر یہ جادو کے زور سے ایک ہی دن میں وہاں جا سکتی ہیں اور شام احمر جادو جب تک جیتا رہے گا تب تک اس کو نہ بیاہے گا، اور یہ بھی تب تک اسی حالت میں گرفتار رہے گی، کسی کے ہاتھ نہ لگے گی۔

یہ سن کر حاتم نے کہا کہ معلوم ہوا کہ میری قسمت میں اسی جگہ مرنا لکھا ہے جو خدا نے مجھ کو یہاں پہنچایا اور شام احمر جادو کے جادو میں پھنسایا۔

حضرت خواجہ خضر نے کہا کہ جو تو اس کی بیٹی کی چاہ رکھتا ہے تو آپ سے آپ اپنے تئیں بلا میں ڈالتا ہے، جس سے بہتر یہی ہے کہ اس کا خیال چھوڑ دے۔

حاتم نے کہا کہ میں جان سے ہاتھ دھو چکا ہوں، جو ہونی ہو سو ہو۔ جب تک یہ نازنین میرے ہاتھ نہ لگے گی تب تک میں اس بات سے باز نہ آؤں گا۔

خواجہ خضر نے کہا کہ اے جوان! آخر تیری آرزو

Marfat.com

کیا ہے ؟

اس نے کہا ''پیر مرشد ! مطلب میرا یہ ہے کہ اس درخت پر چڑھوں اور ان کے برابر پہنچ کر ہم کلام ہوں ۔''

حضرت نے فرمایا کہ اے عزیز! دیدہ و دانستہ اپنے تئیں بلا میں ڈالنے سے کیا فایدہ ، باز آ ۔

حاتم نے عرض کی کہ نفع مجھ کو اسی میں ہے کہ ایک دم اُن سے جدا نہ ہوں ، اور جو روز ازل سے میری قسمت میں یہ مصیبت و پریشانی لکھنے والے نے لکھ دی ہے تو سکھ کہاں سے پاؤں گا ۔

اس بات کو سن کر حضرت خواجہ خضر نے اپنا عصا اُس درخت پر مارا اور اسم اعظم پڑھ کر فرمایا کہ لے اب اس درخت پر چڑھ جا ۔ یہ کہہ کر آپ اس کی نظروں سے غائب ہو گئے ۔

حاتم وهیں درخت پر چڑھ گیا ۔ جب اُس نازنین کے سر کے برابر پہنچا تب اُس کا سر بھی اُنھیں سروں کے برابر لٹکنے لگا اور تن تالاب میں گر کر ڈوب گیا ۔ آسمان سے ایک غوغا اُٹھا اور ایک شور زمین سے بلند ہوا ۔

جب آفتاب چھپا اور رات ہو گئی ، وے سر سب کے سب حاتم کے سر سمیت اُس تالاب میں گر پڑے اور بدستور سابق جسم پکڑ کر، جمع ہو کے کاروبار کرنے لگے۔ پھر ملکہ بھی تخت پر آ بیٹھی اور حاتم هاتھ باندھ کر تخت کے ایک کونے سے لگ کر کھڑا ہو رہا ، پر بے ہوش تھا ۔ یہ نہ جانتا تھا کہ میں کہاں آیا ہوں اور کہاں تھا اور اب کہاں جاؤں گا ۔

اتنے میں ملکہ زریں پوش نے کہا کہ اے جوان! سچ کہہ

Marfat.com

کہ تو کون ہے اور کیا نام رکھتا ہے اور کہاں سے آیا ہے ؟

اس نے کہا کہ میں بھی ایک تیرے خادموں سے ہوں اور اسی تالاب سے نکلا ہوں ۔

اُس نے اس کے فحوائے کلام سے معلوم کیا کہ یہ مجھ پر عاشق ہوا ہے ۔ اس بات کو سمجھ کر کچھ نہ بولی اور ناچ رنگ میں مشغول ہوئی ۔ جب آدھی رات گئی تب ایک دسترخوان عالی شان بچھایا اور کھانے ہر ایک طرح کے مزے دار نمکین و شیریں اور میوے رنگ برنگ کے اُس پر چن دیے ۔

شہزادی نے حاتم کو اپنے پاس بٹھلا لیا اور ستھرے ستھرے کھانے اس کے آگے رکھ دیے اور نہایت مہربانی و دل جوئی سے کہا کہ اے جوان ! کچھ کھا ، پانی پی ۔

حاتم کھانا کھانے لگا ، پر بے خبر تھا کہ میں کون ہوں اور کس واسطے آیا ہوں اور کہاں جاؤں گا ؟ جب کھانے سے فارغ ہوئے ، ناچ راگ پھر ہونے لگا اور رات بھر یہی عالم رہا ۔

جب صبح ہوئی ، سب سر حاتم کے سر سمیت اُس درخت کی ڈالیوں پر پھر اُسی صورت سے جا لٹکے اور دھڑ اُن کے تالاب میں غرق ہو گئے ۔

اسی طرح سے کئی روزگزرے ۔ ایک دن حضرت خواجہ خضر پھر اس کی مدد کو پہنچے اور اس کے سر کو اپنے عصا سے آتارا اور دھڑ کو تالاب سے نکالا ؛ پھر یہاں تک اسم اعظم پڑھا کہ اُس کے تن بے جان میں جان آئی اور جادو دور ہو گیا ۔

اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ وہی مرد بزرگ ہاتھ میں عصا لیے سرہانے کھڑا ہے ، یہ اُٹھ کھڑا ہوا ، اُن کے پاؤں میں

Marfat.com

گر پڑا اور کہنے لگا کہ حضرت سلامت! اس حالت میں تم مجھے گرفتار دیکھتے ہو اور کچھ غور نہیں کرتے۔

انھوں نے کہا ''اے جوان! تو اب تک کہاں تھا؟''

وہ بولا کہ میں اس درخت پر اس سروِ چمنِ ناز کے تماشے میں مشغول تھا۔

خواجہ علیہ السلام نے پوچھا کہ اب بھی اس نازنین کی آرزو تیرے دل میں ہے؟

اس نے کہا کہ از برائے خدا اتنی دستگیری کرو کہ میں اپنی مراد کو پہنچوں، نہیں تو اسی بلا میں گرفتار رہوں گا بلکہ مر جاؤں گا۔

خواجہ خضر نے کہا کہ جب تک اس کا باپ نہ مارا جائے گا تب تک اس گل خوبی کو کوئی نہ پاوے گا، کیوں کہ وہ جادوگر ہے، اس نے اس کو جادو میں گرفتار کر رکھا ہے۔ اور اس کا یہ طور ہے کہ جو کچھ میں کہوں تو اس کو بجا لائے۔

اس نے عرض کی ''میں آپ کے حکم سے باہر نہیں اور نہ ہوں گا۔''

یہ سن کر انھوں نے فرمایا کہ میں تجھے اسم اعظم سکھلا دیتا ہوں۔ چاہیے یوں کہ تو احتیاط سے رہے اور ناپاکی سے اپنے تئیں بچائے: جھوٹ نہ بولے، ہر روز نہایا کرے، تمام دن روزے سے رہے۔

اس نے یہ سب باتیں قبول کیں، تب انھوں نے اسم اعظم سکھلا کر کہا کہ اب اس پہاڑ کی طرف جا، کچھ اندیشہ جی میں نہ لا۔

Marfat.com

وہ بولا کہ میں کوہ احمر پر کیوں کر جاؤں ؟

خواجہ نے کہا کہ تو میرا عصا پکڑ اور آنکھیں اپنی بند کر۔ اُس نے آنکھیں کے کہنے کے بہ موجب کیا ۔ بعد ایک دم کے پاؤں اس کا زمین پر جا لگا ؛ آنکھیں کھول کر جو دیکھا تو کوئی چیز نظر نہ پڑی ، مگر ایک پہاڑ عظیم الشان دکھائی دیا اور اس پر لالہ بے موسم پھولا ہوا ، نہایت خوش ہوا ، اور اس پر چڑھنے لگا ۔ قدم کے رکھتے ہی وہاں کے پتھروں نے اس کے پاؤں ایسے پکڑے کہ پھر اٹھانا محال ہو گیا ۔ جب نہایت عاجز ہوا ، دل میں کہنے لگا اب اسم اعظم پڑھا چاہیے ۔ پڑھتے ہی اس کے پاؤں پتھر سے چھٹ گئے ، تب اس نے معلوم کیا کہ کوہ احمر یہی ہے ۔ پھر تو اسم پڑھتا ہوا چڑھ گیا ۔

اتنے میں ایک میدان پر فضا نظر آیا ۔ آگے بڑھا ایک چشمہ پانی کا نہایت شفاف و صاف دکھلائی دیا ؛ گرد اس کے بہت سے درخت میوہ دار کہ کبھی دیکھنے میں نہ آئے تھے ، نظر پڑے ۔ حاتم نے کپڑے اتار کر اس میں غسل کیا ، پھر لباس پاکیزہ پہن کر اسم اعظم پڑھنے لگا ؛ اُس کی برکت سے تمام جانور جادو کے ، کیا درندے کیا گزندے ، بھاگ گئے ۔

یہ خبر شام احمر کو پہنچی کہ جانور سب کے سب بھاگے ہوئے چلے آتے ہیں ۔ اُس نے نجوم کی کتاب دیکھی ۔ معلوم کیا کہ ایک دن حاتم طائی اس پہاڑ پر آئے گا اور تمام جادو ہمارا باطل کرے گا ، یہ وہی ہے جو وہاں چشمے پر بیٹھا ہوا اسم اعظم پڑھتا ہے اور کوئی سحر اس اسم کے پڑھنے والے کو اثر نہیں کرتا ۔ کیا تدبیر کیجیے کہ وہ اسم بھول جاوے ۔ یہ سوچ کر ایک منتر پڑھا اور چاروں طرف پھونکا کہ ایک غث کا غث

پریوں کا نمود ہوا؛ اُن میں ایک پری ملکہ زریں پوش کی صورت تھی، صراحی اور پیالا ہاتھ میں لیے ہوئے دکھلائی دی۔

شام احمر نے کہا کہ تم جاؤ، حاتم کو شراب کا پیالا پلا کر تمام کرو۔

وہ صورت سب پریوں سمیت اُس چشمے پر جا پہنچی۔ حاتم دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ سب تو اُس درخت میں لٹکتی تھیں، یہاں کیوں کر آئیں۔ پھر دل میں سوچا کہ یہ اس کے باپ کا مکان ہے، آ نکلی ہو۔

اتنے میں صورت ملکہ زریں پوش کی حاتم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے حاتم! تو نے بہت سے رنج و تعب کھینچے ہیں، آج میرے باپ نے مجھے اس باغ کی سیر کو بلوا لیا ہے، میں تجھے دیکھ کر نہایت خوش ہوئی۔ یہ بات کہہ کر اُس کے پہلو سے لگ بیٹھی اور شراب کی صراحی سے پیالا بھر کر اس کے ہاتھ میں دیا۔ حاتم نے پیالا اُس سے لے کر دل میں کہا کہ معشوق کی صحبت غنیمت ہے، ہاتھ سے نہ دیا چاہیے۔ آخر منہ سے لگا دیا۔ وہ محبوبہ وہیں سیاہ دیو ہو کر حاتم کو باندھ کے شام احمر جادو کے پاس لے گئی۔

اُس نے اُس کو دیکھتے ہی سر نیچا کر لیا اور دل میں کہا کہ ایسے جوان کو مارنا محض نادانی ہے لیکن یہ دشمن ہے، اسے کچھ سزا دیا چاہیے۔ نوکروں کو فرمایا کہ اس کو چاہ آتشیں میں ڈال دو۔ اُس کے چاکروں نے حاتم کو اسی وقت کوئیں میں ڈال دیا اور ہزار منی ایک سل لوہے کی لا کر کے اُس کے منہ پر ڈھانک دی۔

غرض حاتم غلطاں و پیچاں چلا جاتا تھا لیکن وہ مہرہ

Marfat.com

خرس کی بیٹی کا جو اُس کے منہ میں تھا، کوئیں میں مثل سمیت دم بہ دم سرد ہوتا جاتا تھا۔

القصہ شام احمر کے لوگوں نے خبر کی کہ حاتم چاہ آتشیں میں جل کر خاک سیاہ ہو گیا، تب اُس نے نجوم کی کتاب دیکھ کر معلوم کیا کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ حاتم ایک مہرے کے سبب سے صحیح و سلامت ہے، اس کو تو آنچ بھی نہیں لگتی۔ پھر سوچنے لگا کہ وہ مہرہ کسی طرح اس سے لیا چاہیے۔ جب تک وہ اُس کے پاس ہے کوئی آفت اُسے نہ پہنچے گی۔ پرمشکل یہ ہے کہ وہ بہ زور ہاتھ نہیں لگ سکتا مگر وہ آپ سے دے تو ہاتھ لگے۔

یہ اندیشہ کر کے تابع داروں سے کہا کہ جلد اُسے کوئیں سے نکال کر اُسی چشمے پر لے جاویں۔ بہ موجب حکم کے اُس کو وہیں پہنچا آئے۔

حاتم نے آتے ہی غسل کیا اور اُسی چشمے کے کنارے بیٹھ کر سجدۂ شکر بجا لایا۔ اور شام احمر جادو نے منتر پڑھنا شروع کیا؛ بعد ایک ساعت کے وہی نازنین ملکہ زریں پوش کی صورت سمیت حاتم کے سامنے آئی۔ اُس ملکہ زریں پوش کی شکل نے آگے قدم بڑھا کر حاتم سے کہا: ''اے یار غم‌گسار! اب میں تیرے پاس نہ بیٹھوں گی، دور ہی سے دیدار دیکھوں گی، کیوں کہ اس روز جو میں تیرے پاس بیٹھی تھی، میرے باپ نے سیاہ دیو کو بھیج کر تجھے پکڑوا منگوایا تھا؛ خدا نے تجھے اس بلا سے نجات دی؛ مبادا میں تیرے پاس بیٹھوں اور بابا جان سننے پاویں تو پھر تجھ سے ویسا ہی سلوک کریں گے۔''

حاتم نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا، تب وہ

Marfat.com

نازنین ناز و ادا سے کہنے لگی کہ اے حاتم ! تو مجھے سچ مچ چاہتا ہے ؟

اس نے کہا کہ جان و دل سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں ۔

تب وہ بولی کہ ایک چیز میں تجھ سے مانگوں ، اگر دیوے تو جانوں ۔

اس نے کہا کہ وہ کون سی چیز ہے ، میں تو مفلس ہوں ، زر و جواہر کچھ اپنے پاس نہیں رکھتا ۔

یہ سن کر وہ کہنے لگی کہ میں اس خرس کی بیٹی کا مہرہ چاہتی ہوں ، زر و جواہر کی خواہش نہیں رکھتی ۔

حاتم نے کہا کہ تم نے کیوں کر جانا کہ وہ مہرہ میرے پاس ہے ؟

وہ بولی کہ میرے باپ نے نجوم کی رو سے بتایا ہے ۔

حاتم نے کہا کہ وہ مہرہ دوست سے زیادہ عزیز نہیں ۔ چاہتا تھا کہ نکال کر اس کے حوالے کرے کہ ایک پیر مرد نے داہنی طرف سے ڈانٹا کہ اے نادان ! کیا کرتا ہے ۔ مہرہ دے گا تو نہایت پشیمان ہوگا ، بلکہ جان سے بھی جاتا رہے گا ۔

یہ بات سن کر حاتم نے کہا "اے بزرگ! تو کون ہے جو کار خیر سے باز رکھتا ہے ؟ مہرہ میرے کس کام آوے گا جو محبوبہ کو نہ دوں ۔ مثل مشہور ہے "پھول وہی ہیں جو ہمیشہ چڑھیں ۔"

اس نے کہا کہ میں وہی مرد ہوں کہ جس نے تجھے

اسم اعظم سکھایا تھا ۔

حاتم اٹھ کر اُن کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ یا حضرت ! میں جس نازنین کو چاہتا تھا ، آپ کے توجہ سے ہاتھ لگی ۔

حضرت نے فرمایا کہ اے نادان ! یہ کیا کہتا ہے ۔ ہرگز اس بات کا خیال اپنے دل میں نہ لا ۔ یہ ملکہ زریں پوش نہیں نادان مت ہو ؛ یہ تصویر جادو کی ہے ۔ پہلے اس کو شام احمر جادو نے تیرے پاس ملکہ کی شکل بنا کر بھیجا تھا اور اسی کے ہاتھ سے جادو کی شراب کا پیالا پلوا کر تجھے چاہ آتشیں میں ڈلوایا تھا ، بہ دولت اس مہرے کے تو جیتا بچا ۔ اور یہ صورتیں جو تیرے پاس آئی ہیں ، صرف جادو کی ہیں ، اسم اعظم پڑھ ، اگر ملکہ زریں پوش ہے تو بیٹھی رہے گی اور اگر جادو کی تصویر ہے تو جل جائے گی ۔

حاتم نے اُن کے قدم چوم لیے اور تالاب سے منہ ہاتھ دھو، کلی کر کے جوں ہی اسم اعظم پڑھنا شروع کیا ، وہیں اُس جماعت کا رنگ متغیر ہونے لگا اور بدن تھرتھرانے اور ملکہ کی تصویر بھی کانپنے لگی ۔ آخر ہر ایک کے سر پر ایک شعلہ پیدا ہوا کہ وہ شمع کی طرح جلنے لگیں ؛ بعد ایک دم کے سب کی سب جل کر راکھ ہو گئیں ۔ حاتم افسوس کرنے لگا کہ یہ تصویر ہی مجھ کو غنیمت تھی ؛ اُس کی جگہ میں اس کو دیکھ کر اپنے دل بے قرار کو تسکین دیتا تھا ۔ اب کس طرح سے صبر کروں گا اور کیوں کر جی کو تھانبوں گا ، سوائے رونے کے کچھ چارہ نہیں ۔ آخر بے اختیار ہو کے رونے لگا ۔

اتنے میں یہ خبر شام احمر جادو کو پہنچی کہ وہ سب

صورتیں جادو کی جل کر خاک ہو گئیں ۔ اس بات کے سنتے ہی اُس نے جادو کے زور سے شیطان کو بلوایا اور نہایت تعظیم و تکریم کر کے اپنے پاس بٹھلایا اور کہا کہ میں حاتم کے ہاتھ سے نہایت عاجز ہوں ، کچھ بن نہیں پڑتی ، کیا کروں ؟

ابلیس نے کہا کہ اے شاہ احمر! ابھی اُس کی عمر بہت باقی ہے ، وہ کب کسی کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے اور کب کسی کا فریب کھاتا ہے ۔ بہتر یہ ہے کہ تو اپنی بیٹی اُس سے بیاہ دے ۔

وہ بولا کہ جب تک میں جیتا ہوں ، یہ کام ہرگز نہ کروں گا ۔

ابلیس نے کہا کہ اگر یہی بات تیرے دل میں تھی تو مجھے کیوں تکلیف دی ۔

وہ بولا کہ اس نے بہت سی صورتیں میری جلا کر خاک کر دی ہیں ، امیدوار اس بات کا ہوں کہ تو اپنی دست بُردی سے اسم اعظم کو اُس کے دل سے بھلا دے ۔

اُس نے کہا کہ میں اس جگہ کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ حضرت خواجہ خضر اس کی حفاظت اور مدد کے واسطے حق تعالیٰ کی طرف سے تعینات ہوئے ہیں ، وہ اسم اعظم نہیں بھولنے دیں گے ، اور مجھ کو اتنی قدرت نہیں جو اس کے دل سے بھلا دوں ، پر اتنا ہو سکتا ہے کہ وہ غافل سو جائے اور خاموش ہو جائے ۔

یہ بات سنتے ہی احمر جادو بہت خوش ہوا اور اس کے پاؤں پر گر پڑا ۔ شیطان دلاسا دے کر غائب ہو گیا اور حاتم کو غفلت میں ڈال کر محتلم کروا دیا ۔ وہ اکیلا گھبرا کر جاگ پڑا اور اپنے تئیں ناپاک دیکھ کر قصد غسل کا کیا ۔ جادوگر

Marfat.com

گھات میں لگ ہی رہا تھا ، قابو پا کر منتر پڑھنے لگا ۔ پھر دیو سیاہ زمین سے پیدا ہوا اور حاتم کی طرف دوڑا ۔ حاتم کو وسوسہ احتلام کا تھا ، ڈرا کہ اس سے کیوں کر لڑوں ، یقین ہے کہ اب مارا گیا ۔ اتنے میں دیو آ پہنچا اور اس کو پکڑ کر شام احمر جادو کے پاس لے گیا ۔

وہ اسے دیکھ کر بولا کہ مارنا اسے صلاح نہیں کیوں کہ وہ مہرہ ضائع ہوگا ۔ جب تک یہ اپنی خوشی سے نہ دے تو طوق و زنجیر کر کے دو بھاری ستون میں کس ، اوپر سر اور منہ اس کا کھلا رہے ؛ چناں چہ اس کے فرماں برداروں نے وہی کیا ۔

حاتم اپنے تئیں گرفتار دیکھ کر خدا کی درگاہ میں گریہ و زاری کرنے لگا کہ الٰہی ! سوائے تیرے اس وقت کوئی مددگار نہیں ۔ اور شام احمر جادو نے اپنے جادوگروں سے کہا کہ تم سب اس کے گرد بیٹھو اور چوکی دو ۔ وے اس کا کہنا بجا لائے ۔ غرض سات رات دن یوں ہی گذر گئے ۔ حاتم بھوک پیاس سے نہایت بے قرار ہوا ۔

اتنے میں احمر جادو آیا اور کہنے لگا ''اے حاتم ! کیا احوال ہے ؟'' اس نے جواب نہ دیا ، تب جادوگر نے کہا کہ اگر مہرہ مجھے دے تو میں تجھے ابھی چھوڑ دوں ۔

حاتم بولا کہ تو اپنی بیٹی میرے ساتھ بیاہ دے تو ابھی دیتا ہوں ۔

اس بات کو سن کر وہ نہایت غضب ہوا اور اپنی مسند سے اٹھ کر جادوگروں کو ارشاد کیا کہ تم اس کے سر پر پتھروں کا مینہ برساؤ تا کہ اس کا سر پاش پاش ہو جائے ۔

Marfat.com

جادوگر پتھر ہاتھوں میں لے کر حاتم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اپنی جان پر رحم کر اور مہرہ دے ڈال ، نہیں تو تیرے سر کو پتھروں سے پھوڑ ڈالیں گے کہ بھیجا نکل پڑے گا۔

حاتم نے جواب دیا کہ انشاءاللہ تعالیٰ میں تمھارے سردار کو ماروں گا اور اُس کی بیٹی اپنی خدمت میں لوں گا۔

یہ بات سن کر وہ جادوگر غصے ہوئے اور پتھروں کا مینہ برسانے لگے اور یہاں تک برسایا کہ حاتم اُن پتھروں میں چھپ گیا اور وہاں ایک پہاڑ سا ہو گیا۔ تب جادوگروں نے اپنے سردار سے جا کر کہا کہ حاتم مر مٹا۔ اُس نے کہا کہ غلط کہتے ہو ، وہ اب تلک جیتا ہے۔

اُنھوں نے عرض کی کہ اگر آہنی تن ہوتا تو بھی خاک سیاہ ہو جاتا ، یہ تو آدمی تھا کیوں کر بچا ؟

احمر جادو گر نے کہا "اگر تم کو باور نہیں تو پتھروں کو سرکا کر دیکھ لو کہ کچھ اُس کو اسیب نہیں پہنچا۔"

جادو گروں نے پتھروں کو سرکا کر جو دیکھا تو اُس کو سلامت پایا۔ جھنجھلا کر پھر پتھر یہاں تک برسائے کہ اُس پہاڑ سے دوگنا ہو گیا۔ پھر پتھروں کو سرکا کر جو دیکھا تو اُسے کچھ ضرر نہ پہنچا تھا ؛ غرض سات روز اسی طرح لڑتے رہے۔

تب احمر جادو نے لاچار ہو کر اُن سے کہا کہ تم ہر روز اُس کو اسی طرح پتھر مارا کرو اور آپ محل میں جا کر منتر پڑھنے میں مشغول ہوا۔

جب حاتم بھوک پیاس سے عاجز ہو کر مرنے لگا ، تب اُن چوکیداروں سے کہا کہ اے یارو ! تم نے اس مہرے کا خواص

Marfat.com

دیکھا ۔ یہ ایسا ہے کہ جس کے باعث سے نہ میں آگ میں جلا ، نہ پتھروں سے موا ۔ اب جو کوئی مجھ کو یہاں سے اس تالاب پر لے جائے گا ، یہ مہرہ میں اسی کو دوں گا ۔

انھوں نے کہا کہ ہمیں تیرا مہرہ ہرگز درکار نہیں ، پر ایک لالچی نے کن انکھیوں سے اشارہ کیا کہ میں تجھ کو اس تالاب پر لے جاؤں گا ، ذرہ رات ہونے دے ۔ حاتم نے بھی اشارت سے کہا کہ یہ مہرہ تجھی کو دوں گا ۔ جب آدھی رات ہو گئی سب کے سب سو گئے مگر ایک وہی چوکی دار اس مہرے کی لالچ سے جاگتا تھا ؛ بعد ایک دم کے چپکے سے اٹھ کر حاتم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تو کہے تو میں تجھے اس چشمے پر لے چلوں ۔

حاتم نے کہا کہ مجھ کو ہلنے کی تاب و طاقت نہیں ، چلنا تو ایک طرف ۔ ان پتھروں سے کیوں کر نکلوں ؟

اس نے کہا کہ میں اپنے جادو کے زور سے نکال لیتا ہوں ، اندیشہ نہ کر ۔ یہ کہہ کے افسوں پڑھنے لگا ۔ اتنے میں ایک کالا دیو پیدا ہوا ، وہی ان دونوں کو اس تالاب پر پہنچا کر غائب ہو گیا ۔ حاتم نے پہلے کپڑے دھوئے ، پھر نہا کر بدن پاک کیا اور تھوڑا سا پانی پی کر چشمے سے باہر نکلا ، کپڑے پہنے ۔

تب جادو گر نے کہا کہ اے حاتم ! میں نے تجھ کو اس مہرے کی لالچ سے ان پتھروں سے نکالا اور اس تالاب پر بہ خوبی پہنچایا ، اب تجھ کو بھی لازم ہے کہ اپنا وعدہ وفا کرے اور مہرہ مجھے دے ۔

حاتم نے کہا ''اے عزیز! تو نے میرے ساتھ نیکی کی ہے ، میں بھی سلوک کروں گا ۔ چناں چہ جس وقت شام احمر کو

ماروں گا ، یہاں کی بادشاہت تجھی کو دوں گا ۔"

اُس نے کہا کہ اے حاتم ! سوائے اُس مہرے کے کوئی چیز جہان کی مجھے درکار نہیں ، اگر دینا ہے تو وہی دے ۔

حاتم نے کہا "یہ مہرہ میرے ایک دوست کی نشانی ہے ، تجھے کس طرح سے دوں اور تو جو یہ مانگتا ہے کس کے نام اور کس کے واسطے ؟"

اُس نے کہا کہ میں اپنے لیے چاہتا ہوں ۔

حاتم نے کہا "اے نادان بے وقوف! اگر تو خدا کی راہ مانگتا تو میں ابھی تیرے حوالے کر دیتا ۔"

اس نے کہا کہ میرا خدا جادو کملاق شام احمر کا استاد ہے ۔ تیرے خدا کے واسطے کیوں مانگوں ؟

حاتم نے کہا "اے کافر! تو بندے کو خدا کہتا ہے ، چل دور ہو میرے سامنے سے ، معلوم ہوا کہ تو خدا کو نہیں پہچانتا ۔ اب مجھ کو یقین ہوا کہ تو کتنا کافر ہے ؛ خیر کیا کروں لاچار ہوں کیوں کہ تو نے مجھ پر احسان کیا ہے اور بدلا نیکی کا بدی نہیں ، نہیں تو اپنے کہنے کی سزا پاتا ۔"

وہ بولا "مجھ کو تجھ سے مہرہ لینا کچھ مشکل نہیں ۔ اگر آپ سے دیتا ہے تو تیری جان بچتی ہے نہیں تو یہاں تک غوطے اس چشمے میں دوں گا کہ تیرا جی نکل جائے گا ۔"

حاتم بولا کہ اے ملعون ! بس زیادہ نہ بک ۔ چل دور ہو میرے سامنے سے ، یہ مہرہ میرا مال ہے ، تو بہ زبردستی کیوں کر لے سکے گا ۔ لیکن جو تو نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے ، البتہ یہ ملک تجھی کو دوں گا ۔ سو بھی اس شرط پر کہ تو نیکی پر

Marfat.com

کمر باندھے اور خدا کو ایک جانے ، جادو کرنا چھوڑ دے ۔

اس بات کو سن کر وہ غصے ہو کر افسوں پڑھنے لگا اور حاتم اسم اعظم ۔ غرض ہر چند اُس نے منتر پڑھ پڑھ کر پھونکا پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اسم اعظم کی برکت سے وہ آپ ہی آپ کانپ کانپ حاتم کے آگے سے بھاگ اپنے رفیقوں میں آیا اور جان کی دہشت سے چپکا سو رہا کہ اطلاع نہ ہووے ، اور حاتم اُسی چشمے پر بیٹھا اسم اعظم پڑھا کیا ۔ اتنے میں فجر ہو گئی ، سب چوکیدار جاگے ، ستونوں کو خالی دیکھا ، حاتم کو نہ پایا ، ڈرے کہ اب شام احمر ہم کو جیتا نہ چھوڑے گا ۔

لاچار سر پر خاک ڈالتے ہوئے آپ ہی اُس کے آگے آئے اور کہنے لگے کہ خداوند ! حاتم غائب ہو گیا ۔ وہ اس خبر وحشت اثر کے سنتے ہی غضبؔ ہوا اور اپنے علم نجوم سے دریافت کر کے کہنے لگا کہ حاتم اُسی تالاب پر بیٹھا ہے اور ''سرتک'' چوکیدار نے مہرے کی لالچ سے اُس کو وہاں پہنچا دیا ہے ۔ بس اب تم میں سے کوئی جاوے اور ''سرتک'' کو میرے سامنے لے آوے ۔ میں اُسے جیتا نہ چھوڑوں گا ۔

وے بہ موجب اُس کے حکم کے ''سرتک'' کو پکڑنے گئے ۔

وہ اپنی عیاری سے اُس بات کو دریافت کر کے بھاگا اور حاتم کے پاس جا کر کہنے لگا : ''اے حاتم ! تیرے سبب میری جان جاتی ہے ۔ باوجود اس کے میں نے تجھ سے بدی نہیں کی بلکہ نیکی کی ہے کہ قید شدید سے چھڑایا ؛ ایک تو مہرہ ہاتھ نہ لگا دوسرے خطرہ جان کا آ پڑا ۔''

حاتم اس کے احسان پر نظر کر کے شرمندہ ہوا اور

Marfat.com

خاطر داری کر کے کہنے لگا کہ تو خاطر جمع رکھ ، کچھ اندیشہ نہیں ۔

جب شام احمر نے دیکھا کہ ''سرتک'' بھاگ گیا ، منتر پڑھنے لگا۔ اتنے میں ''سرتک'' کو ایک شعلہ آگ کا دکھائی دیا ۔ چلا اٹھا اور پکارا کہ اے حاتم ! مجھ کو بچا لے نہیں تو جل کر خاک ہو جاتا ہوں ۔

اس نے اسم پڑھ کر اس پر دم کیا ، شعلہ بجھ گیا ۔ پھر اس سے کہا کہ تو میرے پیچھے آ کر کھڑا ہو رہ ، کچھ فکر مت کر ۔

''سرتک'' نے کہا ''اے حاتم ! اب میں تیرا ہوا ، مجھ کو شام احمر کے جادو سے بچا ۔''

حاتم نے فرمایا کہ تو خاطر جمع رکھ ۔ کیا قدرت ہے اس کی جو تیرا کچھ کر سکے ۔ یہ کہہ کر حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور اسم اعظم پڑھتا ہوا شام احمر کی طرف چلا اور ''سرتک'' بھی اس کے ساتھ ہو لیا ۔

جب احمر جادو نے اپنے علم سے دریافت کیا کہ حاتم اور ''سرتک'' ادھر چلے آتے ہیں ، تمام اپنا لشکر ساتھ لے کر شہر سے باہر نکلا اور سحر پڑھنے لگا کہ یکایک گھٹا اٹھی اور بجلی چمکنے لگی ، بادل گرجنے لگے ۔ یہ حالت دیکھ کر ''سرتک'' بید کی طرح لرزنے لگا اور کہا کہ یہ جو نظر آتا ہے جادو ہے ۔ اے حاتم ! خبر دار ہو ۔ اس نے اسم پڑھ کر آسمان کی طرف پھونک دیا ، وے سب آفتیں اسی کے لشکر پر پڑیں ۔

یہ کیفیت دیکھ کر احمر جادو حیران ہوا اور کہنے لگا کہ حاتم بھی بڑا ہی جادو گر ہے کہ جس کے جادو نے ہمارے

Marfat.com

سحر کو بھی رد کیا ، اب کیا کیجیے ۔ اتنے میں ایک سحر پھر آسے یاد آیا ؛ پڑھنے لگا کہ ایک پہاڑ زمین سے بلند ہوا ۔ جب حاتم کے سر تک پہنچا ، ''سرتک'' پکارا کہ اے حاتم ہوشیار ! کہ یہ دوسرا سحر ہے ۔ حاتم نے پھر اسم اعظم پڑھ کر دم کیا ۔ وہ پہاڑ سنگ ریزے ہو کے آنھیں کے سر پر جا پڑا ۔ چار ہزار جادو گر واصل جہنم ہوئے اور ایک بڑا سا پتھر شام احمر کے سر پر آیا ، وہ اپنے جادو کے زور سے بچ گیا اور وہ پتھر کسی جنگل میں جا پڑا ۔

تب حاتم اسم اعظم پڑھتا ہوا آگے بڑھا ۔ شام احمر نے جو دیکھا کہ حاتم ندھڑک چلا آتا ہے اور نزدیک ہے کہ مجھ تک آ پہنچے ، پھر ایک افسوں پڑھ کر پھونکا ؛ چاروں طرف سے چار اژدھے پیدا ہوئے ، لیکن آسی کے لشکر پر جاگرے اور نگل گئے ، مگر تین شخص باقی رہے ۔ شام احمر نے پھر منتر پڑھ کر پھونکا ، اژدھوں نے نگلے ہووں کو آگل دیا اور آپ پھرے ۔ یہ حالت دیکھ کر تین ہزار جادو گر جان کے خوف سے بھاگے ۔ احمر جادو نے ہر چند پکار پکار کر کہا کہ مت جاؤ اور دلاسے دیے پر کسی نے کان نہ دھرا ۔ جب شام احمر نے دیکھا کہ کوئی جادو گر نہیں پھرتا ، تب ایک جادو ایسا پڑھا کہ وے سب کے سب درخت ہو کے جہاں کے تہاں آس میدان میں لگ گئے اور آپ اکیلا حاتم کے رو بہ رو آ کے سحر پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگا ۔ جب دیکھا کہ کوئی منتر حاتم پر اثر نہیں کرتا ، ایک منتر پڑھ کر آسمان کی طرف ہوا ہو گیا ۔

حاتم نے جو دیکھا کہ شام احمر جادو پر نکال کر آڑا اور نظروں سے غائب ہو گیا ، متفکر ہو گیا کہ اب کیا کیجیے ۔ ''سرتک'' بولا کہ اب وہ کملاق جادو کے پاس گیا ہے ، اس واسطے کہ

Marfat.com

وہ اُس کا اُستاد ہے اور وہ ایسا جادوگر ہے کہ جس نے ایک آسمان چاند سورج ستاروں سمیت بنایا ہے اور ایک پہاڑ کے نیچے شہر عظیم بسایا ہے کہ چالیس ہزار جادوگر اُس میں رہتے ہیں۔ اور وہ کہا کرتا ہے کہ میں نے تم کو پیدا کیا ہے۔ خاک پڑے اُس کے منہ میں کہ دعویٰ خدائی کا کرتا ہے اور ہم برس میں ایک بار اُس کی خدمت میں جاتے ہیں، وہ کافر سخت ساحر ہے اور اس کا مکان یہاں سے تین سو کوس پر ہے۔

حاتم نے کہا "توبہ کر، خدا واحد ہے، کوئی اُس کا شریک نہیں اور نہ ہوگا۔ ہر ایک شے کو اس نے پیدا کیا ہے اور وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا": بیت

نہ گوہر میں ہے وہ نہ ہے سنگ میں
ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں

"سرتک" نے یہ کلمے سن کر کہا "آمنا صدقنا! میں نے اسم اعظم کی برکت دیکھی، اب اعتقاد جادوگروں سے بالکل اٹھ گیا۔"

حاتم نے اُس کی تسلی کی اور کہا کہ میں اب کوہ کہ...ی کو جایا چاہتا ہوں۔

سرتک نے عرض کی "جو آپ کی خوشی ہے، میں بھی غلامی میں حاضر ہوں۔ اور یہ درخت جو نظر آتے ہیں شاہ احمر کے لشکر کے لوگ ہیں۔ یقین ہے کہ یہ قیامت تک یوں ہی رہیں کیوں کہ وہ اُن کو جادو سے درخت بنا گیا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو ان کو صورت اصلی پر لا کے اپنے ساتھ لے چلو۔"

اس بات کے سنتے ہی حاتم نے تھوڑا سا پانی پڑھ کر "سرتک" کو دے کر کہا کہ اس پانی کو اُن پر بسم اللہ کر کے چھڑک دے اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھ۔ غرض وہ اُس

پانی کو لے کر گیا اور اُن درختوں پر چھڑکنے لگا ۔ خدا کے فضل سے اور اُس اسم کی برکت سے وے سب کے سب اپنی اصلی صورت پر آ گئے اور ''سر تک'' سے پوچھنے لگے کہ اے ''سر تک''! شام احمر جادو کہاں ہے ؟

اُس نے کہا کہ وہ تم سب کو اپنے جادو سے درخت بنا کر کملاق کے پاس بھاگ گیا ۔ اب حاتم نے تمھیں اسم اعظم پڑھ کر پھر آدمی کیا ہے ، تم اپنا احوال بیان کرو ، کیوں کر تھے؟

اُنھوں نے کہا کہ ہم زمین پر کھڑے تھے، طاقت چلنے پھرنے بولنے کی نہ رکھتے تھے اور بند بند درد کرتا تھا ، اب اس جوان مرد کی توجہ سے اچھے ہوئے اور نجات پائی ۔ حق تو یوں ہے کہ یہ عجب جوان مرد خدا ترس ہے اور صاحب اقبال اور زور آور ہے جو شام احمر جادو پر غالب ہوا ۔

یہ گفت گو آپس میں کر کے متفق ہو کر حاتم کے پاس آئے اور پاؤں پر گر کے کہنے لگے کہ اے حاتم ! آگے ہم شام احمر کے بندوں میں تھے ، آج سے تیرے غلاموں میں داخل ہوئے کیوں کہ تو نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے ، خدا تجھ کو اس کی جزائے خیر دے ۔

یہ بات سن کر حاتم نے پھر اُن پر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا کہ جتنا اثر جادو کا ان میں باقی تھا جاتا رہا ، جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے اور حاتم سے کہنے لگے کہ اے خدا وند! اب کہاں کے جانے کا ارادہ رکھتے ہو ؟

حاتم نے کہا کہ اے یارو! مجھے شام احمر جادو سے کچھ کام ہے ۔ جب تک وہ میرے ہاتھ نہیں آتا تب تک میں کچھ کام نہ کروں گا ۔ چناں چہ اُس کی بیٹی سے بیاہ کیا چاہتا ہوں ۔

Marfat.com

اگر اُس نے خوشی بہ خوشی بیاہ دیا تو بہتر ، نہیں تو جیتا نہ چھوڑوں گا ۔

اُنھوں نے کہا کہ اُس کی بیٹی تم نے کہاں دیکھی ہے جو ایسے فریفتہ ہوگئے ؟

حاتم نے تمام ماجرا عشق کا اول سے تا آخر بیان کر کے کہا کہ میں صرف اُسی کی آرزو اور اسی کے ملنے کی جست و جو میں رنج و محنت کھینچتا ہوا یہاں تک آ پہنچا ہوں ۔ اور شام احمر نے جو کچھ مجھ پر ظلم کیا ، کیا کہوں ، نہ زبان کو یارا کہ تقریر کرے ، نہ قلم کو طاقت جو تحریر کرے ۔ احسان ہے خدا کا کہ جس نے مجھ سے ضعیف کو ایسے زبردست پر فتح یاب کیا ۔ اگرچہ اب وہ یہاں سے بھاگا اور اپنے اُستاد کے پاس گیا ہے تو اس سے کیا ہو سکتا ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب میں اس کو اس کے اُستاد سمیت ماروں گا اور نام و نشان اُن دونوں کا اس صفحۂ عالم سے مٹا دوں گا ۔

اُنھوں نے عرض کی کہ خداوند! کملاق بڑا جادوگر ہے اور اُس کا زیر کرنا نہایت مشکل ہے ۔

حاتم نے کہا ” اے یارو! ہمت نہ ہارو ۔ اگر کچھ تماشا دیکھا چاہتے ہو تو میرے ساتھ چلو ، نہیں تو یہیں آرام کرو ، میں جانوں اور کملاق اور شام احمر جادو جانے ۔“

اُنھوں نے عرض کی کہ آپ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے ۔ یہ بات مروت سے بعید ہے جو ہم تم کو تنہا جانے دیں ؛ بہتر یہی ہے کہ ہم بھی ہم راہ رکاب چلیں ۔ بالفرض اگر وہ غالب آیا تو ہم تمھارے ساتھ پھر آویں گے اور جہاں تم جاؤ گے ہم بھی ساتھ ہوں گے ۔ یہاں ہمارا کیا کام ہے ، وہ ہمیں ہرگز جیتا

Marfat.com

نہ چھوڑے گا ۔

غرض حاتم نے سب چاکروں سمیت کوہ کملاق کا رستہ پکڑا ۔ تھوڑی دور جا کر انھوں نے کہا ''حضرت سلامت ! شام احمر جادو یہاں سے ایک دن میں ہم سب سمیت اس پہاڑ پر جا پہنچا تھا ۔''

حاتم نے جواب دیا کہ سچ ہے ۔ وہ جادوگر تھا ، اپنے جادو کے زور سے اس راہ دور دراز کو اتنا جلد طے کرتا تھا ۔

انھوں نے عرض کی ''خداوند! اگر آپ جادوگر نہیں ہیں تو ایسے ساحر پر کیوں کر غالب ہوئے ؟ کیوں کہ وہ ایسا جادوگر ہے کہ پہاڑ کو موم کرتا ہے اور موم کو لوھا پتھر کر ڈالتا ہے ۔''

اتنے میں سرتک بولا کہ اے نادانو ! میں نے اس کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ یہ بھی ایک روز میں وہاں جا سکتا ہے اور کملاق اور احمر کو اپنا تابع دار کر سکتا ہے ۔ اگر چاہے تو اُن کو بھی مار ڈالے ؛ تم نہیں جانتے ہو اس کو تائید خدا ہے ۔

پھر حاتم نے کہا ''اے عزیزو! میں اسم اعظم جانتا ہوں ، جہاں وہ اثر کرے وہاں جادو کا کیا چلے، دیکھو اس اسم کے اثر سے وے جل کر خاک ہو جائیں گے ۔''

پھر وے سب کے سب حاتم کے ساتھ اس تالاب پر پہنچے کہ وہ پہلی منزل تھی ، پر یہ معلوم نہ تھا کہ احمر جادو اسی راہ سے گزرا ہے اور اس تالاب پر بھی سحر پڑھ گیا ہے ۔ بے تحاشا سبھوں نے پانی پی لیا ، پیتے ہی اُن کی نافوں سے فوارے خون کے چھٹنے لگے ۔ حاتم دیکھ کر حیران رہ گیا ، پر اُن سے جدا نہ

ہوتا تھا اس لیے کہ یہ بے چارے میرے ساتھ آئے ہیں ، ان کو اکیلے کیوں کر چھوڑوں اور اس پانی میں کیا بلا تھی کہ جس کے پینے سے ان کی یہ حالت ہوئی ۔

القصہ تمام رات گزر گئی، حاتم پیاسا رہا ، پر پانی کا ایک قطرہ بھی اس نے نہ پیا ۔ جب صبح ہوئی وے سب کے سب مانند مشک کے پھول گئے ۔ حاتم اُن کی حالت دیکھ کر ہاتھ ملتا تھا اور روتا تھا لیکن یہ نہ سمجھا کہ شام احمر جادو نے اس پانی پر بھی جادو کیا ہے ؛ آخر اُن کی زندگی سے ناامید ہوا ۔ وہیں خیال گذرا کہ شاید اسم اعظم کی برکت سے وہ بے چارے اچھے ہو جائیں اور اُن کی جانیں بچیں ۔ یہ اندیشہ کر کے اُس اسم مبارک کو پڑھ کے اُن پر پھونکا ۔ سوجن اُن کی پہلے ہی مرتبے میں اُتر گئی ۔ دوسری دفعہ پھر پڑھ کے دم کیا ، تب اُن کی نافوں سے نیلا پانی جاری ہوا ۔ غرض تیسری بار اپنی حالت اصلی پر آ گئے اور حاتم کو دعائیں دینے لگے اور تعریفیں کرنے ۔

تب حاتم نے پوچھا کہ اے یارو! یہ کیا باعث ہے ؟

وے بولے "خدا وند! ہم کو یوں معلوم ہوتا ہے کہ شام احمر جادو اس تالاب پر بھی جادو کر گیا ہے ۔ حاتم نے اُس پر بھی اسم اعظم پڑھ کر پھونکا ۔ پہلے وہ جوش میں آیا پھر سرخ ہو کر سبز ہوتے ہی نیلا ہو گیا ، بعد ایک دم کے صاف ہوا اور اپنی اصلی رنگت پر آ رہا ۔ حاتم نے جانا کہ اب اس تالاب سے جادو کا اثر جا چکا ہے ، تھوڑا سا پانی آپ پیا اور سب کو فرمایا کہ پانی پیو اور نہاؤ تا کہ حرارت سحر کی بہ سبب اسم اعظم کے تمہارے بدنوں سے جاتی رہے ۔

Marfat.com

اُنھوں نے اُس کے کہنے پر عمل کیا اور اعتقاد لا کر کہنے لگے ''خدا وند! ہم تمھارے ساتھ ہو کر شام احمر اور کملاق سے لڑیں گے ۔'' اسی قصد پر آگے بڑھے ۔

اور شام احمر جو بھاگا تو کملاق ھی کی ڈیوڑھی پر آ کھڑا ھوا ۔ چوب داروں نے جا کر عرض کی ''خداوند! شام احمر جادو ننگے سر ، ننگے پاؤں نہایت پریشان احوال در دولت پر کھڑا ھے ۔'' کملاق نے اُس کو اندر بلا کر گلے لگا لیا اور پوچھا کہ تجھ پر کیا حادثہ پڑا ھے جو اس حال سے یہاں آیا ؟

اُس نے عرض کی کہ میرے پہاڑ پر حاتم نام ایک جوان بڑا جادوگر کہیں سے آیا ھے ، اُس نے مجھے ان حالوں میں پہنچایا ھے ۔

کملاق یہ احوال سن کر آگ کا بگولا ھو گیا اور کہنے لگا کہ تو خاطر جمع رکھ ، میں اُس کو ابھی چومیخا کر کے تیرے حوالے کر دیتا ھوں ۔ غرض اُس کی تسلی کر کے ایک منتر پڑھا اور اپنے پہاڑ کی طرف پھونکا ، وھیں ایک آگ نمودار ھوئی اور حلقے کی صورت ھو کر اُس پہاڑ کو گھیر لیا ۔ حاتم بھی بعد دو چار روز کے کوہ کملاق کی حد میں جا پہنچا ۔ رفیقوں نے عرض کی ''قبلۂ عالم ! کوہ کملاق یہی ھے لیکن اس کے گرد یہ آگ جو شعلہ زن ھے ، شاید جادو کا سبب ھے'' ۔ حاتم ٹھہر گیا اور اسم اعظم کو پڑھ کر اُس پہاڑ کی طرف دم کیا ، آگ بالکل بجھ گئی ۔ یہ خبر کملاق جادوگر کو پہنچی ، اُس نے پھر ایک جادو ایسا کیا جس کے زور سے اُس پہاڑ کے گرد ایک دریائے عظیم پیدا ھوا اور موج مارتا ھوا حاتم کی طرف بڑھا ۔

Marfat.com

سبھوں نے التماس کیا کہ خدا وند ! یہ دریا جادو کا ہے اب ہم بے اجل ڈوبے ، اس میں بچتے نظر نہیں آتے ۔

حاتم نے کہا کہ مت گھبراؤ ، خدا کو یاد کرو ۔ یہ کہہ کر پھر اسم اعظم پڑھ کر پھونکا ۔ وہ دریا ھوا ھو گیا اور زمین خشک نظر آئی ۔ جادوگروں نے دریافت کیا کہ کوئی سحر اس جوان پر کارگر نہیں ھوتا ، دیکھیے کیا ھوتا ہے ۔

اتنے میں کملاق نے ایک اور منتر پڑھا ۔ پڑھتے ھی اُس کے دس دس پانچ پانچ من کے پتھر پڑنے لگے ۔ غرض اس قدر برسے کہ اس پہاڑ کے گرد ایک اور پہاڑ ھو گیا اور وہ نظر آنے سے رہ گیا ۔

اس حال کو ملاحظہ کر کے حاتم بیٹھا اور اسم اعظم پڑھنے لگا ، اُس کی برکت سے ایک ایسی ھوا بہی کہ اُن پتھروں کو لے گئی ، کوہ کملاق نظر آنے لگا ، حاتم آگے بڑھا ۔

کملاق جادو نے پھر ایک ایسا افسوں پڑھا کہ وہ پہاڑ حاتم اور حاتم کے ھم راھیوں کی نظروں سے الوپ ھو گیا ۔ تب اُنھوں نے عرض کی ”خدا وند اُس پہاڑ کو کملاق نے جادو کے سبب سے چھپایا ہے“۔ یہ سن کر حاتم وھیں بیٹھ گیا اور اسم اعظم پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگا ۔ فضل الٰہی سے بعد دو تین روز کے وہ پہاڑ پھر نظر آیا ۔

حاتم اُٹھ کھڑا ھوا اور ساتھیوں سمیت اُس پر چڑھ گیا ۔

جادوگروں نے وھاں کے اُس کو دیکھتے ھی غل مچایا کہ یہ جوان صحیح و سلامت یہاں آ پہنچا ، تب کملاق شام احمر جادو سمیت اس آسمان پر جو اس پہاڑ سے تین ھزار گز بلند تھا چڑھ گیا اور اپنے لشکر کو اس کے دروازے پر چڑھایا ۔

Marfat.com

حاتم نے جو دیکھا کہ اب سامنا کرنے والا کوئی نہ رہا بے دھڑک شہر میں داخل ہوا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک شہر بہت بڑا عالی شان اور عمارت اُس کی دل چسپ اور ہر ایک مکان پاکیزہ ، دوکانوں میں دو رستہ کشادہ ، ستھری صاف اُن میں ہر ایک طرح کی جنس دھری ہے اور قسم قسم کے جواہر جگمگا رہے ہیں اور انواع و اقسام کے میوے مٹھائیوں سے خوانچے معمور ، موافق قرینے کے جا بہ جا لگے ہوئے ؛ پر آدمی کا کہیں نام نہ تھا ۔

حاتم نے یہ تماشا دیکھ کر اپنے لوگوں سے کہا کہ یہاں کے رہنے والے کیا ہوئے ؟

اُنھوں نے کہا ”خداوند ! کملاق آپ کے ڈر سے ان سبھوں کو لے کے اُسی آسمان پر گیا ہے جو اُس نے بنایا ہے“۔

حاتم اس بات کو سن کر ہنسا اور کہنے لگا ”اب تم کیوں بھوکھے مرتے ہو ؟ نعمتیں خدا نے دی ہیں ان کو مزے سے چکھو اور سجدۂ شکر جناب الٰہی میں بجا لاؤ ۔“

وہ بھوکھے تو تھے ہی ، بے اختیار کھانے لگے ۔ جب کھا چکے سوج کر سم دم ہو گئے اور ہر ایک کی ناک سے لہو ٹپکنے لگا ۔ حاتم نے معلوم کیا کہ وہ کم بخت ان نعمتوں پر بھی جادو کر گیا ہے ۔ یہ سمجھ کر تھوڑا سا پانی منگوایا اور اُس پر اسم اعظم پڑھ کے ہر ایک کو پلا دیا ؛ وہیں سحر کا اثر جاتا رہا ، وے اچھے ہوگئے ؛ پھر حاتم نے اسم اعظم پڑھ کے ہر ایک چیز پر پھونک کر کہا کہ اب شوق سے کھاؤ کہ جادو کا عمل باطل ہو گیا ۔ تب اُنھوں نے دل جمعی سے پیٹ بھر کر کھایا ۔ پھر حاتم نے پوچھا کہ جادو کا آسمان کہاں ہے ؟

Marfat.com

انھوں نے عرض کی کہ وہ اس زمین پر ہوا میں مانند گیند کے نظر آتا ہے ۔

حاتم اس طرف متوجہ ہوا اور اسم اعظم پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگا ۔ آخر وہ گیند بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو ہو کر پہاڑ پر گر پڑا اور بہت سے جادوگر واصل جہنم ہوئے ؛ مگر کملاق اور شام احمر بچ کر پہاڑ کے اوپر گرے اور کسی طرف کو بھاگے ۔ اور حاتم اسم اعظم پڑھتا ہوا ان کے پیچھے پیچھے چلا ۔ آخر وے دونوں بھی گھبرا کے پہاڑ سے گرے اور پاش پاش ہو گئے ۔ حاتم بہت شاد ہوا اور سجدۂ شکر بجا لایا ۔

پھر ''سرتک'' سے کہنے لگا کہ میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا کہ جب کملاق کو ماروں گا ، اس کے ملک کا بادشاہ تجھ کو کروں گا ۔ اب یہ ملک تجھ کو دیتا ہوں اور اپنا وعدہ وفا کرتا ہوں ، بہ شرطے کہ تو خدا کو ایک جانے ، اسی کی پرستش کرے اور کسی بندۂ خدا کو دکھ نہ دے ، عدل و انصاف میں رات دن مشغول رہے ۔ یہ کہہ کر پھر ان سب جادوگروں سے بھی کہا کہ تم ''سرتک'' کی سرداری قبول کرو اور یاد الٰہی میں رہو اور اپنے تئیں بندۂ خدا سمجھو ۔ اور اگر ان باتوں سے خلاف کرو گے تو اپنی سزا کو پہنچو ۔ گے اور میں اب ملکہ زریں پوش کے پاس جاتا ہوں ، تم سب یہاں آپس میں ملے جلے ہوئے خوش و خرم رہو ۔ انھوں نے کہا کہ خوشی تو ہماری یہی ہے کہ ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں لیکن حکم سے باہر نہیں ہو سکتے ۔

غرض حاتم نے ان کو وہیں چھوڑا اور آپ ملکہ زریں پوش کے مقام کی طرف روانہ ہوا ۔ بعد چند روز کے وہاں

Marfat.com

جا پہنچا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ نہ تالاب ہے ، نہ وہ پانی ہے مگر وہ درخت جیوں کا تیوں ہرا بھرا کھڑا ہے ، پر اُس تالاب کی جگہ ایک شیش محل نہایت عالی شان جگمگا رہا ہے ۔

حاتم اُس کے دروازے پر جا کھڑا ہوا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہی نازنینیں سب کی سب اپنی اپنی جگہ کھڑی ہیں ۔ یہ اُن کو دیکھ کر خوش ہوا اور وہ اُس کے پاس آ کر پوچھنے لگیں کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو ؟

اُس نے کہا کہ میں وہی شخص ہوں جو تمھارے ساتھ اس درخت پر لٹکتا تھا ۔ اب میری طرف سے ملکہ کی خدمت میں سلام شوق کہو ۔

اُن میں سے ایک دوڑ کر شہ زادی کے پاس گئی اور عرض کرنے لگی کہ اے شہ زادی! حاتم نام ایک جوان جو سحر میں آلودہ ہو رہا تھا ، اب اچھا ہو کر آیا ہے ۔

اس نے سنتے ہی سر نیچا کر لیا ۔ بعد ایک دم کے سر اُٹھا کر کہا کہ اب تک کہاں تھا ؟ وہ شاید کوہ احمر کو گیا تھا، جاؤ جلد دریافت کرو ۔

وہ خواص پھر آئی اور حاتم سے پوچھنے لگی کہ اے حاتم! کچھ کوہ احمر کے احوال سے واقف ہے تو بیان کر ۔

اُس نے کہا کہ ملکہ زریں پوش کا باپ کافر تھا ، اپنے اعمالوں کے باعث سے مارا گیا اور جہنم میں جا پہنچا ؛ اتنا تجھ سے کہا اور باقی ملکہ سے کہوں گا ۔

اُس نازنیں نے حضور میں جا کر یوں ہی عرض کیا ۔ بادشاہ زادی سنتے ہی آنسو بھر لائی کہ وہ نازنینیں تسلی

Marfat.com

دے دے کر التماس کرنے لگیں کہ اے شہ زادی! ایسے برے باپ کے واسطے غم کھانا اور رونا عبث ہے، اُس نے اپنے فعل بد کی سزا پائی اور ہم تم اس قید شدید سے چھوٹے۔ لازم ہے کہ اب، اس جوان کو محل میں بلوا کر بہ خوبی ملاقات کرو۔

اس بات کو سن کر اس نے خوب سا سنگار کیا اور تخت مرصع پر آن و ادا سے آ بیٹھی۔ پھر ایک اعجاز و ناز سے کہا کہ اچھا بلوا لو۔ وہیں ایک سہیلی دوڑی اور اُس کو بلا لائی۔ نظر اس کی ملکہ پر پڑی، بے ہوش ہو گیا اور وہ بھی بھچک سی رہ گئی۔

بعد ایک دم کے اپنے تئیں سنبھال کر تخت پر سے اُٹھی۔ شیشہ گلاب کا ہاتھ میں لے کر حاتم کے پاس آئی اور گلاب اُس کے منہ پر چھڑکا، حاتم ہوش میں آیا اور اُس رشک گلشن خوبی کو اپنے سرھانے دیکھ کر باغ باغ ہو گیا۔ غرض بادشاہ زادی تخت مرصع پر آ بیٹھی اور حاتم کو بھی ایک جڑاؤ کرسی پر بٹھلا کر اپنے باپ کا احوال پوچھنے لگی۔

حاتم نے تمام ماجرا بیان کیا اور کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس قدر رنج کھینچے اور دکھ سہے؛ اب تجھ کو بھی لازم ہے کہ میری محنت کی داد دے اور اپنی مہربانی و دوستی سے میری مصیبتوں کو راحت سے بدلے اور اس نا امید کی امید برلاوے۔

اس بات کو سن کر وہ سر بہ زانو ہوئی۔ اتنے میں ہم جولیوں نے کہا کہ بی بی! حاتم بھی یمن کا شہ زادہ ہے۔ تمھارے نصیب اچھے تھے جو یہ خود بہ خود یہاں آیا۔ تم جو اس سے اپنی شادی کرو گی، ہر طرح سے نام آوری اور بہتری

Marfat.com

ہے ۔ اور اپنے باپ کے مرنے کا غم نہ کرو ، وہ کم بخت جادوگر تھا ، خوب ہوا جو مرا ، تمام جہان کا فساد مٹا ، اب سر انجام شادی کا کیا چاہیے ۔ بادشاہ زادی شرما کر تخت سے اُٹھی اور محل میں چلی گئی ۔

مصاحبیں اُس کی شادی کی تیاری کرنے لگیں ، سات روز تک راگ کی صحبت رہی ، آٹھویں دن نویں شب حاتم نے موافق اپنے جد و آبا کی رسموں کے شاہ زادی سے نکاح کیا اور خواب گاہ میں لے جا کر ہم کنار ہوا ۔ چاھتا تھا کہ ہم بستر ہو اور شربت وصال پیے کہ احوال منیر شہ زادے کا یاد پڑا، خوف الٰہی دل میں لایا ، مانند بید کے کانپنے لگا ؛ ندان ملکہ سے الگ ہوگیا ۔ پادشاہ زادی ھکی بکی رہ گئی کہ ایسا اُس نے مجھ میں کیا عیب دیکھا کہ عین وصل میں جدا ہوگیا ، اس سے کیوں کر پوچھوں ، یہ سوچ کر کچھ چپ سی رہ گئی ۔

جب اس نے اُس آئینہ رو کو آب حیرت میں غرق دیکھا کہا کہ اے راحت و آرام جان! اتنی پریشان خاطر کیوں ہوئی ؟ خدا نہ کرے کہ میری زندگی میں کسی طرح کا غم و الم تجھ کو ہو ۔ اگر میری اس حرکت سے اندیشے میں ہوئی ہے تو بجا ہے کیوں کہ چاند اور سورج میں عیب ہے اور تو اُن سے بھی حسن میں بہتر ہے کہیں کی کہیں ؛ لیکن میں خدا کی راہ میں کمر باندھے اپنے گھر سے منیر شامی کے لیے نکلا ہوں ۔ وہ عاشق حسن بانو کا ہے اور وہ نازنین سات سوال رکھتی ہے ، جو کوئی اس کے سوال پورے کرے گا وہ اُس کو قبول کرے گی ؛ اور منیر شامی اُس کے ایک سوال کا بھی جواب نہ دے سکا ۔ چناں چہ حسن بانو نے اپنے شہر سے نکلوا دیا ۔ وہ روتا پیٹتا آھیں بھرتا یمن کی طرف آ نکلا ۔ میں بھی ایک دن شکار کھیلتا

ہوا اُس طرف گیا تھا، اتفاقاً اُس سے ملاقات ہوگئی، احوال پوچھنے لگا ۔ اس نے بہ طور فقیروں کے اپنا احوال ظاہر کیا، غرض اُس کی بے کسی پر دل میرا بھر آیا اور آنسو ٹپک پڑے ۔ آخر کار میں تاب نہ لاسکا ، اُس کے ساتھ ہو کر شاہ آباد میں آیا اور حسن بانو کے سوالوں کے جواب اپنے ذمے لیے ۔ اُس بے چارے کو کاروان سرائے میں بٹھلا کر پھر جنگل کی راہ لی ۔ چناں چہ خدا کے فضل سے تین سوال اس کے پورے کر چکا ہوں ، یہ چوتھے سوال کی نوبت ہے ۔ ایک ایسا اتفاق ہو گیا کہ تجھ کو دیکھ کر دل ہاتھ سے جاتا رہا اور تیرے عشق کے تیر نے کلیجا چھید ڈالا کہ تمام جہان کے کام کاج سے گزر گیا ۔ بارے نصیبوں کی مدد سے تیرا دامن وصال ہاتھ لگا ، آرزو تو یہ تھی کہ تیرے باغ حسن سے گل راحت چنوں اور اپنے غنچۂ دل کو کھولوں ، پر کیا کروں کہ میں نے اس کے ساتھ قسم کھائی ہے کہ بھائی میں تیرے کام میں دریغ نہ کروں گا بلکہ جب تک تو اپنی مراد کو نہ پہنچے گا تب تک مجھ پر بھی عیش و عشرت حرام ہے ۔ پس یہ بات ہمت اور مروت سے بعید ہے کہ وہ ۔ چارہ انتظار کھینچے اور حاتم اپنے عیش و عشرت میں مشغول رہے ۔ صلاح یہ ہے کہ تم اپنی خوشی سے مجھ کو رخصت کرو کہ شہر خورم کو جاؤں اور چوتھا سوال اُس کا پورا کروں ۔

یہ بات سن کر شہ زادی نے کہا کہ پھر مجھ کو کہاں چھوڑ جاؤ گے ۔ آگے تو میرا باپ جیتا تھا ، وہ میری خبر لیتا تھا اب کیوں کر گذرے گی ؟

حاتم نے کہا کہ میں یمن میں تجھے بھیج دیتا ہوں ۔ میرا باپ وہاں کا بادشاہ ہے ، وہ تجھے اچھی طرح سے رکھے گا ، کسی طرح

کی کمی غمی نہ ہوگی ۔

یہ بات کہہ کر وہ اپنے باپ کو عرضی اس مضمون سے لکھنے لگا کہ اے قبلۂ کونین! اگر عمر وفا کرتی ہے تو میں اس کام سے فراغت کر کے حضور کی قدم بوسی کے واسطے آؤں گا اور سرفراز ہوں گا ۔ بالفعل ملکہ زریں پوش کو اپنے عقد میں لا کر خدمت عالی میں بھیجا ہے ، یقین ہے کہ توجہات و الطاف اس کے حال پر فرماتے رہیں ۔ القصہ جب عرضی تمام ہو چکی اس پر مہر کرکے ملکہ کے حوالے کی ، وہ اپنی خوان خواص اور لاؤ لشکر سمیت یمن کو روانہ ہوئی اور حاتم بھی شہر خورم کو چلا ۔

بعد چند روز کے ایک شہر میں داخل ہوا اور وہاں جا کر پوچھنے لگا کہ اے صاحبو! وہ کون شخص ہے جو ہمیشہ کہا کرتا ہے کہ سچ کہنے والے کے آگے ہمیشہ راحت ہے ۔

انھوں نے کہا "ایسا شخص تو یہاں کوئی نہیں جو یہ کہتا ہو مگر ایک بوڑھے نے یہی بات جو تم کہتے ہو ، لکھ کر اپنے دروازے پر لگا دی ہے"۔

حاتم نے پوچھا کہ اس کا مکان کہاں ہے ؟

وہ بولے کہ یہاں سے نو کوس پر شہر خورم ہے ، وہ وہیں رہتا ہے ۔

یہ بات سن کر حاتم اسی طرف روانہ ہوا ۔ بعد تین پہر کے جا پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک عمارت عالی شان و بلند کھڑی ہے اور اس کے دروازے پر یہی کلام خط جلی سے لکھا ہے ۔ یہ اس کو پڑھ کر نہایت خوش ہوا اور دروازے پر جا کے دستک دی ۔

Marfat.com

بعد ایک دم کے کئی دربان دروازہ کھول کے باہر آئے اور حاتم کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اے جوان ! تو کون ہے اور کس کام کو یہاں آیا ہے ؟

اس نے کہا کہ میں شاہ آباد سے ایک کام کے واسطے یہاں آیا ہوں ۔

اس بات کو سن کر دربانوں نے دوڑ کر اپنے خاوند سے اظہار کیا ۔ وہ شخص ظاہر میں امرد اور حقیقت میں کہنہ سال تھا ۔ بولا کہ اُس مسافر کو بلا لو ۔ جب حاتم اندر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک جوان خوش رو ، مسند تکلف پر تکیہ لگا امتیاز سے بیٹھا ہے ۔ اس نے جھک کر سلام کیا ۔ وہ بھی مسند سے اُٹھ کر بغل گیر ہوا اور نہایت تعظیم اور تکریم سے اپنے پاس بٹھا لیا ۔ کھانے انواع و اقسام کے منگوا کر اُس کے رو بہ رو رکھے ۔

جب کھانے سے فراغت ہوئی ، صاحب خانہ نے پوچھا کہ صاحب! تم کون ہو اور کہاں سے تشریف لائے ہو اور کس کام کے واسطے تم نے یہ سفر دور دراز اختیار کیا جو اس قدر رنج کھینچے اور دکھ سہے؟ سچ تو یہ ہے کہ سوائے دو شخصوں کے اس مکان پر اور کوئی نہیں آیا ، اُن میں کا ایک تو ہی ہے ۔

یہ سنتے ہی حاتم کہنے لگا ”میں یمن کا رہنے والا ہوں پر اب شاہ آباد سے منیر شامی کے کام کے لیے تم تک آیا ہوں ۔“ الغرض ماجرا حسن بانو پر عاشق ہونے کا اور اس کے سوالوں کے پورے کرنے پر اپنے تئیں مستعد ہونے کا تفصیل وار کہہ سنایا ۔ پھر پوچھا کہ آپ نے در دولت پر یہ کلام لکھ کر کس لیے لگایا ہے ؟

Marfat.com

اُس نے کہا کہ اے جوان مرد یمن کے رہنے والے! تو دنیا میں بڑے نیک ناموں میں مشہور ہو گا کیوں کہ کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو اوروں کے واسطے اپنے اوپر اس قدر دکھ لے یا رنج سہے - تو ہی ایسا تھا جو یہ بوجھ تو نے اپنے سر پر لیا ، آج رہ جا کیوں کہ راہ کا تھکا ماندہ آیا ہے ، قدرے آرام کر، اُس کی حقیقت میں کل تجھ سے کہوں گا -

غرض حاتم تمام رات وہاں بہ آرام تمام رہا ، صبح کو کھانا کھا کر کہنے لگا کہ اب ارشاد کیجیے -

اُس نے کہا کہ اے جوان! اس شہر خورم کو سات سو برس ہوئے ہیں کہ یہ یہاں آباد ہوا ہے اور میری عمر آٹھ سو برس کی - جس صورت سے مجھےتو اب دیکھتا ہے اسی شکل میں اُس وقت میں بھی تھا ، چناں چہ میں جواریوں میں مشہور تھا اور سوائے جوا کھیلنے کے کوئی کام جہان کا نہ کرتا تھا - اتفاقاً ایک روز نہایت تنگ دست ہوا کہ ایک پیسا بھی میرے ھاتھ نہ آیا - جب رات ہوئی تو چوری کو نکلا - اُس وقت یہ بات جی میں گزری کہ کسی غریب و غربا کے گھر جا کر کیا چوری کیجیے ، جس سے بہتر یہی ہے کہ بادشاہ کے دولت خانے میں جا کر خوب سا مال و جواہر چرا لائیے - یہ ٹھہرا کر بعد آدھی رات کے میں نے پادشاہ کی حویلی میں کمند ڈال اور خاص بادشاہ کی خواب گاہ میں اپنے تئیں پہنچایا - کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بھی چوکیداروں میں سے ، کیا خواص کیا خوجا ، کوئی نہیں جاگتا اور بادشاہ بھی اپنے مرصع کے پلنگ پر بے خبر سوتا ہے - میں آگے بڑھا اور اُس کے گلے سے گوھر شب چراغ اُتار کر کمند کی راہ سے باھر آیا اور کسی طرف چل نکلا - جب جنگل

Marfat.com

میں گیا ، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک درخت کے نیچے بہت چور کہیں سے مال چرا لائے ہیں اور بیٹھے حصے کر رہے ہیں ۔ اتفاقاً اُنھوں نے مجھ کو دیکھ لیا اور بلا کر پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے ؟ میں راست گو تھا ، سچ سچ احوال اُن سے کہا اور گوہر شب چراغ دکھا دیا ۔ اُس کو دیکھتے ہی چوروں کو یہ لالچ ہوا کہ میرے ہاتھ سے چھین لیں ۔ اتنے میں ایک شخص جنگل میں غیب سے پیدا ہوا اور اس آواز ہیبت ناک سے للکارا کہ تمام صحرا کانپ اُٹھا اور وہ اپنی جان کی دہشت سے بھاگ گئے ۔ میں تن تنہا وہاں کھڑا رہ گیا ۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا ''تو کون ہے ؟'' میں نے آگے بھی سوائے سچ کے کچھ اور نہ کہا تھا ۔ اُس سے بھی کہا ۔ یہ سن کر وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تو نے سچ کہا ، اس واسطے یہ سب مال و متاع اس گوہر شب چراغ سمیت میں نے تجھ کو بخشا لیکن تو چوری سے توبہ کر ۔ یہ بات اُس کی میں نے مان لی اور جوا کھیلنے اور چوری کرنے کی دل و جان سے توبہ کی ۔ پھر اس نے کہا کہ اگر جوا نہ کھیلے گا اور چوری نہ کرے گا تو تیری عمر نو سو برس کی ہوگی ۔

یہ کہہ کر چلا گیا ۔ میں اُس مال و متاع کے پشتارے باندھ کر اپنے گھر لے آیا اور ایک عمارت نہایت عالی شان بنائی ۔ محلے والے میرے دشمن ہوئے اور کوتوال سے جا کر یوں کہنے لگے کہ خدا وند! کل ہی کی بات ہے کہ یہ شخص کوڑی کوڑی کو محتاج تھا ، آج اس کے ہاتھ اس قدر زر نقد کہاں سے لگا جو اتنا بڑا محل بنایا ۔ اس بات کے سنتے ہی کوتوال نے مجھے بلا کر پوچھا ۔ میں نے اس کے سامنے بھی سوائے سچ کے کچھ اور نہ کہا ۔ وہ مجھے بادشاہ کے پاس لے گیا ۔ میں نے

Marfat.com

اُس کے رو بہ رو بھی جو بات سچ تھی سو ھی کہی ، جان کی دھشت کچھ نہ کی ۔ یہ سخن سن کر بادشاہ نے میرے حال پر نہایت نوازش کی کہ یہ شخص عجب راست گو ھے کہ اس قدر زر و جواھر کسی سے نہ چھپایا ، صاف کہہ دیا ۔ اس کے سچے پن پر میں نے یہ مال اس کو دیا اور اس کا گناہ بھی بخشا ، بلکہ اُس نے اور بھی زرو جواھر اپنے خزانے سے اتنا کچھ دیا کہ میں مالا مال ھو گیا ۔ اب بھی اس میں سے میرے پاس بہت کچھ ھے ، اگرچہ بہت کچھ خرچ کیا ۔ اور اُسی دن سے یہ اپنے دروازے پر لکھ کر لگا دیا ھے کہ سچ کہنے والے کے ھمیشہ راحت آگے ھے ، مردوں کو چاھیے کہ سوائے سچ کے کبھی جھوٹ نہ کہیں ۔ بہ قول سعدی شیرازی :

بیت

راستی موجب رضائے خدا ست
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

یہ کہہ کر اس نے حاتم سے پوچھا کہ سچ کہہ ، تو کون ھے ؟

اس نے کہا کہ میں یمن کا شہزادہ حاتم بن طائی ھوں ۔

یہ سنتے ھی وہ اپنی مسند سے اٹھا اور بغل‌گیر ھوا ، تعظیم و تواضع بہت سی کر کے کہنے لگا کہ سچ ھے کہ سوائے حاتم کے اور کون ایسا کام کر سکتا ھے ۔ پھر اس نے کئی دن تک اس کو مہمان رکھا ۔ ایک دن حاتم نے کہا ”اے عزیز! مجھے ایک کام بہت ضرور ھے ، اب رخصت کر ۔“ اس نے نہایت منت و معذرت سے رخصت کیا ۔

وہ اپنی منزل مقصود کو راھی ھوا ۔ رات دن چلا جاتا

Marfat.com

تھا ۔ ایک دن ملکہ زریں پوش کی صورت یاد آئی ۔ ارادہ کیا کہ ملکہ کو دیکھ کر شاہ آباد جاؤں گا ۔ یہ ٹھہرا کر یمن کی طرف روانہ ہوا ۔

بعد چند روز کے یمن کے قریب جا پہنچا ، خوشی سے ایک ستھرے تالاب پر بیٹھ گیا ۔ اتفاقاً اس کنارے ایک جوڑا طوطی کا بیٹھا تھا اور آپس میں باتیں کر رہا تھا ۔ حاتم نے بھی اپنے کان آدھر لگا دیے ، اس واسطے کہ دیکھوں تو یہ کیا کہتے ہیں ۔

اتنے میں مادہ نے نر سے کہا کہ تو مجھ کو تنہا چھوڑ کر کہاں جاتا ہے ، برائے خدا نہ جا ۔

نر نے کہا "اے نادان! تو کیوں کارخیر میں حرکت کرتی ہے ۔ قیامت کے روز تو میرے کیا کام آوے گی جو دنیا میں تجھ سے مشغول رہوں اور نیک کام کو چھوڑ دوں ۔ نہیں سنا ہے تو نے کہ ایک بادشاہ کسی دن شکار کو نکلا تھا ، ہر چند پھرا پر شکار کوئی اس کے ہاتھ نہ لگا ۔ آخر اپنے لشکر سے جدا ہو کر ایک جنگل میں جا پڑا ، وہاں ایک باغ خوش قطع دیکھ کر اس کے اندر چلا گیا اور شاداں و فرحاں سیر کرتا ہوا ایک بنگلے کے پاس جا پہنچا ۔ وہاں ایک حوض مثل تالاب کے برابر نظر آیا ۔ دیکھنے میں نہایت پاکیزہ ، خوب صورت ، پانی اس کا صاف و بے کدورت ۔ بادشاہ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ، اس کے کنارے بیٹھ کر ہاتھ سے پانی اچھالنے لگا ؛ یکایک ایک زنجیر اس کے ہاتھ میں آ گئی ، اس کو پکڑ کر جو کھینچا تو صندوق مقفل کنجی سمیت نکلا ۔ اس نے جو قفل اس صندوق کا کھولا تو ایک ماہ جبین پری طلعت کو اس میں بیٹھے پایا ، بادشاہ ڈر گیا ۔

Marfat.com

اس نازنین نے کہا ''اے جوان ! کیوں ڈرتا ہے ، میں بھی انسان ہوں''۔ یہ کہہ کر صندوق سے نکل آئی اور صراحی پیالا گزک لا کر بادشاہ کے آگے رکھ دیا ، پھر اسیدوار بوس و کناری کی ہوئی ۔ بادشاہ نے جو دیکھا کہ یہ عورت جمیلہ و شکیلہ ہے اور اسباب عیش و عشرت بھی سب مہیا ہے ، اس کو ہاتھ سے نہ دیا چاہیے ۔ شراب پی اور اس سے صحبت کی ۔ جب فارغ ہوا لشکر یاد آیا ، اٹھ کھڑا ہوا اور انگوٹھی اپنی چھین انگلیاں سے نکال کر اس کو دی کہ یہ میری نشانی اپنے پاس رکھ تاکہ پھر جو ملاقات ہو تو مجھ کو تو بھول نہ جاوے ۔ وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی اور ایک تھیلی انگھوٹھیوں کی نکال کر بادشاہ کو دکھلا دی اور کہنے لگی کہ اے جوان! خدا عالم الغیب اور دانا بینا ہے ۔ سچ تو یہ ہے کہ میرے خاوند نے حفاظت کے واسطے مجھے جنگل میں لا کر اس باغ کے بیچ صندوق میں بند کرکے حوض کے درمیان لٹکا دیا ہے اور آپ سوداگروں کے ساتھ سوداگری کرتا پھرتا ہے اور میرے کھانے پینے کو بھی اس جگہ ہر ایک چیز مہیا ہے ، کمی کچھ نہیں اور جو کبھی کبھی مسافر بھولا بھٹکا خواہ بادشاہ ، خواہ سوداگر ، اس باغ میں تیرے طرح سے آ نکلتا ہے اور اسی طور مجھے حوض سے نکال کر ہم بستر ہوتا ہے ، پھر انگوٹھی دے کر چلا جاتا ہے ؛ چناں چہ یہ بہت سی انگوٹھیاں میرے پاس موجود ہیں لیکن نہیں جانتی کہ کون سی کس کی ہے ۔ اسی طرح انگوٹھی کو اور تجھے بھی بھول جاؤں گی کیوں کہ ایک دو ہو تو کوئی یاد رکھے، سیکڑوں ہزاروں کا کہاں تک دھیان کرے ۔ اس بات کو سن کر بادشاہ حیران ہوا اور اس کو صندوق میں بند کرکے اسی صورت سے تالاب میں لٹکا اپنے لشکر کو ساتھ لے کر

Marfat.com

شہر میں آیا اور تمام اسباب بادشاھی فقیروں کو دے کر آپ جنگل میں نکل گیا اور بیٹھ کر یاد الٰہی میں مشغول ھوا ، پھر جب تک جیتا رھا عورت کا نام نہ لیا ۔ پس اے نادان! تو میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی جو کارخیر سے باز رکھتی ھے ۔ چناں چہ حاتم نے بھی برائے خدا کمر کوشش باندھی اور کتنی کتنی آفتیں اٹھا کر کچھ کچھ نیک نامی پیدا کی ، سو اب ملکہ زریں پوش کو یاد کر کے شاہ آباد کی راہ چھوڑ کر اس کی ملاقات کے واسطے یمن کو جاتا ھے ۔ افسوس اس بات کا ھے کہ وہ اپنی محنت خواہ نہ خواہ خاک میں ملاتا ھے ۔''

جوں ھی اس نے یہ بات سنی وھیں سجدۂ شکر ادا کر کے یہ بات اپنے دل میں کہی کہ اے حاتم! یہ آواز خدا کی طرف سے آئی اب تیرے حق میں یہی بہتر ھے کہ یمن کی طرف سے قدم پھیر اور شاہ آباد کا راستہ لے ۔ یہ بات جی میں ٹھہرا کر شاہ آباد کی طرف روانہ ھوا ، بعد ایک مدت کے جا پہنچا ۔ وھاں کے رھنے والے اسے پہچان کر حسن بانو کے دروازے پر لے گئے ۔

وہ اوجھل ھو گئی ، اسے پردے کے باھر بلوا کر بٹھلایا اور احوال پوچھا ۔ حاتم نے پہلے اپنی راہ کی مصیبت بیان کی ، پھر اس پیر مرد کی حقیقت جو ٹھیک ٹھی ، تمام و کمال کہہ دی ۔

حسن بانو نے کہا کہ اے حاتم! جو تو کہتا ھے سو سچ ھے ، اس میں کچھ شک نہیں ۔ یہ کہہ کر اسی وقت طعام پرتکلف و لذیذ منگوا کر حاتم کے سامنے رکھوایا ۔ تب اس نے کہا کہ اے حسن بانو! میں کارواں سرائے میں جا کر اپنے بھائی

کے ساتھ کھاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہاں سے اٹھا اور سرائے میں آ کر منیر شامی سے ملاقات کر کے باہم کھانا کھایا اور تمام سرگذشت بیان کی۔ یہ سن کر منیر شامی نے بہت سی تحسین و آفرین کی، پھر اپنے پلنگ پر بہ آرام تمام سو رہے۔ صبح کو حاتم حمام کر کے کپڑے نئے پہن کر حسن بانو کی ڈیوڑی پر آیا، چوب داروں نے خبر پہنچائی کہ حاتم آیا ہے۔

اس نے پردہ کر کے اندر بلا لیا اور ایک کرسی پر بٹھلا کر کہا کہ اے حاتم! سننے میں یوں آیا ہے کہ ایک پہاڑ سے آواز آتی ہے۔ اسی واسطے اس کا ''کوہ ندا'' نام رکھا ہے۔ اب اس کی خبر لا کہ وہاں آواز کرنے والا کون اور پہاڑ کے آدھر کیا اسرار ہے؟ حاتم یہ سن کر وہاں سے رخصت ہوا اور کاروان سرائے میں آ کر منیر شامی سے کہنے لگا کہ اے منیر شامی! اب میں کوہ ندا کی خبر لانے جاتا ہوں؛ اگر زندگی وفا کرتی ہے تو اس بات کو تحقیق کر کے پھر تجھ سے آ ملتا ہوں اور نہیں تو مرضی اللہ کی، پر تو کسی بات کا خطرہ نہ کرنا۔

Marfat.com

پانچواں سوال

حاتم کے جانے کا اور کوہ ندا کی خبر لانے کا

غرض حاتم نے دو چار باتیں نصیحت آمیز منیر شامی سے کر کے جنگل کی راہ پکڑی ۔ غرض جس بستی میں جا نکلتا تھا وہاں کے لوگوں سے پوچھتا تھا ''اے عزیزو! تم میں سے کوئی کوہ ندا کی راہ سے واقف ہے تو مجھے بتا دے'' ۔ یہ بات سن کر وہ لوگ حیران ہو ہو کر کہتے کہ بھائی ہماری اتنی بڑی عمر ہوئی ہے ، ہم نے اس کا نام بھی نہیں سنا راہ تو ایک طرف ۔ اور حاتم جوان مردی سے ان دیکھی ، ان سنی راہ طے کرتا ہوا چلا جاتا تھا ۔

بعد ایک مہینے کے کسی شہر کے گرد و نواح میں جا پہنچا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ تمام مرد و زن اس شہر کے صحرا میں جمع ہوئے ہیں ، یہ انہیں کی طرف چلا ۔ انہوں نے جو دیکھا کہ ایک شخص چلا آتا ہے ، سب کے سب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور بہ آواز بلند کہنے لگے کہ مرحبا اے مسافر! خوب ہوا تو یہاں آیا ، ہم کب سے تیری راہ دیکھتے ہیں ۔ حاتم آگے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ دستر خوان پر طرح بہ طرح کے کھانے چنے ہیں اور ایک جنازے کے گرد بہت سے لوگ بیٹھے ہیں ۔ حیران ہو کر پوچھنے لگا ۔ ''اس مردے کو کیوں نہیں گاڑتے اور اس قدر کیوں روتے ہو؟''

Marfat.com

انھوں نے کہا کہ ہماری قوم کی یہ رسم ہے کہ کوئی شخص ، کیا عمدہ کیا غریب ۔ مرجاوے تو ہم سب اس کے جنازے کو جنگل میں لے آتے ھیں اور کھانے بہت سے ستھرے پکا کر ایک دسترخوان پر چن کے مسافر کی راہ دیکھتے ھیں ؛ اگر کوئی پنچھی پردیسی اس عرصے میں آ گیا تو مردے کو گاڑ دیتے ھیں اور کھانا اس مسافر کے آگے رکھ دیتے ھیں ۔ چناں چہ اس مردے کو سات روز ھوئے ھیں کہ یہ یوں ھی یہاں پڑا ھے اور کوئی مسافر ایک بھی اس طرف نہ آیا تھا ۔ ھم عجب مصیبت میں گرفتار تھے کہ ھر روز کھانا شام کے وقت اپنی عورتوں کو بھیج دیتے تھے اور آپ یوں ھی پڑ رہتے تھے ۔ الحمد للہ کہ اب ساتویں روز تیری صورت دیکھی ، اب اس کو بھی دفن کریں گے اور کھانا بھی کھاویں گے ۔

حاتم نے کہا کہ اگر ایک مہینے تک کوئی مسافر یہاں نہ آوے تو اس مردے کا احوال کیا ھو اور تم کس صورت سے جیو ؟

انھوں نے کہا کہ یہ بات سچ ھے ، پر ساتویں دن خواہ نہ خواہ مسافر کہیں نہ کہیں سے آ ھی رہتا ھے ؛ احیاناً اگر پندرہ روز نہ آیا تو تمام دن روزہ رکھیں ، شام کے وقت صرف پانی پیئیں اور مردہ بھی ایک مہینے تک نہیں سڑتا ۔

حاتم نے کہا کہ اگر ایک مہینے سے زیادہ گزرے تو بدبو آوے گی ، اس وقت کیا کرو گے؟

وہ بولے جو ایسا ھی ھو تو مردے کو گاڑ دیں اور تمام مرد و زن چھ مہینے تک روزہ رکھیں ، شام کے وقت درگاہ الٰہی میں توبہ کریں اور کھانا ھر روز ھمسایوں میں بانٹیں ، پھر مردے

کی قبر پر جا کر بہت سا مال و زر خیرات کر کے اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں ۔

یہ بات سن کر حاتم حیران ہوا ۔ انھوں نے اس مردے کو تہ خانے میں اتار کر فرش پاکیزہ بچھا کے اس کو اس پر لٹا دیا اور طرح بہ طرح کے کھانے رکھے ، خوشبوئیوں کی بتیاں روشن کر کے سات بار اس کے گرد پھرے ، قدم بوس ہو کر باہر نکل آئے اور دستر خوان پر جا بیٹھے ۔ پھر حاتم سے کہا کہ اے مسافر! کھانے میں پہلے تو ہاتھ ڈال اور پیٹ بھر کر کہا کہ یہ قبول ہو اور تیری توجہ سے ہم بھی روزہ کھولیں ۔

یہ بات سن کر حاتم کھانے لگا ۔ پھر وہ سب بھی شریک طعام ہوئے ۔ بعد اس کے جو بچا اس کو اپنے اپنے گھر بھجوا دیا ، وہ ان کی عورتوں نے کھایا ۔ وہ نہائے اور پاک و پاکیزہ کپڑے پہن کر گھر چلے اور حاتم سے کہا کہ اے جوان! اگر تیرا جی چاہے تو چند روز ہمارے یہاں مہمان رہ ۔ حاتم نے کہا بہت بہتر تمھاری خاطر سے دو چار روز رہ سکتا ہوں ۔

غرض وے اس کو شہر میں لے گئے اور ایک مکان ستھرا سا اس کے رہنے کو خالی کروا دیا اور لوازم خورش و پوشش کے خوب صورت لونڈیاں سمیت بھجوا دیے ۔ حاتم نے اپنے دل میں کہا کہ یہاں کی عجب رسم ہے ۔ اگر میں ان دموں سے فرصت پاؤں اور خدا میرے مطلب کو پورا کرے ، تو میں بھی اپنے شہر میں جا کر اسی طرح مہمان داری کروں گا ۔ اور وے عورتیں آرزو مند ہیں کہ اگر اس جوان کا ہم میں سے جی جس پر چلے اس سے بہ شوق تمام ملے اور شراب خوب سا مزا لے لے کر پیے ، لیکن حاتم نے کسی کی طرف خواہش کی

Marfat.com

نظر سے بھی نہ دیکھا ، صحبت کرنا تو معلوم ۔ جب سات روزگزر گئے تب اُن عورتوں نے اپنے سرداروں سے جا کر حاتم کی نیک ذاتی اور نیک طینتی کی خبر دی ۔

حاکم شہر نے اُس کو اپنے رو بہ رو بلوایا ، عزت و حرمت سے مسند پر بٹھایا اور کہا کہ اے جوان ! اگر اسی شہر میں بود و باش اپنی کرے تو عین مہربانی ہے اور میں بھی اپنی بیٹی تیری خدمت میں دوں ۔

حاتم نے کہا کہ مجھ کو ایک کار ضروری در پیش ہے بہ سبب اُس کے لاچار ہوں ، نہیں تو رھتا ۔

یہ سن کر اُس نے کہا کہ اگر ہم بھی اُس کام سے مطلع ہوں تو تیری رفاقت کریں ۔

حاتم نے التماس کیا کہ مَیں یہ نہیں چاھتا کہ کوئی میرے ساتھ تکلیف کھینچے ۔

وہ بولا کہ اے جوان ! اگر ساتھ نہیں لیتا تو بھلا یہی کہہ دے کہ وہ ایسا کیا کام ہے ۔

حاتم نے کہا کہ ایک عورت حسن بانو نامی سات سوال رکھتی ہے ، جو کوئی اُن کا جواب بہ خوبی دے ، اُسی سے وہ اپنا نکاح کرے ۔ حاصل یہ ہے کہ شہ زادۂ منیر شامی اُس پر عاشق ہوا ہے ، نہ طاقت جدائی کی رکھتا ہے ، نہ قدرت وصال کی اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اُس کے سوال پورے کر سکے ، مگر اُس کے فراق میں جنگل جنگل روتا پھرتا تھا ۔ اتفاقاً مجھ سے ملاقات ہو گئی ، میں نے جو اُسے بہ‌حال تباہ آہیں بھرتے دیکھا نہایت غمگین ہوا ، بلکہ رو دیا ؛ آخرکار میں تاب نہ لا سکا ، برائے خدا اس کے لیے اپنے شہر سے نکلا اور مسافرت اختیار کی ۔

Marfat.com

خدا کے فضل سے چار سوال اُس کے پورے کر چکا ہوں ، یہ پانچویں سوال کی باری ہے اور وہ یہ ہے کہ کوہ ندا کی خبر لایا چاہیے۔ اسی تالاش میں چھ مہینے گزر گئے ہیں ۔ جس سے پوچھتا ہوں ، کوئی نہیں بتاتا ۔ اگر تجھ کو خبر ہووے تو اُس کا کھوج بتا دے ، گویا کہ تو نے میرا ساتھ دیا ، مدد کی ، مہربانی فرمائی ۔

یہ بات سن کر اُس دیرینہ سال نے کہا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ دکھن کی طرف طلسمات ہے اور اس کے بائیں طرف ایک شہر عالی شان آباد ہے ، وہاں آج تک کسی نے مردہ نہیں دیکھا ، نہ قبر دیکھی ہے اور نہ کوئی کسی کے واسطے روتا ہے ۔

یہ ماجرا سن کر حاتم نے کہا کہ مجھ کو اُسی سمت کو جانا ہے ۔

وہ بولا کہ اے عزیز! سنی ہوئی راہ تو کس طرح چلے اور منزل مقصود کو کیوں کر پہنچے گا؟

حاتم نے کہا کہ جو مجھے یہاں لایا ہے ، وہی وہاں پہنچاوے گا ۔

اس سخن کو سن کر اُس دیرینہ سال نے بہت سا زر و جواہر اس کے آگے رکھ دیا ۔ حاتم نے اُس میں سے خرچ راہ کے موافق لیا اور باقی فقیروں کو دے کر اُسی طرف کا رستہ لیا ۔

بعد ایک مدت کے قریب ایک شہر کے جا پہنچا اور اس کے گرد و پیش کوئی قبر نہ دیکھی ، جانا کہ وہ شہر یہی ہے ، اندر گیا ۔

وہاں کے رہنے والوں نے پوچھا کہ اے جوان! تو کہاں

Marfat.com

سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟

حاتم نے کہا ''شاہ آباد سے آیا ہوں اور کوہ ندا کو جاؤں گا۔''

انھوں نے کہا ''کوہ ندا کا رستہ یہاں سے بہت دور ہے، تو نہیں جا سکے گا۔''

اس نے جواب دیا کہ جو مجھ کو یہاں لایا ہے وہ کریم کارساز وہاں بھی پہنچائے گا۔ پھر انھوں نے کہا کہ تو آج کی رات یہیں رہ جا، ہماری دال روٹی قبول کر۔

حاتم اس بات کو سن کر وہیں اتر رہا۔ اور وہاں ایک شخص کتنے دنوں سے بیمار تھا، اس کے وارثوں نے جمع ہو کر اسے ذبح کیا اور گوشت آپس میں بانٹ لیا اور یہ شخص جس نے حاتم کو مہمان رکھا تھا اپنا حصہ پکا ایک کوزہ پانی اور دو چار روٹیاں شام کے وقت حاتم کے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ اے مسافر! جلد اس کو کھا کہ کبھی ایسی نعمت نہ کھائی ہوگی۔

حاتم نے کہا ''اے عزیز! میں نے جتنے چرند و پرند حلال ہیں، سب کھائے ہیں، یہ کس جانور کا گوشت ہے جو میں نے نہیں کھایا؟''

اس نے کہا ''البتہ تو نے جانوروں کا گوشت کھایا ہوگا پر یہ آدمی کا ہے، ایسا کبھی نہ کھایا ہوگا۔''

حاتم نے یہ بات سن کر کہا ''تم آدم خورے ہو، تم سے ڈرا چاہیے، شاید کسی مسافر کو تم نے مارا ہے، اس کا گوشت کھایا چاہتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہی قاعدہ ہے تمھارا کہ جو مسافر بھولا بھٹکا یہاں آ نکلتا ہے، تم اس کو ذبح کر کے گوشت

آپس میں بانٹ کر کھا لیتے ہو۔"

وہ بولا کہ اے مسافر! توبہ کر، خدا سے ڈر، ہم مسافروں کو مار کر نہیں کھاتے۔

تب حاتم نے کہا کہ یہ طرفہ ماجرا ہے۔ تو آپ ہی کہتا ہے کہ یہ گوشت آدمی کا ہے، پس کوئی اپنے ہم جنس کو ذبح کر کے نہیں کھاتا مگر غیر کو۔

اس شخص نے جواب دیا کہ یہ غلط سمجھا ہے تو۔ ہمارے ملک کی یہ رسم ہے کہ جو کوئی بیمار پڑتا ہے، اس کے قبیلے کے لوگ اس کو ذبح کر کے گوشت کے حصے آپس میں کر لیتے ہیں؛ چناں چہ اسی سبب سے ہمارے شہر میں اپنی موت سے کوئی نہیں مرتا اور نہ قبر بنتی ہے۔

حاتم نے اس ماجرے کو سن کر کہا کہ لعنت خدا تمھاری رسم پر اور تمھارے شہر پر۔ خدا کریم ہے، اکثر بیماروں کو اچھا کرتا ہے اور اکثر اچھوں کو بیمار کر ڈالتا ہے: پس جو کسل مند ہو، تم اس کو ذبح کر کے کھا جاؤ، یہ فعل کس قوم میں درست ہے۔ یہ کیا ظلم ہے، اس حرکت سے تم سب کے سب گنہ گار ہو اور ہزاروں خون تمھاری گردنوں پر ہیں، تمھارا منہ دیکھنا روا نہیں۔

یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور جنگل کی راہ لی۔ تھوڑی دور جا کر کیا دیکھتا ہے ایک شیر مارے بھوک کے زمین پر تڑپ رہا ہے۔ یہ حالت دریافت کر کے اس نے ایک ہرن کو شکار کیا اور اس شیر کے آگے ڈال دیا۔ اس نے بہ خوبی تمام پیٹ بھر کر کھایا، پھر سجدۂ شکر ادا کر کے جنگل کی راہ لی۔ اور حاتم نے بھی کچھ کباب کھا کر ایک تالاب پر جا کے

پانی پیا اور درگاہ الٰہی میں سجدہ کر کے آگے کا رستہ پکڑا۔ جب کسی جنگل میں کچھ میوہ دانا نہ پاتا ، اسی طرح سے شکار کر کے گوشت ہی کھاتا۔

بعد چند روز کے ایک آبادی نظر آئی، اس کی طرف چلا۔ جب قریب جا پہنچا ، کیا دیکھتا ہے کہ بہت سے لوگ میدان میں آگ جلا کر اس کے گرد کھڑے ہیں۔ اس نے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ اے یارو! یہ کون سا ملک ہے اور تم کون ہو اور اس جگہ اتنی لکڑیاں جمع کر کے آگ کیوں جلائی ہے ؟

انھوں نے کہا ''اے فقیر! تو اپنی راہ لے ، تجھے اس کے دریافت کرنے سے کیا حاصل۔ یہاں کچھ رسوئی نہیں ہوتی جو ہم تجھے کچھ دیں ، ہماری قوم سے آج ایک شخص مر گیا ہے اس کی جورو اس کے ساتھ جلتی ہے۔''

حاتم نے کہا کہ اے یارو ! تم اس مردے کو زمین میں کیوں نہیں گاڑتے اور اس غریب عورت کو جیتے جی کیوں جلاتے ہو ؟''

انھوں نے کہا کہ اے عزیز ! معلوم ہوا کہ تو اس ملک کا رہنے والا نہیں۔ صاحب یہ ملک ہندوستان ہے، یہاں کی رسم یہ ہے کہ جورو اپنی خوشی سے خاوند کے ساتھ جلتی ہے۔

حاتم نے کہا ''صاحبو! مردے کے ساتھ جیتے کو جلانا یہ رسم نہایت بد ہے۔'' یہ کہہ کر ان سے رخصت ہوا اور کسی گاؤں میں جا پہنچا ، وہاں ایک شخص سے پانی مانگا۔

وہ ایک کٹورا دودھ کا اور ایک مٹھے کا بھر کر لے آیا اور کہنے لگا کہ اگر تیرا جی چھاچھ پر چلے تو یہ حاضر ہے

اور اگر دودھ کی طرف طبیعت رغبت کرے تو یہ دونوں موجود ہیں - ان دونوں میں سے جسے چاہے اسے پی - حاتم نے پہلے مٹھا پی لیا پھر دودھ کا پیالا مانگا -

اس نے تھوڑی سی شکر اس میں ڈال کر وہ بھی پیالا حوالے کیا اور کہا کہ اے مسافر! اس وقت میرے گھر میں اچھے مہین خاصے چانول باس متی کے پکے ہیں بلکہ تیار دھرے ہیں ، اگر تو کہے تو وہ بھی لے آؤں ، ان کے ساتھ کھا نہایت مزا ملے گا -

حاتم بولا کہ بہت اچھا ، نیکی کا پوچھنا کیا ، اور اپنے دل میں اس کی ہمت پر عش عش کرنے لگا - غرض وہ ہندو ایک تھالی میں تھوڑا سا مٹھا لے آیا ، حاتم نے اس کو بہ خوبی کھایا اور رات کی رات اسی دؤں میں بستر کیا -

صبح کے ہوتے ہی اس ہندو کی جورو نے آ کر کہا کہ رسوئی تیار ہے ، کچھ اس سے کھاؤ اور دو چار دن یہیں رہو تا کہ ماندگی راہ کی دور ہووے -

یہ بات سن کر حاتم نے ان دونوں کو کہا ''آفرین صد آفرین تمہاری اس ہمت اور اس مسافر پروری پر -''

یہ سن کر انہوں نے نہایت عجز سے کہا کہ ہم سے تمہاری خدمت کب ہوئی ، یہ کھانا گھر میں معمولی لڑکے بالوں کے لیے موجود تھا ، وہی ہم بے تکلف لے آئے ہیں - اگر دو تین دن یہاں تشریف رکھو تو البتہ ہم موافق اپنی مقدور کے کچھ خدمت بجا لائیں -

حاتم نے کہا ''بہت اچھا ، میں تمہاری خاطر سے دو چار روز رہوں گا -''

Marfat.com

اس بات کو سن کر وے خوش ہوئے - پھر اس ہندو نے ایک مکان خوش اسلوب میں ایک پلنگ نہایت تکلف سے بچھایا اور فرش بھی اس کے آگے ستھرا صاف کر دیا ، پھر کھانے اقسام اقسام کے پکوا کر اس کے آگے رکھے اور کہا کہ اس میں سے کچھ نوش جان فرمائیے تو عین احسان و مہربانی ہے -

حاتم نے تو ایسے کھانے کبھی نہ کھائے تھے ، ان کو کھا کر نہایت محظوظ ہوا اور بہت سی تحسین و آفرین کر کے ان سے کہنے لگا کہ یہ ملک ہندوستان عجب گلستان ہے لیکن یہاں کی یہی رسم بد ہے کہ جیتی عورت کو موئے خصم کے ساتھ جلاتے ہیں ، باوجود اس کے کہ مردے کا بھی جلانا برا ہے -

اس بات کو سن کر اس ہندو نے کہا کہ یہ سچ ہے پر زن و شوہر الفت بہت سی رکھتے ہیں بلکہ آپس میں عاشق و معشوق ہوتے ہیں ؛ حیف ہے کہ خاوند مرے اور جورو جیتی رہے - ہم بہ زور نہیں جلاتے ، وہ اپنی خوشی سے جلتی ہے - اگر تھوڑے دن اس شہر میں رہو تو ہم تمھیں دکھلاویں گے -

یہ وہاں رہا - اتفاقاً وہاں کا رئیس بیمار ہو کر دو چار ہی دن میں مر گیا - اس کی چار جوروئیں تھیں اور پہلی بی بی کا ایک لڑکا بھی تھا - جب اس کی ارتھی بنا کر لے چلے تب وے چاروں کم خواب کے لہنگے پہن، لال تاش کی ساڑیاں باندھ ، پاتے سے آراستہ ہو ، پھولوں کے ہار گلے میں ڈال ، بالوں کو بکھیر ساتھ ہو لیں - قبیلے کے لوگ ان کے پاؤں پر گر پڑے کہ تم بھری پری ہو ، تمھیں جانا مناسب نہیں - انھوں نے کسی کا کہنا نہ مانا -

Marfat.com

تب حاتم ان کے پاس جا کر کہنے لگا کہ اے پری زادو! تمھیں شرم نہیں آتی جو اپنے گھر سے نکل کر نامحرموں میں آئی ہو اور ایک مردے کے ساتھ جلنا چاہتی ہو۔

وے ھنس کر کہنے لگیں کہ اے جوان! تجھے ہمیں دیکھنے سے حیا نہیں آتی اور ہم تو مردے ہیں، ہم کو ستر پردے کی کچھ خبر نہیں کیوں کہ وہ کون سا دن تھا کہ اس مردے کے ساتھ ہم نے عیش و آرام نہ کیا تھا۔ اب وہ جو مر گیا ھے تو ہم اس سے جدا ھوں اور جیتی رھیں، یہ بات محبت و مروت سے بعید و دور ھے؛ سوائے اس کے تمام عمر آتش فراق میں بھی جلنا پڑے گا جس سے بہتر یہی ھے کہ ایک ھی بار اس کے ساتھ جل بجھیں جو تمام عمر غم سے اور آتش فراق سے چھوٹیں۔ آگے پرمیشر جانے کیوں کہ اس بات سے جی ڈرتا ھے کہ کہیں شیطان اپنے مکر سے ہمارے دلوں میں ایسا وسوسہ نہ ڈالے کہ جس کے سبب سے اپنے سوامی کو بھول کر کسی غیر کی طرف نظر بد سے دیکھیں اور اپنی عصمت کو کھو دیں؛ پھٹکار ھے ایسی زندگی کو۔

غرض انھوں نے حاتم کے کہنے کو بھی نہ مانا اور دیوانوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتی بھالتی چتا تک جا پہنچیں۔ پھر اس مردے کو لے کر چتا میں رکھا اور آپ ھنستی ھوئی اس کے گرد لٹیں؛ پھر کسی نے سر اس کا زانو پر رکھ لیا، کسی نے پاؤں گود میں لے لیے، نداں چتا کو آگ لگا دی۔ تب حاتم نے جانا کہ یہ اس آگ کی گرمی سے ڈر کر بھاگ جائیں گی لیکن یہ ذہن غلط پڑا۔ وہ ھنسی خوشی سے اس کے ساتھ جل کر راکھ ھو گئیں۔ حاتم اس احوال کو دیکھ کر گھبرایا اور افسوس کرنے لگا۔ جب وہ لوگ اپنے گھروں کو چلے

Marfat.com

حاتم بھی اس ہندو کے ساتھ چلا آیا ۔

تب اس ہندو نے کہا کہ اے جوان ! کیوں دیکھا تو نے ۔ عورتیں اپنی رضا و رغبت سے جلتی ہیں ، کوئی ان پر زور و ظلم نہیں کرتا ، اور شرط محبت کی یہی ہے ۔

حاتم نے کہا ''یہ سچ کہتے ہو، پر طریق دوستی و وفاداری کا یہ ہے کہ اس کے پیچھے آتش فراق میں جلیں کیوں کہ وہ آگ اس آگ سے بھی تیز تر ہے ۔'' غرض بعد کئی دن کے پھر حاتم نے کہا کہ اے عزیز! مجھ کو کوہ ندا کی طرف جانا ہے ، رخصت کر ۔

یہ بات سن کر اس ہندو نے کہا کہ اے جوان! کوہ ندا یہاں سے بہت دور ہے ، تو نہ پہنچ سکے گا ۔

حاتم نے کہا کہ خدا کریم و کار ساز ہے ، وہ بہ ہر صورت پہنچا ہی رہے گا ۔ یہ کہہ کر وہاں سے رخصت ہوا ۔ ملک ملک گاؤں گاؤں کی سیر کرتا ہوا اتر کی طرف جا پہنچا کہ ایک شہر دکھلائی دیا ۔ جب اس کے قریب جا پہنچا تو لوگوں کو دیکھا کہ بہت سے جمع ہیں اور شور و غل کرتے ہیں ۔ جا کر ان سے پوچھا کہ اے یارو ! اس شور کرنے کا سبب کیا ہے ؟ کسی نے کہا کہ یہاں کے رئیس کی بیٹی مر گئی ہے ، ہم سب چاہتے ہیں کہ اس کے خاوند کو بھی اس کے ساتھ جیتا گاڑیں ۔ وہ اس بات کو قبول نہیں کرتا ، اسی واسطے یہ شور و غوغا ہے ۔

حاتم نے کہا کہ تمھارا رئیس کہاں ہے ؟ مجھ کو اس کے پاس لے چلو ، میں کچھ اس سے کہوں گا ۔ یہ بات سن کر وہ اس کو اپنے سردار کے پاس لے گئے ۔

حاتم نے اس کو دیکھتے ہی کہا کہ اے مرد بزرگ!

Marfat.com

تمھاری کیا رسم ھے جو جیتے کو مردے کے ساتھ گاڑتے ھیں ، اس پر کہ وہ غریب راضی نہیں ، زبردستی کرتے ھو اور خدا سے نہیں ڈرتے ۔

وہ بولا کہ اے عزیز! یہ جوان بھی تیرے ھی طرح سے مسافر اس شہر میں وارد ھوا تھا ۔ چند روز یہاں رہ کر میری بیٹی کو چاھنے لگا ، نداں ھم لوگوں میں مل گیا ۔ اور اس شہر کا یہ دستور ھے کہ جب تک لڑکی یا لڑکا اپنی جوانی پر نہیں آتا تب تک ھم لوگ اس کو اپنی رضا ورغبت سے نہیں بیاھتے جب تک کہ آپس میں عشق و محبت نہ ھو بلکہ حد سے گزر جائے ، یہاں تک کہ ھر ایک اپنی خوشی سے اقرار کرے کہ جو کوئی ھم میں سے مر جائے گا تو اس کے ساتھ دوسرا جیتے جی گڑے گا ، تب ھم ان دونوں کو بیاہ دیتے ھیں ۔ چناں چہ یہ جوان بھی ھماری رسم سے آگاہ ھو کر اس لڑکی پر عاشق ھوا تھا ۔ جب محبت کامل دیکھی تب میں حاکم شہر کے پاس ان دونوں کو لے گیا ۔ اس نے ان سے کہا کہ ھمارے ملک کی یہ رسم ھے ، جو عورت مر جائے تو شوھر کو اس کے ساتھ دفن کرتے ھیں ، جو خاوند مر جائے تو جورو کو اس کے ساتھ گاڑ دیتے ھیں ۔ اس بات کو ان دونوں نے قبول کیا ، تب ھم نے ان کا عقد باندھ دیا ۔ یہ کیا انصاف ھے کہ ایک مدت تک اس سے چین کرتا رھا اور اس کی جوانی کے باغ سے گل عیش لوٹتا رھا ۔ اب وہ جو مر گئی ھے تو یہ اپنی خوشی سے اس کے ساتھ نہیں گڑتا اور اپنے اقرار پر ثابت قدم نہیں رھتا ۔ اس میں کس کا قصور ھے ، کچھ ھم زبردستی سے کسی کو نہیں گاڑتے ، اگر اس کو باندھ کر قبر میں رکھ دیں تو البتہ ظلم ھے ۔ تو ھی پوچھ کہ یہ اپنے قول سے کیوں پھرا ھے

Marfat.com

اور اپنے وعدے کو کیوں نہیں وفا کرتا ؟

یہ بات سن کر حاتم اس کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ اے جوان ! تو کس لیے اپنے کہنے پر عمل نہیں کرتا ، کب تلک جیے گا آخر مرنا ہے ۔ بہتر یہی ہے کہ جو کچھ تو نے کہا ہے ، اس پر ثابت رہ ۔

اس نے کہا ''اے مسافر ! تو بھی انہیں میں مل گیا جو یہ بات کہتا ہے ۔ تو اپنے شہر کا دستور بیان کیوں نہیں کرتا ۔''

حاتم نے کہا ''میں کیا کہوں ، تو آپ ھی اقرار کر چکا ہے ، اب پھرنے سے تجھے شرم نہیں آتی ۔''

اس نے کہا کہ یہ مجھ سے کبھی نہ ہوگا جو میں ان کا کہا کروں اور جیتے جی اس مردے کے ساتھ گڑوں ۔

حاتم نے معلوم کیا کہ سب کے سب اس کو بے گاڑے نہ رھیں گے اور یہ بھی اپنی خوشی سے نہ گڑے گا ۔ اس بات کو لحاظ کر کے اس نے اپنے شہر کی بولی میں کہا کہ تو خاطر جمع رکھ ، میں تجھے اس قبر سے کسی نہ کسی طرح نکال لوں گا ، پر اب ان کے سامنے اس میں گڑ ۔

اس نے کہا کہ اگر گڑوں گا تو تیرے نکالنے کے وقت تک جیتا کیوں کر رھوں گا ؟

پھر حاتم نے اس کی تسلی کر کے ان لوگوں سے کہا کہ یارو! یہ اجل گرفتہ اپنی بولی میں کہتا ہے کہ ھمارے شہر کا یہ دستور ہے کہ قبر کو بہ طور حجرے کے بناتے ھیں ؛ اگر یہ بھی اسی طرح سے بنا دیں گے تو اپنی خوشی سے گڑوں گا ۔

Marfat.com

اس سخن کر سن کر وے کہنے لگے کہ یہ بات حاکم سے تعلق رکھتی ہے ، ہم کچھ نہیں کر سکتے ۔ وہ جو کہے گا سو کریں گے ۔ حاتم اُن سبھوں کو وهاں کے حاکم کے پاس لے گیا ۔ وہ سب کے سب کہنے لگے ''خداوند! یہ شخص ہرگز گڑنے پر راضی نہیں ہوتا ۔ پر یہ بات کہتا ہے کہ جس صورت سے میرے ملک میں گور بنتی ہے ، اگر اُس ڈھب کی بناؤ گے تو میں قبول کروں گا ۔''

حاکم نے کہا کہ اُس کے شہر میں قبریں کس طرح کی بنتی ہیں ؟

حاتم نے کہا ''حضرت سلامت! کوٹھڑی کی طرح اور بہت بڑی کہ جس میں دس بیس آدمی اچھی طرح سے بیٹھیں لیٹیں ۔'' یہ بات حاتم کی زبانی سنتے ہی حاکم سر بہ زانو ہوا ۔ بعد ایک دم کے سر اُٹھا کر کہنے لگا کہ خیر جس طرح کی گور بنانے کو کہتا ہے ویسی ہی تیار کرو ۔ بات یہ ہے کہ وہ اپنی خوشی سے گڑے ۔

یہ سن کر وہ لوگ پھر آئے اور ایک قبر ویسی ہی بنائی ۔ تب حاتم نے اُن لوگوں کی آنکھ بچا کر کہا کہ ہرگز اندیشہ نہ کر، میں رات کے وقت تجھے اُس میں سے نکال لے جاؤں گا ۔ وہ اس بات پر حاتم کی راضی ہوا اور اُن لوگوں سے کہنے لگا کہ اے یارو! اب دیر نہ کرو ، جو تم کیا چاہتے ہو سو مجھے قبول ہے ۔ آخر اُنھوں نے اُن دونوں کو اُس قبر میں گاڑ دیا اور ایک پتھر سے اُس کے منہ کو بند کر کے حاتم سمیت اپنے شہر کو گئے ۔

پھر اُس کی مہمان داری کی اور ایک مکان ستھرا سونے کو دیا ؛ وہ منتظر رات ہونے کا تھا کہ کسی طرح سے اُس شخص کو

Marfat.com

قبر سے باھر نکال لے - جب رات ھوئی اور گھر والے سو رھے تب حاتم اپنے بچھونے سے اٹھا اور اس کی گور کی طرف گیا - اس ملک کا یہ دستور تھا کہ تین روز تک قبر پر مردے کے وارث تمام رات جاگا کریں اور گھر نہ آویں ، عورتوں کا منہ نہ دیکھیں - چناں‌چہ اسی سبب سے حاتم نے تین رات قابو نہ پایا ، خالی پھر پھر آیا -

چوتھی رات لوگ اپنے اپنے گھر آئے ، حاتم اٹھ کر اس گور پر گیا اور وہ شخص گور کے اندر حاتم کو اس طرح سے برا بھلا کہہ کے سو رھا کہ وہ مسافر نہایت جھوٹا اور دغاباز تھا جو مجھ غریب کو اپنی دغا بازی سے اس گور میں گڑوا گیا - میں نے خود برا کیا جو ایسے کا کہنا مانا اور اس کے سخن کو سچ جانا ، کسی کا اس میں کیا دوس، اپنا کیا اپنے آگے آیا - الغرض حاتم اپنا منہ تاب دان پر رکھ کر پکارا کہ اے جوان! میں تجھے نکالنے کو آیا ھوں - اس نے جواب نہ دیا، اس نے جانا کہ شاید مر گیا - پھر پکارا تب بھی نہ بولا ، پھر تو حاتم کو یقین ھوا کہ یہ ھرگز نہیں جیتا ؛ نہایت افسوس کیا اور بے اختیار رو دیا ؛ تیسری بار بہ آواز بلند پکارا کہ اے جوان! اگر جیتا ھے تو جواب دے نہیں تو قیامت تک اسی گور میں رھے گا ، میں اپنے وعدے کو وفا کر چکا ھوں -

اتنے میں وہ چونکا اور سنا کہ کوئی شخص قبر پر چلا رھا ھے ، اٹھ کھڑا ھوا اور تاب دان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تو کون ھے جو پکارتا ھے ؟

حاتم نے جو اس کی آواز سنی سجدۂ شکر بجا لایا اور بولا ''میں وھی ھوں کہ جس نے تجھ سے وعدہ کیا تھا'' یہ کہہ کر

Marfat.com

خنجر کمر سے نکال لیا اور کھود کر اُس کو نکالا ، کھانا پانی کھلا پلا کر ایک ساعت کے بعد کہا کہ اب جدھر چاھے اُدھر چلا جا ۔

اُس نے کہا کہ میرے پاس خرچ راہ نہیں ۔ حاتم نے کئی درم کھیسے سے نکال کر دیے ، پھر رخصت کیا اور آپ اُس قبر کو درست کر کے اپنی جگہ پر آ کے سو رھا ، اس لیے کہ کوئی معلوم نہ کرے ۔

اتنے میں صبح ھوئی ، تب اُٹھ کر اُن لوگوں سے کہنے لگا کہ مجھ کو کوہ ندا کی خبر کو جانا ھے ، رخصت کرو ۔ اُنھوں نے کہا کہ اے جوان! کوہ ندا یہاں سے بہت نزدیک ھے ، بہتر ھے تشریف لے جائیے ؛ پر اتنی بات یاد رکھیو کہ تھوڑی دور جا کر ایک دوراھا ملے گا ، چاھیے کہ اُس کی داھنی طرف کی راہ اختیار کرے ، یقین ھے کہ منزل مقصود کو پہنچے گا ۔ حاتم اُن سے رخصت ھوا اور دس روز تک رات دن منزلیں طے کرتا ھوا چلا گیا ۔ گیارھویں دن اُس دو راھے پر جا پہنچا اور اُس کی نصیحت کو بھول کر بائیں طرف کی راہ چل نکلا ۔ حیف ھے کہ جس راہ کو اُس نے منع کیا تھا وھی راہ اختیار کی ۔ بعد دو دن کے کیا دیکھتا ھے کہ تمام جانور کیا درندے کیا گزندے بھاگے ھوئے چلے آتے ھیں ۔ یہ ایک کونے میں کھڑا ھو کر دیکھنے لگا کہ شاید کوئی بھیڑیا یا کوئی اور درندہ پیچھے پڑا ھے جو اتنا جی چھپائے گرتے پڑتے چلے آتے ھیں ۔ یہ سمجھ کر ایک درخت پر چڑھ گیا ۔ کیا دیکھتا ھے کہ بڑے بڑے ھاتھی مست اور گینڈے بھی گھبرائے ھوئے بے اختیار دوڑے آتے ھیں اور اُن کے پیچھے چھوٹا سا جانور مہیب صورت ، چراغ سی آنکھیں ، دم سر پر چھتر کیے چلا آتا ھے ۔ حاتم ڈرا کہ یہ

Marfat.com

کوئی بلائے عظیم ہے کہ جس کے ڈر سے اتنے بڑے بڑے جانور ، درندے بھاگے چلے آتے ھیں ، میں غریب کس شمار اور کس قطار میں ۔ پھر اپنے دل کو مضبوط کر، خنجر کھینچ مستعد ھو بیٹھا ۔ اتفاقاً وہ جانور اُسی درخت کے نیچے آیا اور آدمی کی بو پاتے ھی غرا کر اُچھلا ۔ چاھتا تھا کہ حاتم کو پکڑ کر چیر ڈالے ، ووں ھی اُس نے ایک ایسا خنجر مارا کہ دونوں ھاتھ قلم ھو گئے، گر پڑا اور سنبھل کر نہایت غضب سے لپکا ۔ حاتم نے پھر اس کے پیٹ میں ایک خنجر مارا کہ انتڑیاں نکل پڑیں ، زمین پر گر پڑا اور گرتے ھی پیشاب کر دُم کو اُس میں بھگو کے ھلانے لگا ۔ حاصل کلام جہاں جہاں اُس کی بوندیں پڑیں وھاں آگ لگ اُٹھی ۔ جب اس درخت کے پاس پہنچی ، حاتم جست کر کے ایک چشمے میں جا پڑا اور وہ جانور مر گیا ۔ جب آگ بجھ چکی حاتم جست کر کے پانی سے نکل اُسی درخت کے تلے آیا اور اُس جانور کے چار دانت جو خنجر کے برابر تیز تھے ، اُکھاڑ لیے اور دُم دونوں کانوں سمیت کاٹ لی، پھر ترکش میں رکھ کر آگے چلا ۔

بعد کئی دن کے دور سے ایک قلعہ دکھلائی دیا، اسی طرف متوجہ ھوا ۔ جب نزدیک پہنچا اُسے سنسان پایا ، اور کنگورے اُس کے آسمان سے لگے دیکھے ۔ ندان اندر گیا تو کیا دیکھتا ھے کہ بڑی بڑی عمارتیں اُس میں آئینہ وار چمک رھی ھیں اور بازار چوپڑ کا نہایت ستھرا ، صاف اور آراستہ ھو رھا ھے اور جس دوکان میں جو چیز چاھیے سو موجود ھے ، مگر آدمی کا نام و نشان نہیں ۔

یہ احوال دیکھ کر حیران ھوا ۔ دل میں کہنے لگا کہ کوئی بلا یا دیو اس شہر میں آیا ھے کہ اُس کے ڈر سے یہاں کے لوگ

Marfat.com

اپنی اپنی دوکانیں چھوڑ چھوڑ بھاگ گئے ہیں ۔ یہ بات دل میں کہتا ہوا آگے بڑھا یہاں تک کہ خاص قلعہ بادشاهی تک جا پہنچا ۔ اُس میں بادشاہ اپنے آل و عیال اورگھر بار، مال و اسباب و اجناس سمیت رهتا تھا اور دو چار نوکر چاکر بھی باھر کے دروازے پر دریچوں میں بیٹھے تھے ۔

حاتم کو دیکھ کر ایک بولا کہ بعد مدت کے ایک مسافر اس شہر میں آیا ۔

دوسرے نے کہا کہ اس کو پکارو جو ادھر آوے ۔ یہ بات سن کر ایک شخص نے پکارا ۔

حاتم ایک دریچے کے نیچے کھڑا ہو رہا ۔ بادشاہ نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا کہ اے جوان ! تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا ؟

حاتم نے عرض کی کہ میں یمن کا رہنے والا ہوں ، شاہ آباد سے آیا ہوں اور قصد کوہ ندا کا رکھتا ہوں ۔

یہ بات سن کے بادشاہ نے کہا ”اے جوان! تو راہ بھول گیا جو بائیں طرف کے رستے سے آیا، شاید تیری موت تجھ کو یہاں لائی ہے ، اسی وقت سے تو جان کہ جہاں سے جا چکا ۔“

حاتم نے التماس کیا کہ اگر یہی خدا کی خواهش ہے تو میں بھی دل سے راضی ہوں ، لیکن تو اپنا ماجرا کہہ کہ بہ ظاهر دولت مند معلوم ہوتا ہے پھر قلعہ بند کیوں ہوا ہے؟ سچ بتلا کہ تو کون ہے ؟

اُس نے کہا کہ میں اس شہر کا بادشاہ ہوں اور اس ملک میں بلائے عظیم چند روز سے آتی ہے ، اس کے سبب سے کیا رعیت ،

کیا سپاہ ، جس طرف جس کی بنی مجھے چھوڑ کر چلے گئے ، شہر ویران ہو گیا اور میں محتاج ۔ لیکن ان کا بھی اس میں کچھ قصور نہیں کیوں کہ اُس بلا سے کسی شیر کی طاقت نہیں جو عہدہ برآ ہو سکے اور میں اپنی شرم و حیا سے آل و اطفال سمیت قلعہ بند ہو کر بیٹھا ہوں ، اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ اُسے ماروں ، لاچار ہو کر گوشہ گیری توکل بہ خدا اختیار کی ہے ۔

حاتم نے کہا ''اے بادشاہ ! بلا کوئی دیو ہے یا کوئی درندۂ عظیم ہے کہ کوئی اُس کے سامنے ہو نہیں سکتا ؟''

بادشاہ نے فرمایا کہ مسکن اُس کا کوہ قاف میں ہے مگر تھوڑے دنوں سے یہاں اُس کا گزر ہونے لگا ہے ، اُسی کے باعث تمام ملک ویران ہو گیا ہے ۔ ہر روز ایک وقت اُس کو آنا اور دو چار آدمیوں کو کھا کر چلے جانا ، مگر آج تک اُس کا قدم قلعے میں نہیں آیا ، اس واسطے کہ ایک خندق عظیم اس کے گرد پانی سے مدام بھری رہتی ہے ، معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے ۔

یہ بات سن کر حاتم بولا کہ اے بادشاہ ! تجھے مبارک ہو کہ میں نے اُس کا کام تمام کیا فلانے جنگل میں ۔ خدا مسبب‌الاسباب ہے جو میں کوہ ندا کی راہ بھول کر بائیں طرف کو آ نکلا ۔ پھر تمام ماجرا اُس جانور کا اور اپنا بیان کیا ۔

اس بات کے سنتے ہی وہ اپنے قلعے سے اُترا اور حاتم کو گلے لگا کر اندر لے گیا ، بہ عزت تمام مسند پر بٹھایا ، کھانے اقسام کے منگوا کر اُس کے آگے چنوائے ۔ حاتم نے بہ خوبی اُن کو تناول فرمایا اور بادشاہ بھی اُس کا شریک طعام رہا ؛ پھر آب خاصہ منگوا کر نوش جان کیا اور اُس کو بھی پلایا ۔ بعد اُس کے کہا ''میں کیوں کر باور کروں کہ وہ بلائے بد ماری گئی؟''

تب حاتم نے اُس کی دم اور دانت و کان ترکش سے نکال دکھلا دیے۔

بادشاہ اُن کے دیکھتے ھی حاتم کے پاؤں پر گر پڑا اور بہت سی شکر گزاری کی ۔ پھر ھر ایک طرف شقے پروانے لکھ کر لوگوں کو بھجوائے کہ وہ بلا دفع ھوئی ، تم ندھڑک آپ اپنے ملک میں بسو اور اوقات بہ خوبی بسر کرو ۔

بعد چند روز کے حاتم نے رخصت چاھی اور عرض کی کہ ایک رھبر میرے ساتھ کر دو کہ کوہ ندا کا رستہ بتلا دے ۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اے جوان! یہ شہر اب خدا کے فضل سے آباد ھوجائے گا ، اسے اپنا ھی سمجھ ، بود و بوش یہیں اختیار کرو ، میں اپنی بیٹی تمھاری خدمت میں دیتا ھوں ، اُس کو قبول کرو ۔

حاتم نے کہا ''جب تک میں بندگان خدا کے کاموں سے فراغت نہیں پاتا عیش دنیا کا حرام جانتا ھوں ۔''

بادشاہ نے یہ کلمہ سن کر کہا ''آفرین تیری ھمت و جواں مردی پر'' اور ایک رھبر ساتھ دے کر رخصت کیا ۔ حاتم اس کے ساتھ ھوا ۔ تھوڑی دور جا کر وہ کہنے لگا کہ اے حاتم ! کوہ ندا کو یہی سیدھی راہ ھے ، اب ندھڑک چلا جا ۔ حاتم اس کو رخصت کر کے اُدھر متوجہ ھوا ۔ بعد چند روز کے ایک شہر آباد میں جا پہنچا ، وھاں کے لوگ اس کو حاکم کے پاس لے گئے ۔

اس نے اُٹھ کر تعظیم کی اور پوچھا کہ اے مسافر! تو یہاں کہاں سے آیا ھے ؟ کیوں کہ اس شہر میں سکندر بادشاہ تشریف لائے تھے ، اب تجھ کو دیکھا ؛ اس کا سبب کیا ھے ، سچ کہہ ۔

Marfat.com

حاتم نے کہا کہ مجھ کو حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی نے بھیجا ہے کہ تو جا کر کوہ ندا کی خبر جو ٹھیک ہو سو لے آ ۔ حق تو یہ ہے کہ یہاں تک پہنچتے پہنچتے میں نے بہت سے رنج کھینچے، اب اُمیدوار اس بات کا ہوں کہ اگر تم اس کے بھید سے واقف ہو تو عنداللہ کہہ دو، عین بندہ نوازی و مسافر پروری ہے کیوں کہ مصیبت میری راحت سے مبدل ہو جاوے ۔

رئیس شہر نے کہا کہ راز کوہ ندا کا ایسا نہیں جو سرسری بیان ہو سکے ۔ اگر تو چند روز یہاں رہے گا تو معلوم کرے گا ۔

حاتم نے کہا ''بہت اچھا ۔'' حاکم نے اُس کے رہنے کو ایک مکان عالی شان ، فرش و فروش پاکیزہ سے آراستہ کروا دیا ۔ حاتم اُس میں رہنے لگا اور دونوں وقت آب و طعام گرم و سرد ، پاکیزہ و لطیف بھیجنے لگا اور آپ بھی اکثر اس سے ہم صحبت ہوا کرتا ۔

ایک دن سو دو سو آدمیوں میں حاتم سمیت بیٹھا ہوا کچھ باتیں کر رہا تھا ، اتنے میں تذکرہ کوہ ندا کا آ پڑا ۔ اُن لوگوں سے پوچھا کہ کوہ ندا کون سا ہے؟ اُنھوں نے عرض کی ''خداوند! کوہ ندا وہ ہے کہ جس کے قلعے کی ہر ایک دیوار آسمان سے لگ رہی ہے اور اُس سے خود بہ خود آواز آتی ہے ۔'' یہ اُسی گفتگو میں تھا کہ اتنے میں ایک آواز اُس پہاڑ کی طرف سے آئی کہ ''یا اخی ، یا اخی''۔ اُس مجلس میں سے ایک جوان خوش رو بے اختیار دوڑا ۔

لوگوں نے اس کے وارثوں سے جا کر کہا کہ فلانے شخص کی کوہ ندا سے طلب ہوئی ہے ، وہ چلا ۔ اس بات کے سنتے ہی

Marfat.com

وہ سب دوڑے آئے ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ تمام منہ اس کا سرخ ہو رہا ہے ، لوگ اس کے گرد ہیں ، وہ بے اختیار کوہ ندا کی طرف چلا جاتا ہے ۔

یہ حال دیکھ کر حاتم بھی حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ اے یارو ! اس جوان کو بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا کہ دیوانوں کے مانند دوڑا جاتا ہے ، نہ کچھ کہتا ہے نہ سنتا ہے ۔

لوگوں نے کہا ''اُس کو کوہ ندا سے ندا آئی ہے کہ شتابی آ ۔''

حاتم نے اپنے جی میں کہا کہ بارے معلوم ہوا کہ کسی نے بلایا ہے جو ایسا اُڑا جاتا ہے ۔ اس بات کو سوچ کر اُس کو پکڑ لیا اور کہا ''اے بھائی! یہ مروت سے دور ہے جو تو نہیں بتاتا ؛ برائے خدا کہہ دے کہ کس کے بلانے پر ہم سب کو چھوڑے چلا جاتا ہے ؟'' غرض ہر چند حاتم نے سر پٹکا ، پر اُس نے جواب نہ دیا اور ہاتھ جھٹک کر بھاگا اور پہاڑ کے تلے جا پہنچا ، حاتم بھی اُس کے پیچھے لپکا چلا گیا کہ یکایک پہاڑ حاتم کی نظروں سے غائب اوجھل ہو گیا ؛ اس نے ہر چند نظر گڑا گڑا کر دیکھا ، سوائے رنگین پتھروں کے کچھ نہ سوجھا ۔

تب بہت حیران ہوا، ندان سب لوگوں کے ساتھ ہو کر شہر میں پھر آیا ۔ حاصل یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنے گھر آیا پر کوئی اس کے واسطے نہ رویا بلکہ بہت سا کھانا بانٹا خوشی کی ، پھر اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے ۔

تب حاتم نے پوچھا ''اے صاحبو! تم میں سے کسی کو بھی معلوم ہوا کہ اُس پر کیا گزرا ؟''

اُنھوں نے جواب دیا کہ تو بھی تو موجود تھا ، جو تو نے

Marfat.com

دیکھا سو ہم نے ، پھر ہم سے کیوں پوچھتا ہے ؟

یہ سن کر حاتم چپ ہو رہا اور اس جوان کے واسطے آب دیدہ ہو کر تاسف کرنے لگا ۔

اُنھوں نے کہا کہ اے شخص ! یہ رسم ہماری ملک کی نہیں ہے جو کوئی کسی کے واسطے رووے یا غم کرے ۔ اگر تو اس شہر میں دو چار روز رہا چاہتا ہے تو ہماری طریق پر رہ ، نہیں تو اس بستی سے نکالا جائے گا ۔

اس سخن کے سنتے ہی حاتم آنسو پی گیا ، پر دل میں اس کا غم کھانے لگا ۔ اُنھوں نے اس کو متفکر دیکھ کر پھر کہا کہ اے عزیز ! اب کیوں اندیشہ مند ہے؟ احوال کوہ ندا کا یہی ہے جو تو نے دیکھا ۔

حاتم بولا ''میں نے کیا خاک دیکھا ، کچھ بھی معلوم نہ ہوا ۔ اسی حیرت میں ہوں کہ حسن بانو کو جا کر کیا جواب دوں گا ۔''

غرض چھ مہینے حاتم کو اُس شہر میں گزر گئے اور اس عرصے میں اسی طرح سے پندرہ آدمی اُس پہاڑ کی طرف گئے اور پھر نہ پھرے ۔ اتفاقاً ایک شخص حاتم نامی وہاں تھا ، حاتم میں اور اُس میں نہایت دوستی تھی ۔ اور محبت از بس کہ ہوگئی تھی ، اسی ڈھب سے وے دونوں رات دن ایک ہی جگہ رہتے تھے اور بہت سے لوگ بھی اُن کے ہم صحبت تھے کہ ناگاہ کوہ ندا کے قلعے کے اندر سے آواز آئی ''یا اخی ؛ یا اخی''۔ اس بات کے سنتے ہی وہ بے چارہ اس پہاڑ کی طرف متوجہ ہوا ، اس کے خویش و اقربا کو خبر پہنچی کہ حاتم بھی وہاں بلایا گیا ۔

سب آ کر جمع ہوئے اور اُسے گھیر لیا ، تب حاتم اپنے جی

میں کہنے لگا کہ یہ بھی اُسی طرف چلا جائے گا؛ افسوس ہے کہ مجھ کو اس سے محبت و اُلفت بہت سی ہو گئی تھی، اب یہ بھی جدا ہوتا ہے، میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ اُس کا ساتھ دینا مجھ کو ضرور ہے، جو ہونی ہو سو ہو، کیوں کہ یہاں کے لوگوں سے مفصل کوہ ندا کا احوال معلوم نہ ہوا۔ اس بات کو ٹھہرا کر کمر کس کر باندھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر پہاڑ کی طرف دوڑا۔ ہر چند کہتا تھا کہ بھائی یہ کیا احوال ہے اور تجھے کون کھینچے لیے جاتا ہے، وہ کچھ جواب نہ دیتا تھا۔ آخر جھنجلا کر بولا ''اے بے مروت! یہ کیسی دوستی تھی، آخر ہم تم ایک مدت تک ہم نوالہ و ہم پیالہ رہے، اب ایک بات سے بھی گئے۔ تیری زبان کیوں بند ہو گئی؛ سچ کہہ کہ تجھے کون گھسیٹتا ہے اور تو کدھر جاتا ہے؟ اُس نے کچھ دھیان نہ کیا کہ یہ کون ہے اور کیا بکتا ہے بلکہ حاتم کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ چھڑانے لگا؛ ندان یہاں تک زور کیا کہ اُس کے ہاتھ چھٹ گئے اور حاتم زمین پر گر پڑا، تب وہ کوہ ندا کی طرف روانہ ہوا۔ حاتم بھی اُٹھ کر اُس کے پیچھے لگ لیا، ایک دم میں دونوں آگے پیچھے پہاڑ کے نیچے جا چھپے۔

حاتم نے اُچھل کر اُس کی کمر نہایت زور سے پکڑ لی۔ ہرچند اُس نے چاہا کہ اس کو جدا کرے لیکن نہ کر سکا۔ آخر اس طرح سے وے دونوں گرتے پڑتے پہاڑ کے اوپر جا پہنچے۔ جوں ہی نزدیک قلعے کے گئے، ایک کھڑکی دکھائی دی: یہ دونوں لپٹے لپٹائے اُس کے اندر چلے گئے، لوگوں کی نظروں سے غائب ہوئے۔

وے ناچار وہاں سے حاتم کا افسوس کرتے ہوئے شہر میں آئے اور حاکم کو خبر پہنچائی کہ مسافر بھی اس کے ساتھ اُسی

پہاڑ پر چلا گیا ۔ اس بات کے سنتے ھی حاکم غضب ہو کر کہنے لگا کہ اے نادانو ! آج تک کوئی بے بلائے اس پہاڑ پر نہیں گیا ، تم نے اس کو کیوں چھوڑا اور کس واسطے جانے دیا ۔ یہ وبال اس غریب کا تمھاری گردن پر پڑا ۔

انھوں عرض کی ''خداوند! ہم نے تو اسے بہتیرا سمجھایا کہ تو وھاں مت جا ، اس نے ھمارا کہنا نہ مانا اور کہا کہ وہ میرا یار جانی ھے ، میں اس کو ھرگز تنہا نہ چھوڑوں گا ، بلکہ جو مصیبت اس پر پڑے گی میں بھی اس میں شریک ھوں گا ۔'' غرض یہ باتیں کر کے رئیس اور رعیت سب کے سب حاتم کے لیے کڑھنے لگے ۔

اور وھاں کا احوال یہ ھے کہ جب وہ دونوں کھڑکی سے آگے بڑھے تو محلۂ خموشاں تھا ۔ غرض ایک میدان وسیع میں جا پہنچے ۔ وھاں ایک ایسا سبزہ زار نظر پڑا کہ نظر کام نہ کرتی تھی ؛ گویا فرش زمردی چار طرف بچھا ھے ، پر تھوڑی سی زمین اس میں خالی تھی ۔ وہ جوان اس پر پاؤں رکھنے لگا ، پاؤں رکھتے ھی چت گر پڑا ۔ حاتم نے چاھا کہ اس کا ھاتھ پکڑ کر اٹھاوے ، اتنے میں منہ اس کا زرد ھو گیا ، آنکھیں پتھرا گئیں ، ھاتھ پاؤں سخت ھو گئے ۔ یہ احوال اس کا دیکھ کر حاتم نے اپنے دل میں کہا کہ یہ مر گیا ؛ آنکھوں میں آنسو بھر لایا ، بے اختیار رونے لگا کہ اس میں زمین ترق گئی ، وہ جوان اس میں سما گیا ، ووں ھی وہ جگہ سبز ھو گئی ۔

اس ماجرے کو دیکھ کر حاتم نے سجدہ کیا اور کہا کہ دنیا فانی ھے ، سب کو مرنا ھے ، واقعی اب کوہ ندا کی حقیقت کما حقہ معلوم ھوئی ، پس اب یہاں سے چلیے ۔ یہ دھن باندھ کے روانہ ھوا ۔ تمام دن پھرا پر اس کھڑکی اور قلعے کا کہیں

Marfat.com

کھوج نہ ملا ۔ خدا جانے کھڑکی کیا ہوئی اور قلعہ کدھر گیا ۔ حیران و سرگردان سات دن تک بے آب و دانہ رہا ۔ غرض جینے سے مایوس ہو کر دل میں کہنے لگا ''اے حاتم ! تیری موت ہی یہاں لائی ہے جو تو بے بلائے آیا ، کیوں کہ نہ اب وہ قلعہ نظر آتا ہے، نہ وہ پہاڑ، نہ وہ شہر۔'' اتنے میں ایک دریا کے کنارے جا پہنچا ؛ کیا دیکھتا ہے کہ وہ بڑے زور و شور سے بہہ رہا ہے اور اس کا اور چھور بھی نہیں ملتا ۔ یہ نہایت متفکر ہوا اور کہنے لگا ''یا الٰہی ! اب اسے کیوں کر پار اتروں ، سوائے تیرے کون بیڑا پار کرے گا۔'' اتنے میں ایک ناؤ نظر پڑی کہ ادھر ہی چلی آتی ہے ۔ جانا اس نے کہ کوئی ملاح لیے آتا ہے ؛ جب کنارے آ لگی تو اس پر کسی کو نہ دیکھا ، متعجب ہوا ، پھر شکر خدا کا بجا لا کر سوار ہو گیا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک دسترخوان میں کچھ لپیٹا دھرا ہے ؛ بھوکا تو تھا ہی ، فوراً ہاتھ بڑھا کر کھولا تو دو روٹیاں اور مچھلی کے کباب گرما گرم پائے ۔ چاہتا تھا کہ کھائے ، یہ دھیان آیا کہ شاید ملاح نے اپنے واسطے رکھا ہو ، پرائے کا حق کھانا خوب نہیں ۔

اتنے میں ایک مچھلی نے دریا سے سر نکال کر کہا کہ اے حاتم ! یہ روٹیاں اور کباب تیرا ہی رزق ہے ، شوق سے کھا ، کچھ اندیشہ جی میں نہ لا ۔ یہ کہہ کر غوطہ مار گئی ۔

حاتم نے اسی وقت اس کو نوش جان کیا ، پانی پیا اور سجدۂ شکر بجا لایا ۔ ووں ہی ایک آندھی ایسی چلی کہ تین دن میں کشتی کو کنارے پر لے گئی ۔ حاتم خدا کی حمد کرتا ہوا اس پر سے اترا اور دل میں کہنے لگا کہ راہ شہر کی کہاں ہے جو وہاں جا کر حقیقت اس جوان کی لوگوں سے بیان کروں ۔

Marfat.com

غرض سات رات دن چلتے چلتے گزر گئے پر اُس نے کہیں سراغ راہ اور آب و دانے کا نشان نہ پایا بلکہ ایک درخت بھی نہ دیکھا کہ جس کے پتے ہی چباتا ۔ حیران سر گردان چلا جاتا تھا کہ ایک پہاڑ بلند عظیم‌الشان نظر آیا ، اُسی کی طرف متوجہ ہوا ۔

تین دن کے بعد اُس کے نیچے جا پہنچا اور جس پتھر کو اُٹھا کر دیکھا ، اُس کے تلے لہو ہی بہتے پایا ۔ فکر کرنے لگا کہ کوئی یہاں نہیں ہے جس سے اُس کا احوال پوچھوں ؛ آخر ناچار ہو کر پہاڑ چڑھنے لگا ۔ بارہ دن کے بعد اُس کے اوپر جا پہنچا تو ایک میدان کف دست دکھائی دیا کہ وہاں کی خاک اور جانور ، چرندے پرندے بیر بہوٹی سے لال ہو رہے ہیں ۔ حاتم بھوک پیاس بھولا اور قدم بڑھائے؛ چھ کوس تک چلا ہی گیا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک دریا لہو کا لہریں لے رہا ہے اور اُس میں جتنے جانور ہیں ایسے سرخ ہو رہے ہیں گویا لہو سے بنے ہیں ۔ گھبرایا کہ اس دریا سے کیوں کر پار ہوں گا ۔ ناچار کنارے کنارے چل نکلا کہ کہیں تو اس سے اُترنے کا قابو ملے گا ۔ جب بھوک لگتی تو شکار کر کے کھاتا ، جب پیاس لگتی تو مہرہ منہ میں رکھ لیتا ۔ ایک مہینہ اسی طرح سے گزر گیا ، ندان اُسی (ایسی) جگہ پہنچا کہ جہاں سوائے دریائے خون کے نہ زمین تھی نہ درخت ، نہ چرند تھے نہ پرند ۔ جی میں کہنے لگا ''اے حاتم ! ایک مہینے تک تو یہ کچھ رنج و مصیبت سے (سہے)، پاؤں چلنے سے رہے پر گھاٹ نظر نہ آیا؛ اگر دس برس تک یوں ہی پھرے گا سوائے دریائے خون کے کچھ نہ دیکھے گا ؛ خدا کے کارخانے میں دم مارنا آسان نہیں اور جن چیزوں کو اُس نے چھپایا ہے ، اُن کا کھولنا امکان نہیں ۔ اگر وہی فضل کرے تو یہاں سے سلامت

Marfat.com

منزل مقصود کو پہنچے والا[1] تجھ سے تدبیر کچھ نہیں ہو سکتی۔ حیف ہے کہ وہاں بے چارہ منیر شامی تیری راہ تک رہا ہے اور تو یہاں اس گرداب بلا میں سسک رہا ہے؛ لیکن اس سے یہ سخت حیرانی ہے کہ کوہ ندا کی خبر حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی کو کیوں کر ملے جو وہ اُس کے خبر لانے کے لیے لوگوں کو بھیجتی ہے اور بیابان محبت میں ڈالتی ہے۔ یقین ہے کہ اکثر اُس کی خبر لینے کو آئے ہوں گے، پر ناچار محروم ہی پھر پھر گئے ہوں گے۔"

اتنے میں یہ سوچ کر کہنے لگا کہ تو نے کچھ اپنے حظ نفس کے واسطے یہ کام نہیں کیا بلکہ ایک بندۂ خدا کے لیے یہاں تک تو آیا ہے۔ اُس کے کرم سے اُمید وار رہ، وہ تجھ کو اس بلا سے نجات دے گا اور وہ البتہ مراد کو پہنچاوے گا۔ اسی اندیشے میں تھا کہ کچھ چیز دریا میں نمود ہوئی۔ حاتم اُس کی طرف بہ نظر غور دیکھنے لگا کہ شاید یہ کوئی جانور ہے یا لکڑا بہا چلا آتا ہے۔ جب تک ایک اور ورے آئی تو کشتی ہی تھی، خدا کا شکر کیا اور چڑھ بیٹھا، پھر ویسی ہی روٹیاں اور کباب بہ دستور پائے۔ بے تامل انھیں کھایا اور حمد خدا کی بجا لایا۔ جب کشتی قریب مانجھ دھار کے پہنچی، ہوا زور سے چلنے لگی اور موجیں بڑی بڑی اُٹھنے۔ حاتم ڈرا اور خدا کو یاد کرنے لگا؛ آخر آنکھیں بند کر کے ناؤ میں لیٹ گیا۔ اتنے میں وہ کشتی مانجھ دھار پر آ گئی، تب لہریں اس کی مانند شعلۂ آتش کے ایسی بلند ہوئیں کہ فلک تک جانے لگیں۔ [illegible] اور بھی

۱۔ "نا تجھ" نسخۂ بمبئی صفحہ ۲۲۶ لیکن اس کے بعد بھی نفی پائی جاتی ہے "نا تجھ سے تدبیر کچھ نہیں ہو سکتی" اس لیے "نا" قلم زد کیا گیا۔ فائق

Marfat.com

بے حواس ہو گیا ، قریب تھا کہ مارے خوف کے جی ڈوب جاوے بلکہ نوبت جان کی آوے ۔

غرض سات دن اسی تلاطم میں گزر گئے ۔ آٹھویں روز کشتی کنارے پر آ لگی ، حاتم اترا ، ناؤ الٹی پھر گئی ۔ یہ کنارے چلنے لگا اور دل میں کہتا تھا کہ یہ راز کچھ نہ کھلا کہ یہ کشتی کون لایا اور کباب روٹی کون دھر گیا ۔ سات روز تک اٹھتے بیٹھتے انھیں سوچوں میں چلا گیا کہ دور سے ایک چیز سفید مانند مواج دریا کے نمایاں ہوئی ، حاتم بھچک رہ گیا ۔ آگے بڑھ کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک دریا نہایت شفاف لہریں مار رہا ہے اور ایسا چمکتا ہے کہ گویا کسی نے چاندی گلا کر بہا دی ہے ۔ حاتم تشنگی سے جان بہ‌لب تھا ہی، کنارے پرآ بیٹھا اور بایاں ہاتھ اس میں ڈالا ۔ جوں نکلتا ہے تو پانی تو نہ پایا پر ہاتھ چاندی کا ہو گیا ۔ ہر چند اس کو داہنے ہاتھ سے پاک کیا لیکن وہ جوں کا تیوں ہی رہ گیا بلکہ بوجھ ہو گیا ۔

حاتم نے کہا کہ یہ عجب دریا ہے ۔ اگر غوطہ ماروں تو تمام روپے کا ہو جاؤں لیکن مارے بوجھ کے چلنا پھرنا نہایت مشکل ہو گا ؛ آخر کار سر بہ زانو ہو کر بیٹھ گیا ۔ مارے اضطراب کے کبھی داہنی طرف دیکھتا تھا کبھی بائیں اور کبھی گریبان میں منہ ڈال دیتا تھا ۔ اتنے میں ایک کشتی اسی طرح کنارے پر آ پہنچی ۔ یہ ہوش میں ہو بسم‌اللہ کر کے چڑھ بیٹھا ۔ ایک طباق حلوے کا گرما گرم پاک و پاکیزہ نظر پڑا ۔ اس نے اپنی طرف کھینچ لیا اور خوب سا کھایا ، پھر پاؤں پھیلا کر بہ آرام تمام سو رہا ۔ بعد کتنے دن کے کشتی کنارے پر جا پہنچی ، اتر کر آگے بڑھا ، پر ہر وقت اپنا ہاتھ دیکھا کرتا تھا ۔ چار دن کے بعد ایک پہاڑ نمود ہوا ۔ جانا اس نے کہ یہ نزدیک ہے

حالاں کہ وہ ایک مہینے کی راہ پر تھا۔ غرض شکار کرتا ہوا اور میوے کھاتا ہوا چلا جاتا تھا۔ جب وہ تین دن کی راہ پر رہ گیا، سنگ ریزے سفید و زرد و سرخ و سبز نہایت خوش رنگ نظر آنے لگے۔ اُس سے جو آگے بڑھا تو الماس و زمرد و لعل جابجا پڑے تھے۔ اُس وقت طمع نے لیا، کتنا جواہر قسم اول اٹھا کر جیب میں ڈال دیا اور آگے چلا۔ تھوڑی دور چل کر کیا دیکھتا ہے کہ اُس جواہر سے بھی یہاں بیش قیمت بہت سا پڑا ہے۔ اُس کو پھینک دیا، اس کو جیب و دامن میں بھر لیا اور دل میں کہا کہ اگر یہ جواہر شہروں میں پہنچے تو اس کی قیمت کوئی نہ دے سکے۔ اسی خیال میں چلا گیا، آخر اُس کے بوجھ سے تھک کر کسی جگہ بیٹھ گیا اور کئی لعل، زمرد، الماس بیش قیمت جو سب سے بڑے تھے چن لیے، باقی وہیں پھینک دیے۔

پھر راہی ہوا، ایک چشمے پر جا پہنچا، اُس کے کنارے بیٹھ گیا، اپنے ہاتھ پاؤں دھوئے؛ اتنے میں بائیں ہاتھ پر جو نظر پڑی تو اس کو جیسا تھا ویسا ہی پایا مگر ناخن روپے کے رہے۔ خدا کا شکر کیا اور کہنے لگا کہ یا الٰہی! اُس دریا میں تو ہاتھ چاندی کا ہو گیا تھا، اس چشمے کے بیچ حالت اصلی پر آ رہا، اس میں کیا بھید ہے۔ اتنے میں رات ہو گئی، اُسی جگہ پر رہا۔

یکا یکی دو شخص اُس چشمے سے نکلے کہ سر اُن کے مانند آدمی کے تھے اور پاؤں مثل ہاتھی کے، ناخن شیر کے سے، رنگ نہایت سیاہ۔ حاتم ڈر کر اٹھ کھڑا ہوا کہ یہ کیا بلا ہے۔ اگر بھاگوں تو شرم دامن گیر ہوتی ہے اور ٹھہروں تو ٹھہر نہیں سکتا، دیکھیے تقدیر میں کیا ہے، ندان تیر و کمان اٹھا کر چاہتا تھا کہ مارے۔

Marfat.com

اُنھوں نے فریاد کی کہ اے حاتم طائی! تو اپنی جان کے ڈر سے ھمیں مارتا ھے، ھم بھی خدا ھی کے بندے ھیں، کچھ تجھے ایذا دینے نہیں آئے۔

اُس نے تیر و کمان ھاتھ سے ڈال دیا اور سر جھکا کر بیٹھ گیا؛ پھر دل میں اندیشہ کیا کہ ان کو مجھ سے کیا کام ھے جو ادھر آتے ھیں، تیر اُنھوں نے درمیان ھی سے پکڑ لیا، اگر دوسرا ماروں گا کاھے کو کار گر ھو گا۔

اتنے میں وہ نزدیک آ کر کہنے لگے: ''اے حاتم! تجھ کو شرم نہ آئی جو جواھر کی طمع کی۔''

وہ بولا ''میں نے کس کا جواھر لیا، کیا لالچ کیا۔''

اُنھوں نے کہا کہ تو فلانے جنگل سے جواھر لایا ھے، اب تک تیرے پاس موجود ھے۔

یہ سن کر حاتم نے جواب دیا کہ اے یارو! ملک خدا کا وسیع ھے، اگر میں نے وھاں سے اُٹھا لیا تو کسی کو کیا، کچھ تمھارا تھوڑا ھی ھے۔

وہ بولے کہ یہ ایک اور خلقت کے واسطے اللہ تعالی نے رکھا ھے۔

حاتم نے کہا ''وہ خلقت کون سی ھے جو انسان سے شریف‌تر ھو گی، بلکہ انسان ھی سب سے بہتر ھے۔''

اُنھوں نے کہا ''یہ سچ ھے مگر یہ جواھر خالق نے پریوں کے واسطے رکھا ھے کہ وے اپنے کام میں لاویں۔''

اُس نے کہا ''مگر آدمی اس جواھر کے لایق نہیں جو اسے پہنے یا تصرف میں لاوے۔ اور میں نے تو لوگوں کے دکھلانے کے

واسطے آٹھا لیا ہے کہ خدا نے جنگلوں میں کس کس افراط سے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں، دیکھیں اور اس کی صنعت کا کسی طرح انکار نہ کریں۔"

اس بات کو سن کر دیووں نے کہا "سچ کہتا ہے، واقعی تجھ کو لالچ نہیں، پر سلامت اپنے شہر کو جایا چاہتا ہے تو اس جواہر سے ہاتھ آٹھا۔"

یہ سنتے ہی حاتم نے سب کا سب پھینک دیا اور کہا کہ تمھیں لے جاؤ، لیکن حیف ہے کہ میں اس کو بہت دور سے آٹھا لایا تھا اور بڑی محنت اور مشقت اس کے لیے کھینچی تھی۔ تم نے بڑا ظلم کیا کہ جو اس کو مجھ سے لے لیا۔ یہ کیا چلن ہے، کسی کی محنت ضایع ہو، میں کچھ چرا کر نہیں لایا تھا۔

آنھوں نے کہا کہ اگر تو اس کے آٹھانے کی مزدوری چاہتا ہے تو یہ بھی نہیں پہنچتی کیوں کہ بے کہے کسی کے اس قدر مال آٹھانا اور اپنے پاس رکھنا یہ کب روا ہے، بلکہ ایسی محنت کی گنہ گاری دینی پڑتی ہے۔

حاتم یہ باتیں سن کر چپکا رہ گیا، سر نیچا کر لیا۔ آنھوں نے ایک لعل، ایک الماس، ایک زمرد جو سب سے بیش قیمت اپنی اپنی قسم میں تھا، اس کو دیا کہ اتنا ہی تجھ کو بہت ہے، لے۔

اس نے لے لیا اور کہا "اے بندگان خدا! مجھ کو راہ بتلا دو جو میں کسی طرح سے اپنے ملک کو پہنچوں۔"

وے بولے "اے جوان! غنیمت جان جو تو صحیح و سلامت آیا اور جیتا جاگتا چلا، کیوں کہ اس حد سے کوئی آج تک جان سلامت لے کر نہیں گیا۔ اب اس قدر اندیشہ مت کر کہ

تیری عمر بڑی ہے ۔ اس سے آگے ایک جواہر کا دریا ملے گا ، بعد اس کے دریائے آتش ۔ اگر ان سے صحیح و سالم اتر گیا تو مقرر اپنے ملک میں پہنچے گا ، پر کسی چیز کا لالچ نہ کرنا ، اسی میں تیری سلامتی ہے ۔ خدا نہ خواستہ اگر کسی چیز پر دل دوڑاوے گا تو اپنے کیے کی سزا پاوے گا ۔"

یہ کہہ کر وے پانی میں اتر پڑے ، اس کی نظر سے چھپ گئے ۔ حاتم تمام رات اسی مکان پر بیٹھا اللہ اللہ کیا کیا ۔ صبح کو اس جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھا ۔ تھوڑی دور گیا تھا کہ ایک دریا دکھلائی دیا کہ تمام پانی اس کا سونے کا سا تھا ، بارے اس سے صحیح و سلامت پار اتر گیا ۔ بعد چند روز کے ایک اور دریا نظر پڑا ، یہ اس کو دیکھ نہایت شاد ہوا ، اس واسطے کہ بہت پیاسا تھا ۔ جب اس کے نزدیک پہنچا ، نگاہ کی تو کنارے پر اس کے ہزاروں موتی سنگ ریزے کی طرح پڑے تھے ، لیکن ہر ایک انڈے کے برابر تھا کہ ان کی چمک سے آنکھیں جھپکی جاتی تھیں اور قیمت کا تو ٹھکانا نہ تھا ۔ حاتم لالچ میں آ کر چاہتا تھا دس بیس اٹھا لے کہ اتنے میں ان دونوں کی نصیحت یاد آئی ۔ ڈر کر اس حرکت سے باز رہا اور اس کے کنارے پر بیٹھ گیا : کیا دیکھتا ہے کہ پانی اس کا دودھ اور شہد کے مانند ہے ، پیاسا تو تھا ہی خوب پیٹ بھر کر پیا ۔

غرض اس سے بھی بہ خوبی گزر گیا ۔ اور آگے بڑھا کہ ایک روشنی دور سے نظر آئی ، گویا کہ ایک تختہ سونے کا ہوا میں چمک رہا ہے ، اسی کی طرف چلا ۔ بعد ایک مہینے کے قریب جا پہنچا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک پہاڑ سونے کا آسمان سے لگا جھم جھما رہا ہے ۔ یہ اس پر چڑھ گیا ، وہاں ہر ایک درخت سونے کا پھولا پھلا دیکھا ، متعجب ہوا ۔ تین روز تک اس پر

Marfat.com

چلا گیا ، ندان ایک میدان وسیع نظر پڑا کہ تمام زمین اُس کی سونے کی رنگت تھی ؛ پھر اُس سے آگے بڑھا تو ایک محل سونے کا نہایت خوش اسلوب دیکھا ۔ جب قریب پہنچا ، دروازہ کھلا پایا ، اندر چلا گیا ۔ وھاں ایک باغ نہایت پر فزا گل و ثمر سے بھرا نظر آیا ؛ ھزاروں درخت اُس میں سونے کے بھی چمک رہے تھے اور جڑاؤ پتے پھولوں سمیت اُن کے دمک رہے تھے ۔

حاتم دیکھ کر حیران ھوا اور صانع کی صنعت کا شکر کرنے لگا ؛ پھر تھوڑا سا میوہ توڑ کر کھایا کہ ایک حوض نظر پڑا ۔ پانی اُس کا صاف و شفاف مانند بلور کے تھا ۔ کنارے پر اس کے آ بیٹھا اور دل میں فکر کرنے لگا کہ یہ باغ کس کا ہے اور مالک اس کا کون ہے ، کس سے پوچھیے ۔ اتنے میں کئی پریاں جھم جھماتی پوشاک اور جڑاؤ گہنے سے آراستہ جلوہ گر ھوئیں اور حاتم کو دیکھتے ھی مسکرا کر ٹھٹھک سی رہ گئیں کہ یہ مکان کہاں اور آدم زاد کہاں ! حاتم بھی اُن کو دیکھ کر مقامِ حیرت میں آیا کہ یا الٰہی ! یہ کیا حسن ہے جو تو نے ان کو بخشا ۔ وھیں ملکہ زرین پوش یاد آئی کہ وہ بھی ایسا ھی حسن رکھتی تھی ، خدا اُس سے جلد ملائے اور حال اُس کا جلد دکھائے ۔

القصہ اُن سے کہنے لگا کہ اے خدا کے بندو ! تم کون ھو ؟ سچ کہو اور اس جگہ بادشاہ کون ہے بتلاؤ ؟

اُنھوں نے کہا کہ یہ محل پری نوش لب کا ہے ۔

اتنے میں وہ آ ھی پہنچی ۔ حاتم اس کو دیکھتے ھی بے ھوش ھو کر گر پڑا ۔ وہ اُس کے سرہانے آ کھڑی ھوئی اور کہنے لگی "ارے کوئی ہے ، جلد آ کر اس کے منہ پر گلاب چھڑکے ۔" ووں ھی ایک کنیز دوڑی گئی اور جڑاؤ گلاب پاش

لا کر اس کے منہ پر گلاب چھڑکنے لگی ۔

حاتم ہوش میں آیا ۔ پھر پری نوش‌لب ایک تخت مرصع پر جا بیٹھی اور اُس کو ایک کرسی جواہر نگار پر بٹھلا کے کہنے لگی کہ اے جوان خوش رو ! سچ کہہ ، کہاں سے آیا ہے اور کس کام کا ارادہ کر کے یہاں پہنچا ہے اور اب کدھر کو جائے گا ؟

حاتم نے تمام احوال اپنا ابتدا سے تا انتہا اس کے سامنے بیان کر کے پوچھا کہ اس مکان کا مالک کون ہے اور اس پہاڑ کا کیا نام ہے ؟

پری نوش لب نے کہا کہ اس پہاڑ کو کوہ زریں کہتے ہیں ۔ یہ مکان شاہ بال بادشاہ کا[1] ہے اور اس کی ایک آسا نام بیٹی ہے ، میں بھی اُس لڑکی کی ایک خواص ہوں ؛ چناں چہ ساتواں روز میری باری کا ہے ، اس روز میں اُس کی خدمت میں جا کر حاضر ہوتی ہوں ۔ اور یہ مکان کوہ قاف سے تعلق رکھتا ہے، اگرچہ دنیا کی حد میں ہے اور یہ دور سے جو دکھلائی دیتا ہے ، اُسی کا قلعہ ہے ۔

غرض چار روز تک حاتم کو مہمان رکھا ، انواع و اقسام کے کھانے اور میوے کھلائے ، بہت سی مدارات کی ؛ پانچویں روز کہا ''یہ جگہ تمھارے رہنے کے قابل نہیں ، بہتر یہ ہے کہ یہاں سے تشریف لے جاؤ۔'' حاتم اُس پری سے رخصت ہو کر پہاڑ ہی پہاڑ چلا ۔ دس بیس دن کے بعد پہاڑ سے اُتر کر کسی جنگل میں جا پہنچا ، وہاں ایک سونے کا سا دریا دکھلائی دیا کہ پانی گلے

---

۱ ۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی (ص ۲۳۳) میں ''یہ مکان شاہ بال کا بادشاہ ہے'' لیکن ''کا'' کی ترتیب بدل گئی ہے ، غالباً اس طرح ہو گا ''شاہ بال بادشاہ کا ہے'' (فائق)

Marfat.com

ہوئے سونے کی مانند لہریں لے رہا ہے اور موج[1] اُس کی آسمان سے ٹکریں لے رہی ہیں - یہ دریائے فکر میں غرق ہو کر اُس کے کنارے بیٹھ گیا کہ اس سے کیوں کر پار ہوجیے -

اتنے میں ایک سونے کی ناؤ دور سے نظر آئی اور جھٹ سے کنارے پر پہنچی - حاتم نے خدا کا شکر کیا اور اُس پر بیٹھ گیا ؛ وہیں ایک طباق حلوے گرم گرم سے بھرا ہوا نظر پڑا ؛ بھوکا تو تھا ہی کمال رغبت سے کھایا - چاہتا[2] کہ دریا میں ہاتھ ڈال کر پانی پیے ، ڈرا کہ مبادا یہاں ہاتھ سونے کا نہ ہو جاوے ، کھینچ لیا - پھر ایک کٹورا بغل سے نکال کر بھرا - از بس کہ تشنگی غالب تھی، تھوڑا سا پانی حلق میں ٹپکایا ؛ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ کٹورا اور چار دانت سونے کے ہوگئے -

غرض چالیسویں دن کشتی کنارے پر پہنچی - حاتم نے کنارے پر اُتر کر دوگنہ شکر کا ادا کیا اور آگے چلا - سات روز تک چلا گیا اور ایسے ایسے عجائبات دیکھے کہ اتنی مدت میں نہ کبھی دیکھے تھے نہ سنے - آٹھویں دن پتھروں کے میدان میں جا پہنچا - وہاں کا ہر ایک کنکر پتھر ایسا گرم تھا گویا آگ سے ابھی نکلا ہے - یہ جوں تیوں چند قدم چلا ، آخر طاقت نہ رہی ، مجبور ہو کر بیٹھ گیا - ہونٹ مارے گرمی کے سوکھ گئے بلکہ تمام بدن جل اُٹھا ؛ تب تو نہایت بے قرار ہو کر مہرہ منہ میں رکھ لیا ، پر کچھ فائدہ نہ دیکھا - آخر اس کو منہ سے نکال کر پھینک دیا اور آپ زمین پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا ؛ یہاں تک کہ

---

۱ - "موج" واحد اور آگے "لے رہی ہیں" فعل جمع ہے - غالباً "موجیں" ہوگا - فائق

۲ - "چاہتا تھا" ہونا چاہیے - نسخۂ مطبوعۂ بمبئی (ص ۲۳۴) میں "چاہتا" ہے - فائق

Marfat.com

بے ہوش ہو گیا بلکہ قریب مرگ کے پہنچا ؛ منہ کھل گیا ، زبان باہر نکل پڑی ۔ اتنے میں وے دونوں شخص جو جواہر لے گئے تھے، پیدا ہوئے اور اُس کو اُٹھا کر آب شیریں و سرد پلایا ۔

حاتم ہوش میں آیا ، آنکھیں کھول کر دیکھا ، وہیں وے دونوں شخص نظر پڑے ؛ بولا کہ آفریں ہے اے یارو! بر وقت پہنچے اور بڑی مدد کی ۔ اب کہو کس طرف جاؤں اور یہ گرمی کس سبب سے ہے؟

اُنھوں نے کہا ''اس سے آگے دریائے آتش ہے ، یہ گرمی بھی اُسی کے باعث ہے ، پر رستہ یہی ہے ، چلا جا ، خدا کی قدرت سے اپنے ملک میں پہنچ رہے گا ۔ راہ بتلانا ہمارا کام نہیں مگر اتنا ہو سکتا ہے کہ یہ آگ دھیمی ہو جاوے ۔''

اُس نے کہا ''جو کچھ تم سے ہو سکے قصور نہ کرو ، یہ بھی احسان سے خالی نہیں ۔''

تب اُنھوں نے ایک مہرہ نکال کر حاتم کو دیا اور کہا کہ آگے دریائے آتشیں ہے ، جو اس کو اپنے منہ میں رکھ لے گا تو آگ تجھ پر کارگر نہ ہو گی ، ٹھنڈے ٹھنڈے چلا جائے گا ، پر یہ یاد رہے دریا کے پار ہوتے ہی اس مہرے کو پھینک دیجو ۔

یہ کہہ کر حاتم کی نظر سے غائب ہو گئے ۔ وہ رات کی رات وہیں رہا ، صبح کو مہرہ اپنے منہ میں رکھ کے آگے چلا ۔ بعد تین روز کے سامنے سے آگ کے شعلے معلوم ہونے لگے۔ یہ ڈرا اور ''العظمت للہ'' کہہ کر آگے بڑھا ۔ جب کنارے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ شعلے کی لہریں آسمان تلک جاتی ہیں اور آتی ہیں ۔ حاتم مدھوش سا ہو کر کبھی آسمان کو دیکھتا تھا

Marfat.com

کبھی زمین کو ۔ اتنے میں ایک ناؤ بھی کنارے آ لگی ۔ وہ خدا کی حمد دل میں کر کے کہنے لگا کہ یہ دیدہ و دانستہ اپنے تئیں آگ میں ڈالنا ہے ، پر کیا کروں ، راہ یہی ہے ، خدا آسان کرے گا ، جو اس کی رضا یہی ہے تو راضی رہا چاہیے۔ تن بہ تقدیر کر کشتی پر چڑھ بیٹھا ، مہرہ منہ میں رکھ لیا ؛ اتنے میں ایک قاب نان و کباب سے بھری ہوئی دیکھی ، بے اختیار اس کو کھینچا اور پیٹ بھر کر کھایا ۔

غرض کشتی چلی جاتی تھی، یہ مارے ڈر کے کبھی آنکھیں نہ کھولتا تھا ۔ احیاناً جو کبھی کھل جاتی تھیں تو جان نکلنے لگتی تھی ، پھر وہیں بند کر لیتا تھا ۔ قصہ کوتاہ ناؤ دریا کی مانجھ دھار میں آ پہنچی اور چکی کی طرح پھرنے لگی ۔ حاتم کو یقین ہوا کہ اب ڈوبتی ہے ۔ خدا کی یاد میں مشغول ہوا اور آنکھوں پر پٹی باندھ کے سر بہ زانو ہو گیا کہ اب نہیں جیتا بچتا ۔

بارے فضل الٰہی سے تین دن کے بعد کشتی کنارے میں جا لگی ، حاتم اتر پڑا ۔ جوں آنکھیں کھول کر دیکھتا ہے ، نہ وہ دریائے آتشین ہے ، نہ کشتی ہے ، ایک سہانا سا جنگل نظر آتا ہے ۔ مہرے کو منہ سے نکال کر پھینک دیا اور آگے چلا ۔ تھوڑی سی راہ طے کی تھی جو معلوم ہوا کہ سواد یمن ہے ، نہایت شاد ہو کر شکر کیا ، پھر کسی گاؤں کی طرف چلا ۔

وہاں ایک کھیت پر کھڑے ہو کر دہقان سے کہنے لگا کہ یہ نواح کس شہر کی ہے ؟ اس نے کچھ جواب نہ دیا اور ٹکٹکی باندھ کر اس کا منہ دیکھنے لگا ۔

حاتم بولا ''اے عزیز ! تو بہرہ ہے جو نہیں سنتا ۔''

اُس نے عرض کی کہ تیری صورت میں اپنے حاتم شاہ زادے کی سی دیکھتا ہوں ۔

حاتم نے یہ سن کر کہا کہ تو کون ہے اور کیا جانتا ہے ؟

وہ بولا ''اے جوان! یہ ملک یمن ہے اور حاتم ہمارا شاہ زادہ ہے ۔ باپ اُس کا طے نام یہاں کا بادشاہ ہے ، لیکن شاہ زادے کو سات برس ہوئے کہ اس ملک سے نکل گیا ہے ۔ ایک مرتبہ خبر اُس کی ملکہ زریں پوش سے پہنچی تھی ، اُس سے قدرے تسکین ہر ایک شخص کو ہوئی تھی ۔ اب تو اس کے ماں باپ اور اقربا کا نہایت برا احوال ہے کہ ہر ایک پر اپنی زندگی وبال ہے ؛ خصوصا ملکہ زریں پوش کی تو جان پر ہی آ بنی ہے ، دیکھیے اُس کی ملاقات تک جیتی رہتی ہے یا نہیں ۔''

حاتم نے کہا کہ میں تمھارے شہ زادے سے چند روز ہوئے ہیں کہ راہ میں ملا تھا ، خیر و عافیت سے ہے ، تو یمن میں جا کر اُس کی طرف سے چھوٹے بڑوں کی خدمت میں دعا سلام کہہ کر یہ کہیو کہ حاتم شاہ آباد کی طرف گیا ۔

پھر کہا ''اے دھقان ! میں بہت پیاسا ہوں ، تھوڑا سا پانی پلا ۔''

وہ جلدی سے ایک پیالا دودھ کا اور ایک چھاچھ کا لے آیا ۔ حاتم نے نہایت مزے سے پیا اور کہا ''ہزار شکر ہے مدت کے بعد میں نے اپنے ملک کو دیکھا اور یہ نعمت کھائی'' پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور شاہ آباد کا رستہ لیا ۔

تھوڑے دنوں میں وہاں جا پہنچا ۔ لوگ دوڑے اور حسن بانو کو اُس کے آنے کی خبر دی ۔ اس نے پردہ کر کے اندر بلایا اور

Marfat.com

ایک سونے کی کرسی پر بٹھلا کر کہا "آفرین ہے اے جوان! کیا خوب ہوا جو تو آیا، بارے کوہ ندا کی خبر کہہ اور وہاں کے بھید سے مجھے آگاہ کر۔"

حاتم نے نئے سر سے قصہ شروع کیا اور آخر تک کہہ سنایا۔

حسن بانو نے کہا "سچ کہتا ہے لیکن کچھ نشان بھی دکھلا کہ یقین آ جائے۔"

حاتم نے بایاں ہاتھ دکھلا دیا کہ یہ سب روپے کا ہو گیا تھا، پر میں ایک دن کسی آب زلال کے چشمے پر جو پہنچا اور اس کو دھویا، یہ اپنی اصلی صورت پر آ گیا لیکن ناخن اب تلک بھی روپے ہی کے ہیں؛ دوسرا نشان یہ ہے کہ دریائے زریں کے پانی سے چار دانت سونے کے ہو گئے ہیں اور تینوں رقم جواہر کے بھی دکھلا دیے۔

تب حسن بانو نے بہت سی آؤ بھگت کی اور کھانا نہایت پر تکلف منگوا کر رو بہ رو رکھوایا۔

حاتم نے کہا "بہتر یہ ہے کہ اس کو میرے ساتھ کر دو۔ میں کارواں سرائے میں جا کر منیر شامی کے ساتھ کھاؤں گا۔" پھر وہاں سے اٹھ کر کارواں سرائے میں آیا اور منیر شامی سے مل کر کھانا مزے سے باہم کھایا اور اپنی سر گزشت مفصل بیان کی۔ اس نے اس کی ہمت و جواں مردی کی نہایت تعریف و توصیف کر کے بہت سی معذرت کی۔

حاتم نے دو تین دن آرام کر کے حمام لیا اور نئے کپڑے پہن کر حسن بانو کے یہاں آیا۔ دربانوں نے خبر کی، اس نے اسی

Marfat.com

طور سے پردہ کر کے اندر بلایا اور کرسی جواہر نگار پر بٹھلایا ۔

حاتم نے کہا ''صاحب! اب چھٹا سوال کیا ہے ، اُس کو بھی کہو تا کہ میں پورا کروں ۔''

یہ بات سن کر حسن بانو نے کہا کہ ایک موتی میرے پاس ہے ، اس کے برابر کا دوسرا تلاش کر کے لادے ۔

حاتم بولا ''میں اُسے ٹک دیکھ لوں ۔'' اُس نے منگوا کر دکھلا دیا ۔ سچ کہ وہ مرغابی کے انڈے برابر تھا ۔ حاتم نے کہا ''میں جانتا ہوں کہ مجھ کو تو اسے نہ دے گی لیکن نمونہ حوالے کر جو اس کے برابر ڈھونڈھ لاؤں ۔''

حسن بانو نے ایک موتی روپے کا اتنا بڑا بنوا کر حاتم کو دیا ۔

وہ اس کو لے کر مہمان سرائے میں آیا اور منیر شامی کو دکھا کر کہنے لگا کہ حسن بانو اتنا بڑا ایک موتی مانگتی ہے ۔ میں نے تو ایسا موتی اپنی عمر میں نہ دیکھا ہے نہ سنا ، خدا جانے کس دریا میں اور کس جگہ پیدا ہوتا ہے ۔

منیر شامی نے کہا ''بھائی جس جگہ ایسا موتی پیدا ہوتا ہے پہلے اُس مکان کو تحقیق کر لو تب جاؤ ۔''

حاتم نے کہا کہ پوچھنا کچھ ضرور نہیں ، مجھ کو میرا خدا وہاں پہنچا دے گا ، جس نے اتنی مشکلیں آسان کی ہیں وہ اسے بھی آسان کرے گا ۔ یقین ہے کہ میں اُس دریا پر پہنچوں گا اور ایسے موتی لے آؤں گا ۔ میں خالق پر توکل کیے ہوں ، سوائے اس کے کسی سے اُمید نہیں رکھتا ۔

Marfat.com

منیر شامی نے اس بات پر بہت سی آفرین کی اور کہا
''چند روز ابھی آرام کرو ۔''

لاچار ہو حاتم نے کہا ''بھائی آخر یہ کام ہمیں کو کرنا ہے ،
پھر دیر لگانی کیا ضرور''۔

آخر حاتم منیر سے رخصت ہو کر ویسے موتی کی تلاش کے
لیے روانہ ہوا ۔

Marfat.com

چھٹا سوال

حاتم کے جانے کا اور

مرغابی کے انڈے برابر موتی لانے کا

جب حاتم شاہ آباد سے نکلا ، پانچ چھ کوس پر جا کے ایک پتھر کی سل پر بیٹھ کر سر بہ‌زانو ہوا اور دل میں فکر کرنے لگا کہ یا الٰہی ! ایسا موتی کس دریا سے ہاتھ لگے گا ، مگر کچھ تو ہی اپنا فضل کرے تو وہ ایسا گوہر نایاب ملے ۔

اتنے میں شام ہو گئی ۔ ایک جوڑا ناطقہ کا ہفت رنگی کہ جس کا باسا دریائے قہرمان کے کنارے تھا ، قدرت الٰہی سے وہاں ایک درخت پر آ بیٹھا ۔

مادہ بولی کہ ہم کو یہاں کی آب و ہوا خوش نہیں آتی ، اگرچہ اس جگہ ہمارے کھانے پینے کی چیزیں قسم قسم کی ہیں ، بہتر ہے کہ یہاں سے اُڑ چلیں ۔

نر نے کہا ''میرا قصد تو یہ تھا کہ چند روز اس جنگل میں رہوں ، پر تیرے کہنے سے اب صبح کو اپنے وطن چلوں گا ، خاطر جمع رکھ ، اس گھڑی چپکی رہ ۔''

مادہ نے پھر کہا کہ یہ شخص کون ہے جو اس جنگل میں سر جھکائے غم گین و متفکر بیٹھا ہے ؟

نر بولا ''یہ حاتم یمن کا شہزادہ ہے ۔ کیا کرے ، حق بہ جانب ہے اس کے ، جس قدر غم گین ہو بے جا نہیں ، کیوں کہ

Marfat.com

اس کو مرغابی کے انڈے برابر ایک موتی کی تلاش ہے ۔ نہ اپنے واسطے بلکہ خدا کی راہ پر غیر کے واسطے اس نے اپنی کمر باندھی ہے ؛ چناں چہ منیر شامی شہزادہ حسن بانو پر عاشق ہوا ہے ، وہ سات سوال رکھتی ہے ، شہزادہ نہ سوالوں کو پورے کرنے کی طاقت رکھتا ہے ، نہ اس کے چھوڑنے کی قدرت ۔ اس سبب سے دیوانہ وار پھرتا پھرتا صحرائے یمن میں جا نکلا اور یہ بھی شکار کھیلتا ہوا اسی جنگل میں آ پہنچا ۔ باہم ملاقات ہو گئی ۔ منیرشامی نے اپنا احوال اس سے کہا ۔ اس نے ترس کھا کر اسی کے واسطے غربت اختیار کی اور یہ مصیبت اپنے سر پر لی ۔ چناں چہ پانچ سوال اس کے پورے کر چکا ہے ، اب چھٹے سوال کی باری ہے اور وہ لانا ایسے موتی کا ہے ۔ بے چارہ اس درخت کے تلے حیران بیٹھا ہوا اسی سوچ میں ہے کہ کہاں جاؤں اور ایسا موتی کدھر سے لاؤں ۔ فی الواقع ان دیکھی راہ کیوں کر چلے اور موتی کس طرح پیدا کرے لیکن تو کہے تو میں اس کو راہ بتاؤں ۔''

بولی ''اس سے کیا بہتر کہ حیوان کا احسان انسان پر ہو۔''

جب اس کی مرضی پائی ، نر کہنے لگا کہ ایسے موتی کی پیدائش یوں ہے کہ اگلے زمانے میں کتنے پرندے بعد تیس برس کے دریائے قہرمان کے کنارے انڈے دیتے تھے ۔ اب ایک مدت سے وے جانور جاتے رہے اور اگلے انڈے بھی اسی دریا میں ڈوب گئے ، مگر ان دنوں میں سے دو انڈے بادشاہ جم جاں قہرمانی کے ہاتھ لگے تھے ؛ چناں چہ انہیں میں سے ایک بادشاہ شمس شاہ کے ہاتھ چڑھ گیا تھا ۔ ہر چند کہ وہ آگے سے مال و جواہرات بہت سا رکھتا تھا بلکہ ایک شہر بھی اس کے

بڑا سا بسایا تھا ، اب وہ ویران پڑا ھے - اتفاقاً اسی کا خزانہ حسن بانو کے ھاتھ آیا ھے ، وہ انڈا بھی اسی میں تھا جو اس نے پایا - القصہ جب جم جان قہرمانی مر گیا اور ملک اس کا کسی اور نے لے لیا ، جورو اس کی حاملہ موتی لے کر محل سے بھاگی اور ایک جنگل میں جا پڑی - پھر ایک دن تھا کہ دریائے قہرمان کے کنارے جا نکلی - قضارا اس وقت مسعود سوداگر بھی کشتی پر بیٹھا ھوا وھاں آ نکلا - اس عورت نے کشتی کو دیکھ کر غل مچایا کہ خدا کے واسطے مجھ بے کس کو بھی اس ناؤ پر چڑھا لو - سوداگر نے رحم کھا کر کنارے پر ناؤ پھرا دی اور اس کو بٹھلا کر حقیقت پوچھی - اس نے تمام احوال اپنا کہہ دیا - مسعود سوداگر نے اس کو بیٹی کیا اور شہر میں لے آیا - بعد چند روز کے وہ عورت لڑکا جنی ، نام اس کا برزخ رکھا - جب وہ لڑکا ھوشیار ھوا ، مسعود سوداگر مر گیا - سرداری اس کی اس لڑکے کو ملی - وہ ایک مدت تک اس کے مال و دولت سے لاکھوں سپاھی نوکر رکھا کیا ، کئی ھزار گاؤں اپنے قبضے میں لایا ، ندان وھاں کا بادشاہ ھوا - جب وہ مر گیا ، حضرت سلیمان نبی علیہ السلام بادشاہ ھوئے ؛ تب انھوں نے تمام نواحی کوہ قاف کی اور دریائے قلزم و قہرمان اور دریائے زرین و آتش بلکہ جو کچھ کوہ قاف سے علاقہ رکھتا تھا ، سو سب کا سب دیووں ، پریوں ، جادوگروں ، مردم آزاروں کے رھنے کو دیا اور کہا کہ تم سب اس کو آباد کرو ، آدمیوں کے شہر کی طرف مت جاؤ - چنانچہ وے جزیرے اور شہر انھیں قوموں سے آباد ھیں ، آدمی کو وھاں کچھ تعلق نہیں - غرض رفتہ رفتہ وہ موتی ھشام پری سرخ کلاہ کے ھاتھ لگا تھا - اب ماہ یار سلیمانی جو آدمی اور پری سے پیدا ھوا ھے ، اس نے لے لیا ھے -

Marfat.com

بالفعل استقامت اس کی برزخ کے جزیرے میں ہے - وہ ایک لڑکی نہایت حسین و مہ جبین رکھتا ہے ، لیکن بیاہ اس کا اس شرط پر ٹھہرایا ہے کہ جو کوئی اس موتی کی پیدائش کا احوال ظاہر کرے گا ، میں اس لڑکی کو اسی کے ساتھ بیاہ دوں گا - یہ شہرہ سن کر اکثر پری زاد اس کے پاس آئے پر کوئی اس موتی کی پیدائش سے آگاہ نہ تھا جو بیان کرتا - ہر ایک مایوس ہو کر پھر گیا - اور ماہ یار سلیمانی بڑا عالم و فاضل ہے ؛ سوائے اس کے اس وقت کی کتابیں اس کے ہاتھ لگی ہیں - اس نے ان کو پڑھ کر احوال اس موتی کے پیدا ہونے کا دریافت کر لیا ہے - اور ان جانوروں کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت سے حکم نہیں جو کہیں اتائے دیں ، اس واسطے پیدا ہونا ایسے موتی کا موقوف ہے ، بلکہ اس بات کے کہنے کی بھی منا (منع) ہی ہے ؛ پر میں نے جو اس جوان کو اہل ہمت اور خدا ترس دیکھا اس لیے یہ احوال ظاہر کیا - یہ دل سے نیک کاموں کی سعی میں کمر باندھے پڑا پھرتا ہے ، یقین ہے کہ اپنی مراد کو پہنچے -

مادہ نے کہا "اس عاجز غریب کی رسائی دریائے قہرمان تک کس طرح ہو گی ، کیوں کہ وہ سرحد دیووں کے ملک کی ہے ؛ سوائے اس کے اور بھی آفتیں اس راہ میں بہت سی ہیں -"

نر بولا کہ اس کے پر و بال کو وہاں پہنچنا بشرط حیات خدا کی قدرت سے کچھ دور نہیں ، لیکن لازم ہے کہ یہ [illegible] سے پر ہمارے اپنے پاس رکھے ؛ کس واسطے کہ جب کوہ قاف کی حد میں پہنچے گا تو ایک صحرائے اعظم ایسا ملے گا کہ جس کا اور چھور نہیں - چاہیے کہ اس کے داخل ہونے کے وقت ہمارے لال پر جلا کے پانی میں گھولے اور اپنے تمام بدن

Marfat.com

پر مل لیوے ، پھر ندھڑک چلا جائے ۔ اس کی بو سے تمام جانور درندے گزندے بھاگ جائیں گے ، اس کی صورت بھی دیو کی سی ہو جائے گی ۔ جب اس جنگل کو طے کرکے برزخ کے جزیرے میں پہنچے گا ، سفید پر جلا کر اس کی راکھ پانی میں گھول کر بدن میں ملے ، پھر نہا دھو کے صاف کر ڈالے ، خدا کے فضل سے اسی گھڑی اپنی اصلی صورت پر آ جائے گا ، لیکن وہاں کے لوگ اس کو پکڑ کر ماہ یار سلیمانی بادشاہ کے پاس لے جائیں گے ۔ چاہیے کہ یہ اپنا مطلب اس سے کہے ؛ پر وہ اسی مطلب اصلی کو در پیش کرے گا کہ جو کوئی اس موتی کے پیدا ہونے کی حقیقت سے اطلاع دیوے ، اس کو میں اپنی بیٹی سوتی سمیت دوں ۔ بہتر یہ ھے کہ اس ماجرے کو یہ من وعن یاد رکھے ، بھول نہ جائے ۔ ممکن نہیں کہ ماہ یار سلیمانی اپنے قول سے پھرے کیوں کہ وعدے کا بہت سچا ھے ، مقرر اپنی بیٹی بیاہ دے گا ۔''

مادہ نے کہا کہ یہ بے پر پر ہمارے کیوں کر پاوے ؟

اس بات کے سنتے ھی نر نے اپنے بازو پھٹ پھٹائے ، کتنے ھی پر گر پڑے ۔ حاتم نے سب کے سب چن لیے ، نہایت خوش ھوا ۔

پھر مادہ بولی ''اے نر ! تو نے کیوں کر جانا کہ یہ شخص اس کام کے واسطے آیا ھے اور اتنے قصے تو نے کیوں کر یاد رکھے ھیں ؟''

اس نے کہا ''ہماری قوم میں جتنے نر ھیں ، تمام جہان کا احوال ابتدا سے انتہا تک جانتے ھیں اور مادہ سوائے بات چیت کے کچھ نہیں جانتی ۔''

Marfat.com

اتنے میں صبح ہو گئی ، وہ جوڑا اُڑ گیا - حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور ایک سمت کو چل نکلا - بعد دو چار دن کے ایک رات کسی درخت کے تلے سو گیا تھا ، اتنے میں بہت سے جانور فریاد کرنے لگے کہ ہے ہے کوئی خدا کے بندوں میں سے ہماری داد کو نہیں پہنچتا - اس آواز کو سن کر حاتم اپنے جی میں کہنے لگا کہ اے حاتم ! تو بھی خدا ہی کا بندہ ہے ، پس تجھ کو لازم ہے کہ تو چل کر ان کا احوال پوچھے اور مدد کرے - یہ سوچ کر اسی طرف اٹھ دوڑا - جب قریب گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک لومڑی ہاتھ پاؤں زمین پر دے دے مارتی ہے اور چلاتی ہے -

اس احوال سے اس کو دیکھ کر حاتم نے نہایت دل سوزی سے پوچھا کہ تجھ کو بندگان خدا میں سے کس کس نے ستایا جو اس طرح بلبلا رہی ہے ؟

لومڑی نے کہا ''اے جوان ! رحمت خدا تجھ پر اور اس تیری ہمت و دلاوری پر جو تو اس برے وقت میں میرے پاس آیا اور احوال پوچھا - حقیقت یہ ہے کہ ایک صیاد میرے نر کو بچوں سمیت پکڑ کر لے گیا ہے ، میں ان کی جدائی میں روتی ہوں ، پچھاڑیں کھاتی ہوں بلکہ ہر ایک طرف فریاد کرتی ہوں ، تس پر بھی کوئی میری آہ و زاری نہیں سنتا ، مگر ایک تو آیا ہے ، سو دیکھیے کیا ہو ، کیوں کہ تو انسان ہے اور میں حیوان ہوں ، یقین ہے کہ تو اپنی قوم کی خاطر کرے گا -

حاتم نے کہا کہ یہ کیا کہتی ہے - ہماری قوم میں سب انسان ایک سے نہیں - کتنے ہی موم دل و غم خوار ، کتنے ہی سنگ دل و مردم آزار - اگرچہ میں بھی انسان ہوں لیکن

Marfat.com

تو سچ کہہ کہ تیرے نر کو اور بچوں کو کون لے گیا ہے ؟

لومڑی بولی کہ یہاں سے چھ سات کوس پر ایک گاؤں ہے ۔ اس میں ایک بہلیا رہتا ہے ، اس کم بخت کا یہی کام ہے ، پر یہ کچھ معلوم نہیں کہ اس کو ہم غریبوں کے دکھ دینے سے کیا فائدہ ہے ۔ یقین ہے کہ خدا کے غضب سے نہیں ڈرتا ۔

حاتم نے کہا کہ آندھی کو سیوں کے گرانے اور ایذا دھندوں کو مردم آزاری کا کیا اندیشہ ہے کہ انھوں نے وہی اپنا پیشہ کیا ہے ۔ لازم ہے کہ تو مجھے راہ بتائے تو میں جا کر تیرے خاوند کو بچوں سمیت صیاد سے چھڑا دوں ۔ اگر ان کے بدلے وہ میرا سر بھی مانگے گا تو عذر نہ کروں گا کیوں کہ یہ خدا کی راہ کا سودا ہے ۔

لومڑی نے کہا ”اے جوانؑ! اگر تیرے ساتھ چلوں ، مبادا تو اُس سے مل کر مجھے پکڑ لے ، تو میرا احوال بھی اُس بندریا کا سا ہو ۔“

حاتم نے کہا ”اُس کی حقیقت کیوں کر ہے ؟ بیان کر ۔“

لومڑی بولی کہ ایک بندریا نے کسی جنگل میں جا کر ایک گڑھے میں بچے دیے تھے ۔ اتفاقاً ایک دن اُس جنگل میں کوئی صیاد جا نکلا ۔ بچے اُس گڑھے میں اپنے باپ کے ساتھ بیٹھے تھے ۔ صیاد نے گھات سے پکڑا اور لے جا کر ایک دولت مند کے ھاتھ بیچ ڈالا ۔ ھر چند کہ بندریا ھر ایک حیوان سے بڑی دانا اور ذوفنون تھی لیکن برے دن جو آگے آئے ، ھوشیاری کچھ کام نہ آئی ، پکڑی گئی ۔

صورت اُس کی یہ ہے کہ وہ بندریا اپنے شوھر اور بچوں کی جدائی میں سر ٹکرا ٹکرا روتی پھرتی تھی ۔ ایک دن لاچار ھو کر

Marfat.com

زمین دار کے پاس فریاد کو گئی ۔

اُس نے حال تباہ اُس کا دیکھ کر ترس کھا کے کہا کہ ارے! اسے کس نے ایذا دی ہے جو ایسی بلبلاتی ہے ؟ کسی نے کہا ''اس کے خاوند کو چھ بچوں سمیت فلانا بہلیا پکڑ کر لے گیا ہے ، فلانی جگہ رہتا ہے ۔''

دہقان نے کہا ''ابھی تو جا کر اس کے بچوں اور نر کو جلد چھڑا دے ۔'' بہ موجب اُس کے حکم کے وہ شخص آدھر کو روانہ ہوا ، بندریا بھی ساتھ لگ لی ۔ جب وہ مرد بندریا سمیت گاؤں میں پہنچا ، صیاد کے دروازے پر جا کے پکارا ، وہ وہیں نکل آیا ۔ بندریا نے چاہا کہ اُچھل کر اُس کے جاسے کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ، اتنے میں اُس دولت مند نے دیوان خانے سے نکل کر کہا ''اے عزیز ! تو نے اس کے بچے اور نر کو کیا کیا ؟''

اُس نے عرض کی کہ خداوند! کئی دن کی بات ہے کہ میں نے آپ ہی کے ہاتھ بیچا ہے ۔ اگر اُس کی بے کسی پر رحم کرتے ہو تو اُن کو اس کے حوالے کرو ، قیمت مجھ سے پھیر لو ۔

اُس نے کہا کہ اب تو میں اُن سے اپنا جی بہلاتا ہوں ، کیوں کر دوں ؛ کوئی اور تدبیر بتلا جس سے اس کو بھی تسکین ہو اور وہ بھی میرے پاس رہیں ۔

صیاد نے کہا ''مناسب یہ ہے کہ اس کو بھی کہیں [illegible] میں بندھوا دیجیے ۔''

حاصل یہ ہے کہ صیاد نے مکر و حیلے سے بندریا کو بھی پکڑوا دیا ۔ جب دہقان نے سنا کہ وہ بھی پکڑی گئی ، اس مال دار کو کہلا بھیجا کہ تو بندریا اور اس کے بچوں اور نر سمیت

حاضر ہو ۔ وہ اُن سبھوں کو لیے ہوئے زمیں دار کے پاس گیا ۔ اُس نے دیکھتے ہی بندریا کے بچوں کو پسند کیا کہ یہ میرے یہاں رہیں ، نر و مادہ کو تم لے جاؤ ۔ ندان بندریا بچوں کے درد جدائی سے مر گئی ، نر بھی اس کے غم میں ہلاک ہوا ۔

اے جوان ! انسان کی بے وفائی اور جفا کاری سنی تو نے ، پھر کس طرح تیری بات سے پتیاؤں ، شاید ایسا ہی سلوک تو مجھ سے کرے ، ایک اور بلا میں ڈال دے ۔

حاتم نے کہا ''اے لومڑی ! اپنی خاطر جمع رکھ ، میں اُن لوگوں میں نہیں ۔ خدا کی قسم ! تجھ سے بد سلوکی نہ کروں گا ؛ تو بے دھڑک مجھ کو اُس گاؤں تک لے چل کہ میں اُس شخص سے تیرے خاوند اور بچوں کو چھڑا دوں ۔'' اس بات کو سن کر وہ خوش ہوئی اور اس کی ہمتؑ پر آفرین کر کے آگے ہو لی ۔ حاتم اس کے پیچھے پیچھے چل نکلا ۔ جب پہر رات گئی ، اُس گاؤں کے قریب جا پہنچے ۔

حاتم نے کہا ''تو یہاں کہیں چھپ رہ ، میں بستی میں جا کر صیاد کو ڈھونڈھ نکالتا ہوں ۔'' وہ کسی جھاڑی میں دبکی مار کر بیٹھ رہی ۔

حاتم صبح تک یاد الٰہی میں مشغول رہا ، جوں ہی آفتاب نکلا اُٹھ کر صیاد کے دروازے پر آیا ، دستک دی ۔ وہ نکل کر پوچھنے لگا کہ اے جوان ! مجھ سے کیا کام ہے تجھے ، جو ایسا صبح ہی آیا ، تو تو ہمارے گاؤں کا نہیں معلوم ہوتا ۔ حاتم نے کہا ''اے صیاد ! مجھے ایک ایسا ہی آزار ہوا ہے کہ جس کا علاج مجھ مسافر سے نہیں ہو سکتا کیوں کہ ایک حکیم نے بتایا ہے ، اگر تازہ لہو لومڑی کا تو اپنے بدن میں ملے تو ابھی اچھا

Marfat.com

ہوتا ہے۔ اس واسطے میں تیرے پاس آیا ہوں کہ تو اکثر لومڑیوں گیدڑوں کو شکار کرتا ہے، اگر تیرے پاس تین چار بچے لومڑی کے ہوں تو مجھے دے اور اُن کی قیمت جو چاہے سو لے۔"

صیاد نے کہا کہ سات لومڑیاں میں نے پکڑی ہیں، جتنی درکار ہوں اُن کو پسند کر۔ یہ کہہ کر اُن ساتوں کو حاتم کے رو بہ رو لے آیا۔

اُس نے سات دینار دے کر ساتوں کو لے لیا اور جنگل میں لا کر ہاتھ پاؤں کی رسیاں کھول کر چھوڑ دیا۔ بچے تو کچھ اُلفت رکھتے تھے، دوڑ کر اپنی ماں کے پہلو سے جا لگے۔ وہ اُن کو پیار کر کے نر کے پاس جو آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ قریب مرگ کے پہنچا ہے، لگی لوٹنے پیٹنے اور سر پر خاک ڈالنے۔

حاتم نے کہا "اے روباہ! اب کیوں جزع و فزع کرتی ہے؟"

وہ بولی کہ آج میرے سر کا تاج ڈھلا جاتا ہے، کیوں کر نہ سر پیٹوں۔ نہیں سنا ہے تو نے کہ مردوں کو عورتوں کے سر کا چھتر کہتے ہیں، یہ بھوک اور پیاس سے موا جاتا ہے۔

حاتم نے کہا کہ اے نادان! اس کی عمر اتنی ہی تھی کیوں کہ شیر خورے تندرست رہیں اور یہ ایسا بے طاقت ہو جاوے کہ سانس بھی نہ لے سکے۔

لومڑی نے کہا "اُس کی یہ حالت میری جدائی اور بچوں کے غم نے پہنچائی ہے۔ اگر ابھی اُس کا علاج ہووے تو اغلب ہے نہ مرے۔"

حاتم نے پوچھا کہ کون سی دوا ہے کہ تلاش کی جاوے؟

Marfat.com

اُس نے کہا کہ اگر جیتے[1] آدمی کو مار کر اُس کا گرم گرم لوھو اُس کے منہ میں ٹپکاؤ تو ابھی بحال و توانا ہو جاوے ۔

حاتم بولا "مجھے آدمی سے ایسا[2] کیا دشمنی ھے جو حیوان کے واسطے اُسے ماروں ، اگر تجھ کو آدمی کا لوھو ھی درکار ھے تو کہہ کس جگہ کا چاھتی ھے ، ابھی حوالے کرتا ھوں ۔"

اُس نے کہا "کہیں کا ھو ، مگر گرم ھو ۔"

حاتم نے ترکش سے نشتر نکال کر بائیں ھاتھ کی ھفت اندام کھولی اور کہا کہ اے روباہ ! جتنا لہو تجھ کو درکار ھے لے ۔

وہ اپنے نر کو اُس کے پاس لے آئی اور کہا کہ جس قدر اس کے منہ میں ڈالو گے، عین مہربانی ھے ۔

حاتم نے اس کے کہنے کے موافق اپنا لہو پلایا کہ اس کا پیٹ بھر گیا اور قوت اصلی پر آ رھا ۔ تب حاتم نے ھاتھ پر پٹی باندھ کے کہا "اے روباہ ! اب تو مجھ سے راضی ھوئی ۔" لومڑی بچوں سمیت اُس کے پاؤں پر گر پڑی ۔

حاتم اُس کو دلاسا دے کر آگے بڑھا ۔ جب بھوک لگتی تھی ، جنگل کا میوہ کھا لیتا تھا اور پیاس میں وھیں کے ندی نالوں کا پانی پی لیتا ۔ بعد ایک مدت کے کسی جنگل میں جا پہنچا ۔ وھاں طپش آفتاب کی اس قدر ھوئی کہ مارے پیاس کے بے تاب ھو گیا ۔ ھر طرف پانی ڈھونڈنے لگا کہ ایک چشمہ سفید برف سا

---

۱ ۔ نسخہ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۲۴۸) میں "جیتے ھوئے آدمی" ھے ۔ "ھوئے" زائد تھا اس لیے حذف کیا گیا ۔ فائق

۲ ۔ نسخہ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۲۴۸) "ایسا" ھے ، "ایسی" ھونا چاھیے ۔ فائق

Marfat.com

دور سے نظر آیا ۔ حاتم اشتیاق سے بے اختیار اس کی طرف دوڑا ۔ جب نزدیک پہنچا تو کچھ نہ دیکھا مگر ایک سانپ سفید کنڈلی مارے نظر پڑا ۔

چاہتا تھا کہ پھرے ، جو وہ بول اٹھا ''اے جوان یمنی ! کیوں پھر چلا ، تو کس کام کے واسطے یہاں آیا ؟''

شہ زادے نے جو اس کو باتیں کرتے دیکھا ، گھبرا کر کہنے لگا ''اے بندۂ خدا ! میں شدت سے پیاسا تھا ، دور سے تیرے رنگ کی سفیدی پانی کی مانند جو نظر آئی ادھر چلا آیا ۔ اب خدا کی قدرت کا تماشا دیکھ کر پھر چلا ۔''

سانپ نے کہا ''اے عزیز ! تجھ کو یہاں سب کچھ میسر ہو جائے گا ، خاطر جمع رکھ ۔''

القصہ سانپ روانہ ہوا اور حاتم نے اپنے دل میں سوچا کہ ہر چند کہ یہ سانپ باتیں کرتا ہے پر اس کے ساتھ جانا خوب نہیں ، کیوں کہ موذی ہے ۔ اتنے میں یہ خیال گزرا کہ جو کچھ تقدیر میں ہے ، وہی ہوگا ، چلا چاہیے ۔ تس پر بھی آہستہ آہستہ قدم رکھنے لگا ۔

سانپ نے جو دیکھا کہ یہ جانے میں استادگی کرتا ہے ، کہا ''اے مرد خدا ! کچھ وسواس نہ کر ، پاؤں اٹھا ۔''

حاتم اس کے ساتھ بے کھٹکے روانہ ہوا ۔ غرض ایک کل جنت بہار میں جا پہنچا ۔ وہاں کی فضا سے جی اس کا کھل گیا ، نہایت باغ باغ ہوا ، کیوں کہ اس قطع کا باغ کہیں نہ دیکھا تھا مگر پریوں کے ملک میں ۔ پھر ادھر ادھر کی سیر کرتا ہوا ایک مکان میں جا نکلا ۔ وہاں فرش شاہانہ سرا سر بچھا ہوا تھا اور حوض کے کنارے ایک مسند پر تکلف لگی ہوئی تھی ۔

Marfat.com

سانپ نے کہا کہ یہاں ذرا توقف کرو، میں پھر آتا ہوں ۔

یہ کہہ کر حوض میں گر پڑا ۔ بعد ایک دم کے کتنے پری زاد سونے روپے کے خوان جواہر سے بھرے ہوئے سروں پر رکھے اُس حوض سے نکلے ، حاتم کو سلام کر کے خوان آگے رکھ دیے ۔

اُس نے پوچھا ''اے خدا کے بندو! سچ کہو تم کون ہو؟''

اُنھوں نے عرض کی ''ہم اس کے خدمت گار ہیں جو تم کو اپنے ساتھ لایا ہے اور یہ جواہر تمھارے لیے بھجوایا ہے ، لازم ہے کہ قبول کرو ۔''

اُس نے کہا ''یہ میرے کس کام کا ہے ۔ اس قدر مال میں کیوں کر اُٹھاؤں اور کس پر لاد کر لے جاؤں ؟''

اتنے میں پھر کتنے ایک پری‌زاد اُسی طرح سے خوان جواہر کے لیے ہوئے حاتم کے پاس آئے ۔

پوچھا اُس نے اس میں کیا ہے ؟

وہ بولے کہ جواہر بہ طریق تحفے کے تمھیں بھیجا ہے ۔

حاتم نے کہا کہ یہ بھی میری نظروں میں نہیں سماتا ۔

اس میں اور بہت سے پری زاد سر پر گنگا جمنی خوان ، زربفت اور بادلے کے خوان پوشوں سے ڈھاپے ہوئے اُسی چشمے سے نکلے ۔

اُس نے پوچھا ''اُس میں کیا ہے ؟''

اُنھوں نے عرض کی ''آپ ہی کے واسطے لائے ہیں ۔''

حاتم نے کہا ''بہت اچھا ، یہاں حاضر ہے ، صاحب خانہ کہاں ہے ؟'' ووں ہی وہ سانپ ایک جوان حسین بنا ہوا چالیس

Marfat.com

پری زادوں سمیت حوض سے نکل آیا ۔ حاتم اُس کو دیکھ کر متعجب ہوا کہ یہ جوان خوش رو کون ہے ؛ پھر تعظیم کو اُٹھ کھڑا ہوا ۔

اُس نے حاتم کو پکڑ کر بہ آئین شایستہ مسند پر بٹھلایا اور پوچھا کہ تم مجھے پہچانتے ہو ؟

وہ بولا ''جو کبھی دیکھا ہوتا تو البتہ پہچانتا ۔''

اُس نے مسکرا کر کہا ''میں وہی ہوں جو تمھیں لے آیا ۔''

حاتم بولا ''اے عزیز! پہلے تیری صورت سانپ کی تھی، اب آدمی کی شکل کیوں کر ہوئی؟''

اُس نے کہا کہ یہ بھید بعد کھانا کھانے کے کھل جائے گا ۔ پھر دسترخوان بچھوایا ، کھانا چنوایا ۔ اتنے میں جڑاؤ چلمچی آفتابہ زیر انداز سمیت دو پری زاد لائے اور اُن کے ہاتھ دھلائے تو وہ کھانے میں مشغول ہوئے ۔ پری زاد سب اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے ۔ حاتم کھاتا جاتا تھا اور جی میں کہتا تھا کہ میں نے اس مزے کا کھانا یہاں کھایا ہے یا پری نوش لب کے ساتھ کوہ ندا پر ۔ اغلب ہے کہ یہ شخص بھی پری زاد کی قوم سے ہو ۔

جب خاصہ نوش کر چکے ، خواص عطردان اور پاندان مرصع کے لے آئے ۔ حاتم نے جو عطر ملا دماغ اُس کا معطر ہوا ۔ حیران ہوا کہ بار خدایا ایسی نعمتیں اور ایسی خوشبوئیں تو نے اس قوم کو عطا کی ہیں کہ انسان کو میسر نہیں ؛ اس میں کیا حکمت ہے ، تو ہی جانتا ہے ۔

بعد اس کے صاحب خانہ سے پوچھا ''پہلے تمہاری شکل

Marfat.com

سانپ کی تھی اب پری کی سی ہوئی ، اس کا کیا سبب ہے''؟

وہ بولا ''اے جوان ! میں پری کی قوم سے ہوں ، نام میرا شمس شاہ ہے ۔ ایک دن میں حضرت سلیمان علیہ‌السلام کے وقت میں اپنے باغ کی سیر کر رہا تھا ۔ یوں خیال گزرا کہ اپنے لشکر سمیت آدمیوں کے ملک پر چڑھ جاؤں ، ان کو قتل کر کے ملک چھین لوں کیوں کہ وہ ملک نہایت پاکیزہ و آراستہ ہے ۔ یہ سوچ کر اہل کاروں سے کہا کہ تمام فوج تیار رہے ، صبح کو مجھے ایک مہم درپیش ہے ۔ اتنے میں رات ہوگئی ۔ بعد فراغت کے خواب گاہ میں جا کر آرام کیا ۔ صبح کے وقت جو چونکا اپنے تئیں تمام لشکر سمیت سانپ کی صورت پایا ۔ سارا دن ماہی ۔ آب کے طرح زمین پر تڑپا کیا اور شام سے صبح تک لٹک کر جناب الٰہی میں توبہ کی ۔ بارے بفضل الٰہی سے تمام فوج میری صورت اصلی پر آ گئی لیکن پر کسی کے نہ ہوئے ؛ پھر میں نے گریہ و زاری بہت سی کی ۔ تب یہ آواز آئی ''جو کوئی اپنے قول سے پھرتا ہے ، اس کا یہی احوال ہوتا ہے ۔''

قصہ مختصر، ہر رات یہی صدا آیا کرتی تھی ۔ ایک رات میں نے بہت عجز و زاری سے توبہ کی اور کہا کہ پھر ایسا خطرہ دل میں کبھی نہ لاؤں گا ، الٰہی! میرا گناہ بخش ۔ حکم ہوا کہ تھوڑے دن اور صبر کر ۔ میں نے پھر الحاح و زاری کی کہ اب میری نجات ہو، ایسا دھیان بار دیگر خاطر میں نہ لاؤں گا ۔ تب یہ ندا آئی کہ ایک دن جوان یمنی تیس برس کا ادھر آئے گا ، تو اس کے دیکھتے ہی اپنی اصلی صورت پر آ جائے گا ؛ چاہیے کہ تو اس کی خدمت بہ دل کرے کیوں کہ جو وہ تیرے حق میں دعا مانگے گا تو تو ہمیشہ اپنی اصلی صورت پر رہے گا ، نہیں تو سانپ کی شکل پھر ہو جائے گی ۔ غرض آسی برس سے میں

Marfat.com

سانپ کی صورت ہو گیا ہوں اور تیس برس (سے) اس جنگل میں تیرا منتظر تھا ۔ تجھے دیکھتے ہی میں نے جانا کہ جوان یمنی یہی ہے، اس اُمید پر تیری خدمت دل و جان سے میں نے کی ۔ اگر میرے حق میں دعا کرے تو عین مہربانی و بندہ پروری ہے ۔

حاتم نے کہا ''وہ قول کون سا تھا جس سے تو پھر گیا ۔''

وہ ایک آہ بھر کر بولا کہ ہماری قوم نے حضرت سلیمان نبی علیہ السلام سے اقرار کیا تھا کہ اگر تمہارے بعد ہم آدمیوں کو ایذا دیں یا اُن کے ملک کا قصد کریں تو خدا کا قہر ہم پر پڑے ۔ اس دن سے ہماری قوم نے کسی بشر کو تکلیف نہیں دی ، مگر ایک دن میرے دل میں یہ خیال فاسد گزرا تھا جس کی یہ کچھ سزا پائی ۔ اب تیرے حضور صدق دل سے توبہ کرتا ہوں کہ بار دیگر ایسا دھیان نہ کروں گا ، میرا حق گواہ ہے ۔

حاتم نے اُٹھ کر غسل کیا ، کپڑے پاکیزہ پہنے ، پری زاد کے حق میں دل سے دعا کی ، اُس کی درگاہ میں قبول ہوئی ۔ حاتم اگرچہ قوم گبر سے تھا پر خدا کو ایک جانتا تھا ، دن رات اُسی کے ذکر میں مشغول رہتا تھا ۔ غرض حاتم کی دعا کا قبول ہونا اُس پری زاد کے حق میں اس سبب سے تھا کہ خدا کی راہ پر کمر باندھے پھرتا تھا ۔ آخرالامر سب پری زاد کے پر نکل آئے اور وہ بھی اپنی صورت اصلی پر قائم رہا ۔

پھر اُس نے حاتم سے پوچھا کہ صاحب ! یہاں کس واسطے آئے ہیں اور کہاں جائیں گے ؟

حاتم نے کہا ''اب تو میں شاہ آباد سے آتا ہوں ، برزخ کے جزیرے کو جاؤں گا ۔'' یہ کہہ کر وہ موتی روپے کا جو بطور نمونے کے لایا تھا دکھلا دیا ۔

Marfat.com

یہ سن کر شمس شاہ نے کہا ''سچ کہتے ہو ، اس جوڑی کا موتی جو اعلیٰ ہے ، وہ اس جزیرے کے بادشاہ پاس ہے ؛ لیکن اس نے شرط کی ہے جو کوئی اس کی پیدائش کا احوال کہے ، اپنی بیٹی موتی سمیت اُس کے حوالے کر دوں ۔'' پر تو کیوں کر پہنچ سکے گا کہ رستے میں آفتیں بہت سی ہیں ۔ انسان کی اتنی طاقت نہیں جو عہدہ بر آ ہو ۔

حاتم نے کہا ''جو ہونی ہو سو ہو ، میں جائے بن نہیں رہنے کا ، خدا میرا نگہبان ہے ۔

بادشاہ نے فرمایا ''خاطر جمع رکھ ، میں بھی بہت سے پری زاد تیرے ساتھ کر دیتا ہوں ، وے تیرے مددگار رہیں گے ۔''

یہ کہہ کر پری زادوں کو ارشاد کیا کہ اے عزیزو ! اس کے طفیل سے تم نے ایک بلائے عظیم سے نجات پائی ہے ، تم اس مہم میں اس کا ساتھ دو ۔

اُنھوں نے عرض کی ''ہم جان و دل سے حاضر ہیں ، جو حضور سے حکم ہوگا بجا لائیں گے ۔''

بادشاہ نے کہا کہ تم اس کو برزخ کے جزیرے میں پہنچا دو ۔

اس سخن کے سنتے ہی وے سب کے سب اپنا اپنا سر جھکا کر دم بہ خود رہ گئے ۔ پھر ایک دم کے بعد سر اُٹھا کر عرض کرنے لگے ''جہاں پناہ ! اس جزیرے میں پہنچنا بہت مشکل ہے کیوں کہ ایسے ایسے دیو رستے میں ہیں جو ہمیں جیتا نہ چھوڑیں گے ۔ اگر جہاں پناہ ادھر کا قصد کریں تو بھی لڑائی ہو گی ، ہم رکاب سعادت میں حاضر ہیں لیکن اتنے لوگوں سے یہ کام انجام نہ ہو گا ۔''

Marfat.com

شاہ نے یہ فرمایا ''اے جوان مردو ! لازم ہے کہ اس جوان کا احسان برباد نہ ہو ، کسی صورت سے اس کو وہاں پہنچا دو ۔''

اس بات کو سن کر سات پری زاد ہمت باندھ کر بولے کہ اس جوان کو آپ کے اقبال سے ہم پہنچائیں گے ، لیکن جو راہ میں کچھ خلل واقع ہو تو جہاں پناہ مدد کریں ۔

بادشاہ نے اس بات کو قبول کیا ، تب وہ ایک اڑن کھٹولا لائے۔ حاتم کو اس پر بٹھلایا ۔ چار شخصوں نے تو پائے پکڑے ، تین ساتھ ہو لیے ۔ غرض اس صورت سے آسمان کی طرف ہوا ہوئے ، تین رات دن چلے گئے ۔

چوتھے دن جس جگہ کہ دیو رہتے تھے ، پری زادوں نے بھولے سے وہاں کھٹولا ایک درخت کے تلے آتارا اور آپس میں کہا کہ تین دن سے کچھ کھانا پینا نہیں ہوا ، بہتر ہے یہاں گھڑی دو گھڑی آرام کریں ، کچھ کھائیں پئیں ۔

اس بات کو سن کر حاتم نے بھی کہا ''مختار ہو ، جو مناسب ہو سو کرو'' ۔ پری زاد متفرق ہو کر ادھر ادھر چلے گئے ، ایک حاتم کے پاس کھڑا رہا ۔

اتنے میں کئی ہزار دیو شکار کھیلتے ہوئے ادھر آ نکلے ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کھٹولے پر بیٹھا ہے ، پاس اس کے ایک پری زاد کھڑا ہے ۔ دو چار ہزار تو کھٹولے کے گرد ہو گئے، چھ سات ہزار غل مچانے لگے کہ یہ آدمی زاد یہاں کہاں سے آیا ہے ۔ وہ پری زاد ان کو دیکھ کر ڈرا ۔ چاہتا تھا کہ حاتم کو چھوڑ کر بھاگ جائے کہ چار دیو اس سے لڑ پڑے ، دو تین اس نے مار رکھے ، آخر پکڑا گیا ۔

Marfat.com

پھر وہ دیو اس پری زاد کو حاتم سمیت اپنے گھر لے آئے اور پوچھا کہ اس آدمی کو کہاں سے لایا ہے اور کہاں لیے جاتا ہے ؟

اس نے کہا کہ یہ جوان یمنی شمس شاہ کا بڑا دوست ہے ، اس کو مت ستاؤ ، نہیں تو خراب ہو گے ۔

انھوں نے کہا ''بادشاہ تو ایک مدت سے غائب ہے ، اس کا احوال کچھ معلوم نہیں ، اب کہاں سے پیدا ہوا ۔''

پری زادوں نے تمام ماجرا بیان کیا ۔ دیووں کے سردار نے سر نیچا کر کے کہا کہ اس آدمی کو پری زاد سمیت فلانے کنوئیں میں قید کرو ، رات کے وقت کھانے کے بعد کھاؤں گا ۔

انھوں نے وہی کیا ۔ وے جو چھیوں پری زاد جو ان کو چھوڑ کر قوت کی فکر میں گئے تھے ، اس درخت کے تلے آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو تین لاشیں دیووں کی پڑی ہیں ، نہ حاتم ہے ، نہ وہ پری زاد ۔ نہایت حیران و پریشان ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ یہ دیو کس پردے کے ہیں اور انھیں کن نے مارا ، اس آدمی اور پری زاد کو کون لے گیا ۔ چاہیے کہ ان کشتوں کے اٹھانے کو کوئی نہ کوئی دیو آوے ۔

اتنے میں جو غور سے دیکھا تو ایک کو سسکتے پایا ۔ تھوڑا سا پانی اس کے منہ میں چوایا، آنکھیں اس نے کھول دیں ۔ تب انھوں نے پوچھا کہ تو کون ہے اور تیرا ٹھکانا کہاں ہے ؟

اس نے کہا کہ میں مقریس کے دیؤوں میں سے ہوں ۔ ایک پری زاد کے ہاتھ سے میرا یہ حال پہنچا ہے ، پر اس کو بھی ایک آدمی سمیت مقریس کے پاس دیو پکڑ کے لے گئے ہیں ۔

Marfat.com

پری زاد اس بات کے سنتے ہی اُس دیو کو پکڑ کر اپنے ملک میں لے آئے اور بادشاہ کی بارگاہ میں آ کر داد خواہ ہوئے۔

شاہ نے اُن کی فریاد سن کر فرمایا کہ دیکھو تو کس نے ان پر ظلم کیا ہے اور وہ جوان یعنی کہ جس کے ساتھ یہ گئے تھے، وہ کہاں ہے۔

اُنہوں نے آداب بجا لا کر عرض کی "جہاں پناہ! ہم دو تین رات دن جو پیہم چلے گئے، نہایت بھوک پیاس اور ماندگی نے غلبہ کیا؛ بہ سبب اس کے اُس آدمی زاد کو کسی درخت کے تلے بٹھایا، ایک اور پری زاد کو اُس کے پاس چھوڑ کر قوت کی تلاش میں گئے۔ ایک آن کے بعد آ کر جو دیکھا، اُن کو تو نہ پایا مگر کئی دیو کشتے دیکھے۔ حیران ہوئے کہ ان کا احوال کس سے پوچھیں؛ اتنے میں اس دیو کو جو پاس سے دیکھا تو آدھ موا پایا۔ تھوڑا سا پانی اس کے منہ میں ٹپکایا، بارے یہ ہوشیار ہو کر اٹھ کر بیٹھا۔ اس کے ساتھی اُن کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے ہیں، ہم بھی اس کو باندھ کر حضور میں لے آئے۔ آگے جو ارشاد ہو۔"

بادشاہ نے فرمایا کہ اُس کو ہمارے روبرو لاؤ۔ جب وہ لے آئے ارشاد کیا "مترس اب تک جیتا ہے اور ہمیں بھول گیا۔"

اس نے عرض کی کہ جہاں پناہ تو ایک مدت سے غائب ہیں، آج ان پری زادوں سے احوال آپ کے ظاہر ہوئے ...، لیکن مجھے اعتبار نہ تھا، اب جانا کہ یہ سچ ہیں۔

بادشاہ نہایت غضب ہوا اور فرمایا کہ جلد لشکر تیار ہو۔ ندان تیس ہزار پری زاد سے اُس کے ملک کو حملہ کر دوڑا۔ تین دن کے بعد شہر کے قریب جا پہنچا، وہیں ڈیرا کیا۔ پھر کئی

Marfat.com

جاسوسوں کو کہا کہ مقریس کی خبر لاؤ کہ کہاں ہے ۔ وہ سنتے ہی اڑے ، بعد ایک دم کے آ کر عرض کی ، فلانے جنگل میں شکار کھیلتا ہے ۔ بادشاہ سنتے ہی تیس ہزار پری زاد سے اس پر جا پڑا ۔ لوگ اس کے سنبھل نہ سکے، بہت سے زخمی ہوئے، کتنے مارے گئے ؛ آخر مقریس کئی مصاحبوں سمیت گرفتار ہو کر حضور میں آیا ۔

بادشاہ نے فرمایا کہ اے کافر ! تو ہم کو بھول گیا ۔ اتنا نہ جانا کہ شمس بادشاہ اب تک جیتا ہے ؛ میں اس کے علاقہ مندوں کو پکڑ کر جو قید کروں گا تو بادشاہ مجھ کو اس حرکت سے کب جیتا چھوڑے گا ۔ خیر اب اسی میں ہے کہ اس آدمی کو پری زاد سمیت لا کر جلد حاضر کر ۔

وہ بولا ''میں اس کو اسی وقت کھا گیا ، آدمی کو کب دیو چھوڑتا ہے ۔''

بادشاہ نے نہایت طیش کھا کر کہا ''اے رو سیاہ ! حضرت سلیمان نے تم کو آدمیوں کے ستانے سے منع نہیں کیا تھا اور تم نے یہ قول نہیں دیا تھا کہ ہم ان کو دکھ نہ دیں گے اور نہ کھائیں گے ؟''

دیو نے کہا کہ وہ بات حضرت سلیمان ہی کے ساتھ گئی ۔

تب تو بادشاہ مارے غصے کے کانپنے لگا اور کہا کہ جلد لکڑیوں کا انبار لگا کر اس کافر کو ہم راہیوں سمیت جلا دو ۔

مقریس نے جب دیکھا کہ اب کچھ بس نہیں چلتا اور یہ بن جلائے نہیں رہتا ، کسی طرح بالفعل اس کے ہاتھ سے چھوٹیے، پھر آگے سمجھ لیں گے ۔ یہ اسی سوچ میں تھا کہ بادشاہ نے بہ سہولت کہا ''اے ظالم ! اس آدمی کے ساتھ مجھے نہایت الفت ہے ،

Marfat.com

جو اُس کو صحیح سلامت میرے حوالے کر دیوے تو تیرے میرے کچھ کدورت نہیں ۔ کسی طرح کا تو اپنے جی میں اندیشہ نہ رکھ ، و الاّ جان سے ماروں گا ۔"

مقریس نے کہا "اگر تم حضرت سلیمان کی قسم کھا کر کہو کہ میں آدمی لے کر تجھے چھوڑ دوں گا اور کچھ نہ کہوں گا تو میں ابھی اُس آدمی کو لے کر پری زاد سمیت حضور میں حاضر کرتا ہوں ۔"

شمس بادشاہ نے کہا "ہمارے تیرے درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں ، ہم کبھی تجھ سے دغا نہ کریں گے ۔"

اُس نے اپنے نوکروں سے کہا کہ فلانے کوئیں میں ایک آدمی پری زاد سمیت قید ہے ، جلد لے آؤ ۔ وے دوڑے ، حاتم کو مع پری زاد لے آئے ۔

بادشاہ نے شاہ زادے کو تخت پر بٹھلا لیا اور کہا "کیوں ، میں نہ کہتا تھا کہ دیو راہ میں بہت سے مردم آزار ہیں ، تجھے جیتا نہ چھوڑیں گے ۔"

حاتم بولا "جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ہوتا ہے ، ہر حالت میں خدا کا شکر کیا چاہیے ۔"

پھر شاہ نے حکم کیا کہ اُس ملعون مقریس کو چھوڑنا صلاح نہیں ، جلد اس انبار میں رکھ کر جلا دو کہ فساد و فتنہ عالم سے اٹھ جائے ۔ یہ سنتے ہی مقریس کو اُس کے دیووں سمیت پری زادوں نے انبار میں ڈال دیا اور آگ لگا دی ۔

تب وہ پکارا "کیوں صاحب ! تم نے حضرت سلیمان کو درمیان دے کر یہی قول کیا تھا ؟"

Marfat.com

شاہ نے فرمایا کہ اے دغا باز! ھر گاہ کہ تو پیغمبر کے حضور قول دے کر پھر گیا ، خدا سے نہ ڈرا ، اگر میں نے بھی تجھ سے بدعہدی کی تو کیا عجب ہے - سوائے اس کے تو فتنہ انگیز ہے ، تیرا جلانا بہتر ہے - حاصل یہ ہے کہ اس نے دیوں سمیت جلوا دیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو وھاں متعین کر کے فرمایا کہ تم اس ملک سے خبردار رھو - پھر حاتم سے پوچھا کہ اب آپ کا ارادہ کیا ہے ؟

اس نے کہا '' وھی جو میں نے پہلے عرض کیا تھا ، بار بار کہنے سے کیا فائدہ ؛ جس طرح ھو مجھ کو اس جزیرے میں جانا اور اس موتی کو لانا -''

تب بادشاہ نے اپنے لوگوں کو فرمایا کہ اے عزیزو ! تم میں جو کوئی دیرینہ سال بوڑھا بڑا کار آزمودہ ھو ، اس کے ساتھ جائے اور وھاں پہنچا آئے -

یہ سن کر چار پری زاد اسی عمر اور اسی وضع کے اٹھ کھڑے ھوئے کہ یہ خدمت ھمارے ذمے ہے، ھم بجا لائیں گے -

اس بات کو سن کر بادشاہ نے نہایت مہربانی فرمائی اور حاتم کے ساتھ رخصت کیا - وے اسی طرح سے اس کو اڑن کھٹولے پر بٹھلا کر لے اڑے - رات دن چلے جاتے تھے ؛ جب بہت بھوکے پیاسے ھوتے تو محفوظ جگہ کہیں دیکھ کر اتر پڑتے ، کچھ کھا پی لیتے ؛ اسی صورت سے پندرہ روز تک پر مارے چلے گئے -

سولھویں دن اس پہاڑ پر اترے جس کو شہ زادۂ طوسان ایک پری زاد خوش رو نے برزخ کی بیٹی پر عاشق ھو کر اپنا مسکن کیا تھا اور اس کے فراق میں آھیں مار مار کر رو رھا تھا - اتفاقاً اس کے رونے کی آواز حاتم نے سنتے ھی بے اختیار

Marfat.com

ہو کر پوچھنے لگا کہ اے عزیزو! اس درد سے کون روتا ہے؟ اسے تحقیق کیا چاہیے۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور آپ ہی اُدھر چلا؛ ایک دم میں جا پہنچا تو ایک جوان پری زاد خوب صورت کو سر بہ زانو روتے دیکھا۔

پوچھا "اے بندۂ خدا! تو کون ہے اور اس جگہ کس واسطے روتا ہے؟"

اُس نے آنکھ اُٹھا کر دیکھا کہ ایک آدمی حسین کھڑا ہے۔ بولا "اے شخص! تو یہاں کہاں سے آیا، بارے چلا کیوں کر آیا، کیا کام ہے؟"

حاتم نے کہا کہ میں مرغابی کے انڈے کے برابر ایک موتی ڈھونڈتا ہوا آیا ہوں، کیوں کہ ویسا موتی جزیرۂ برزخ کے بادشاہ پاس ہے۔

اس بات کو سن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا "اے آدم زاد! اُس موتی کا تیرے ہاتھ لگنا محال ہے؛ اس واسطے کہ وہاں کا بادشاہ کچھ سوال رکھتا ہے۔ ہر ایک سے پوچھتا ہے، کوئی اس کا جواب نہیں دے سکتا؛ بلکہ ہم پری زاد ہو کر بھی وہاں [illegible] ہو ہی نہیں سکتے، پھر تو آدمی ہو کر کیوں کر [illegible] اور اُس موتی کی پیدائش کا احوال کس طرح [illegible]"

حاتم نے کہا "خدا قادر ہے، تو اپنی حقیقت کہہ [illegible] سے کیوں پڑا ہے؟"

پری زاد نے ایک آہ سرد بھر کے کہا کہ اس جزیرے کے بادشاہ کی بیٹی پر عاشق ہوں، [illegible] ہے، باپ میرا جزیرۂ طوماں کا بادشاہ [illegible] ہے۔ ایک دن مجلس میں بیٹھا تھا میں کہ کسی شخص نے اس کے حسن کا بیان اور

Marfat.com

تعریف کی ؛ سنتے ہی میں آپ سے جاتا رہا ۔ آخر نہ رہ سکا ، اُس جزیرے میں گیا اور اُس کے باپ کے پاس پیغام بھیجا ۔

اُس نے سن کر مجھے اپنی بارگاہ میں بلایا ، بہ عزت تمام بٹھلایا ، پھر اُس موتی کو منگوا کر میرے سامنے رکھ دیا اور پوچھا کہ یہ موتی کس دریا کا ہے ؟ اس کی پیدائش کیوں کر ہے ؟ کہاں سے ہاتھ لگا ؟

میں نہ جانتا تھا بلکہ میرے بزرگ بھی اس کی حقیقت سے واقف نہ تھے ، جواب کچھ نہ دے سکا ، اپنا منہ لے کر رہ گیا ۔ اُس نے اپنی مجلس سے باہر نکلوا دیا ۔ اتفاقاً اُس وقت وہ آفت جان اور غارت گر ایمان کوٹھے پر جلوہ گر تھی، نگاہ میری اُس پر جا پڑی ، نیم بسمل تو آگے ہی ہو رہا تھا ، مر ہی گیا ۔ جب دیکھا میں نے کہ کچھ تدبیر نہیں بنتی ،لاعلاج اس پہاڑ پر آکر رہا ، مارے غیرت کے اپنے ملک نہ گیا ۔ اب دن گریہ و زاری اور رات بے تابی و بے قراری سے کٹتی ہے ۔ نہ جان جاتی ہے نہ جان جاناں سے ملاقات ہوتی ہے ۔''

حاتم نے سن کر کہا کہ تو خاطر جمع رکھ کہ اگر وہ موتی لوں گا ، موتی والی تجھے دوں گا ۔ اے پری زاد ! میں اُس موتی کی پیدائش سے آگاہ ہوں ، دیکھے گا تو کہ تیرے سامنے کس طرح اس کا احوال بیان کرتا ہوں ۔

پری زاد نے کہا ''مجھے باور نہیں آتا، تو بکا کر ۔''

حاتم بولا کہ وہ گوہر صدف نہیں ہے ، اور وہ جزیرہ بھی آگے آدمیوں سے آباد اور تصرف میں تھا ، لے اٹھ میرے ساتھ چل ۔ پری زاد نے یہ بات سن کر حاتم کو کچھ سچا جانا ، اٹھ کر ساتھ ہوا ۔

Marfat.com

تب حاتم نے اُن چار پری‌زادوں سے پوچھا ''تم میں اتنا زور ہے کہ ہم دونوں کو اس کھٹولے پر بٹھلا کے لے چلو؟'' وے بولے ''اگر تم سے چار ہوں تو بھی بہ خوبی لے جاویں، مطلق نہ گھبراویں۔'' ندان وے دونوں کھٹولے پر جا بیٹھے، وے لے اُڑے۔

راہ میں مہاکال دیو کا باغ تھا۔ جو اُن کا گزر اُدھر سے ہوا، وہ بیٹھا سیر کر رہا تھا، اتفاقاً نگاہ اس کی اُن پر جا پڑی، کئی دیووں کو حکم کیا ''دوڑو اور کھٹولے سمیت اُن پری زادوں کو میرے پاس لے آؤ۔'' وہ دیو اُڑے اور ان کو مع کھٹولے اس کے پاس لے آئے۔

مہاکال نے کہا ''سچ کہو، اس آدمی کو کہاں لے جاتے ہو؟''

اُنھوں نے کہا ''شمس شاہ بادشاہ کے ملک سے آتے ہیں۔''

وہ بولا کہ وہ ایک مدت سے غائب ہے اور اُس کا ملک اب سانپوں سے آباد ہے۔ پری زادوں نے کہا ''تم سچ کہتے ہو، یوں ہی تھا، لیکن اس آدمی کی دعا سے وہ اپنی صورت اصلی پر آیا، ہم سب بھی اپنے بال و پر سے درست ہو گئے۔''

دیو نے کہا ''پھر جاتے کہاں ہو؟''

وے بولے ''برزخ کے جزیرے کو۔'' پھر اُس نے پوچھا کہ یہ پری زاد کون ہے؟

مہرآور آپ ہی بولا ''اے دیو! تو نے مجھے بھول گیا، میں مہر آور شہ زادہ مہر نر بادشاہ کا بیٹا ہوں۔''

اُس نے کہا ''اے شاہ زادے! تجھ کو آدمی سے کیا کام ہے، اپنی راہ لے۔ میں تجھے کچھ کہہ نہیں سکتا کیوں کہ

Marfat.com

تو حضرت سلیمانؑ کی پری زاد کی اولاد سے ھے ۔'' یہ کہہ کر حاتم کو کھٹولے سے کھینچ لیا ۔ مہر آور بولا ''اے دیو ! حضرت سلیمانؑ سے جو قول کیا تھا اسے بھول گیا ؟ دیکھ مردم آزاری نہ کر ۔'' اس نے جواب دیا کہ وے اب کہاں ھیں جو اس قول پر رھیں ، میں آدمی کو نہ چھوڑوں گا ، بعد مدت کے ھاتھ لگا ھے ، ذرا تو منہ سلونا کروں ۔

مہر آور نے دیکھا کہ دیو آدمی کو دیکھ کر باولا گیا ھے ، اس کو فریب دیا چاھیے ۔ بولا کہ اے مہاکال ! ایک آدمی کے کھانے سے کیا فائدہ ، میں دس آدمی تجھ کو لا دوں گا جو میرے قول پر تو رھے اور اس آدمی کو میرے حوالے کرے کیوں کہ میرا کام اس سے سر براہ ھوتا ھے ۔

دیو نے کہا ''اے شاہ زادۓ ! میں تیرے خاندان سے توسل رکھتا ھوں ، اس کو میرے پاس چھوڑ جا اور جو کہتا ھے اسے کر دکھلا ، لو میں اس کو تیرے حوالے کروں ۔''

شہ زادے نے دیکھا کہ علاج کچھ نہیں ھو سکتا ، لاچار ھو کر کہا کہ یہ آدمی میرا بڑا آشنا ھے ، چاھیے کہ اسے کسی جگہ بہ خوبی رکھے ۔ اگر کچھ بھی اسے ایذا پہنچے گی تو تجھ سے لوں گا ۔

اس نے کہا کہ جو مکان آپ کے پسند پڑے ، وھیں چھوڑ جائے ۔ غرض ایک باغ کو پسند کر کے اس میں چھوڑا اور اس سے کہا ''تو اپنے دیووں سے کہہ دے کہ اس کی نگہبانی بہ خوبی کریں ، دو تین دن میں دس آدمی تیرے واسطے لے آتا ھوں ۔'' وہ بولا ''بہت بہتر ۔''

آخر شہ زادہ ان چاروں پری زاد سمیت کسی جنگل میں آیا

Marfat.com

اور ایک کونے میں بیٹھ کر مشورت کرنے لگا ۔ اگر اپنے ملک میں جا کر فوجیں لاؤں تو دیر لگے گی ، وعدہ ٹل جائے گا ، وہ ملعون اُسے مقرر اذیت پہنچائے گا ۔ صلاح یہ ہی ہے کہ گھات میں لگے رہیں ، جب دیووں کو غافل پائیں ، اُس آدمی کو لے کر ہوا ہو جائیں ، اغلب ہے کہ صبح ہوتے ہوتے ساٹھ کوس نکل جائیں گے، پھر ہمیں کون پاتا ہے ۔ اُن پری زادوں نے اس مصلحت کو بہت پسند کیا اور گھات سے ایک طرف لگ رہے ۔ چوکی کے دیووں نے جی میں کہا کہ پری زاد کچھ آدمی کو چرا کر تھوڑا ہی لے جائیں گے ، اور وہ پر نہیں رکھتا جو آپ سے اڑ جائے گا ۔ اس گمان پر کئی اُن میں سے شکار کے واسطے گئے ؛ چناں چہ کتنے ہی جرندے درندے مار کر لے آئے ۔ آخر اُن کو بھون کر سبھوں نے زہر مار کیا اور شراب غفلت سے مست ہو آدھی رات گئے باغ کے دروازے مقفل کر پاؤں پسار پسار سو رہے ؛ پر یہ کوئی نہ سمجھا کہ مہر اور جو فرشتے کی جان نکالنے کی گھات میں لگ رہا ہے ۔

القصہ دیووں کو غافل پا کر جا کے اُس کو اٹھا لے کر بھگا کر آسمان کی طرف ہوا ہوا ۔ سورج نکلتے نکلتے باغ سے سو کوس پر نکل گئے ۔ جب دن چڑھا ، ایک خوش نما جگہ دیکھ کر اُتر پڑے ، کچھ ناشتہ کر کے سو رہے ۔ دیووں کو کل اس بات سے خبر نہ تھی کہ قیدی کو کوئی لے گیا ہے ، خاطر جمع سے باغ میں چوکی دیا کیے ۔ اور وہ رات دن چلے گئے ، جہاں خوش جگہ نظر پڑتی وہاں اُترتے ، دم لیتے ، ہرے ہو کر چل دیتے ۔

جب وعدہ گزر گیا ، مہا دل نے کہا کہ وہ پری زاد جس آدمی کو چھوڑ گئے ہیں آج لے آؤ ۔ وہیں کئی دیو اس باغ میں آئے اور اُس کو نہ پایا ۔ مہا دل سے جا کر پھر عرض کی

Marfat.com

کہ وہ آدمی وہاں نہیں ہے ۔ وہ غصے ہو کر آپ ہی اس باغ میں جو آیا ، دیکھا تو واقعی نہیں ہے ۔ پھر تو دیووں پر نہایت جھنجلایا کہ اے نمک حرامو ! مقرر تمھیں نے اُس کو کھایا ہے ، دیکھو تو کیا مزہ چکھاتا ہوں ۔ یہ کہہ کر کئی دیووں سے کہا کہ ان کو قید کر کے خوب سا مارو ۔

اُنھوں نے حضرت سلیمان[ؑ] کی قسم کھا کر عرض کی کہ ہم نے اُس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا ، کھانا تو ایک طرف ۔

اُس نے فرمایا ''تم جھوٹے ہو ، مجھے ہرگز باور نہیں آتا ۔''

یہاں کا تو ذکر یہ ہے اور وہ پری زاد حاتم سمیت جب دریائے قہرمان پر پہنچے، اتفاقاً مہا کال کا ایک دیو بھی اُس کے جزیرے میں گیا تھا ، اُن کو پہچان کر اُتر پڑا ۔ چاہتا تھا کہ حاتم کا ہاتھ پکڑ کر اُڑا لے جائے ، وہیں شہ زادہ مہر آور نے ایک ایسی تلوار ماری کہ اُس کا ہاتھ شانے سے جدا ہو کر گر پڑا ۔

وہ یہ کہتا ہوا بھاگا ''بھلا کیا اے پری زادو! تم نے آدمی کی خاطر میرے ہاتھ میں تلوار ماری ، ابھی اس پردے کے دیووں کو خبر کرتا ہوں کہ کئی پری زاد آدمی کو لیے جاتے ہیں ۔ دیکھو تو کیسا بدلا لیتا ہوں ۔''

مہر آور نے یہ سن کر کہا کہ تو کس پردے کا رہنے والا ہے ؟

وہ بولا کہ میں مہا کال کے دیووں میں سے ہوں ۔

شہ زادے نے فرمایا ''جا اپنے مہا کال سے کہہ کہ میں اُس آدمی کو لیے جاتا ہوں ، خبر دار رہ ۔ اگر اُدھر سے پھروں گا تو تیرے شہر کو تاخت و تاراج کر کے خاک سیاہ کروں گ ۔''

Marfat.com

یہ سن کر وہ دیو ہوا ہو گیا ۔ پھر اُن کو بھی پری زاد بہ دستور لے اُڑے ۔ اتنے میں قریب ایک جنگل کے جا پہنچے ؛ وہاں حاتم سے کہنے لگے کہ یہاں ہماری حد تمام ہوئی ، آگے نہیں جا سکتے، ہم کو رخصت کرو ۔

مہر آور بولا ”اے جوان ! میں تیرا ساتھ نہ چھوڑوں گا ، ہر حال میں میں تیرا شریک رہوں گا ۔“ ندان حاتم کھٹولے سے اُتر پڑا ، چاروں کو رخصت کیا ۔ پھر مہر آور سے کہا کہ مجھ کو یہ منظور نہیں جو میرے باعث سے کچھ تجھ کو ایذا پہنچے لیکن اتنا دریافت کیا چاہتا ہوں کہ اس جنگل سے گزارا کیوں کر ہو ۔

اُس نے کہا ” آگے تو پری زاد بھی اس طرف نہ جا سکتے تھے کیوں کہ یہاں کے دیو اُن کو ستاتے تھے بلکہ جان کے خواہاں ہوتے تھے ؛ چناں چہ ایک دن پری زاد بہت سے جمع ہو کر دیووں سے لڑے ، طرفین کے ہزاروں ہی مارے پڑے ، مردم آزار و ایذا دہندہ ہیں ۔“

حاتم نے کہا ”اگر میں دیو بن کر اس جنگل سے چلوں تو کیوں کر راہ طے کریے ۔“

مہر آور بولا ”میں تمام دن ہوا میں اُڑوں گا ، رات پڑے پر جہاں تو اُترے گا اُتر پڑوں گا ۔“

تب حاتم نے جانور کا بال پر نکال کر جلایا اور اُسی دم اُس کی راکھ گھول کر اپنے بدن پر ملی ، وہیں دیو کی صورت ہو گیا ، جنگل کے چرند درند بھاگنے لگے ۔ غرض تمام دن چلتا ، شام کو جہاں رہ جاتا وہیں مہرآور بھی آ ملتا ۔ ایک دن مہر آور نے پوچھا ”اے حاتم! یہ پر کس جانور کے ہیں ؟“

Marfat.com

اُس نے کہا ''اُن کے جن سے اُس موتی پیدا ہونے کی حقیقت اور جس صورت سے ایک موتی ماہ پار کے ہاتھ لگا تھا، اُس کی کیفیت سنی گئی تھی۔ اور کہا ''اے مہر آور! میں جب شاہ آباد سے نکلا تھا تب متفکر ہوا کہ ایسا موتی کس دریا میں ہوتا ہے اور میں کیوں کر پاؤں گا۔ غرض ٹھہر کر ایک درخت کے تلے سر بہ زانو بیٹھ گیا کہ ایک جوڑا خوش رنگ جانوروں کا بھی اُس درخت پر آبیٹھا۔ مادہ نے پہلے تو اُس جنگل کی آب و ہوا کو اپنے نر کے سامنے برا کہا، پھر دریائے قہرمان کا ماجرا بیان کر کے میرا احوال پوچھا کہ یہ کون ہے جو اس صورت سے غم گین بیٹھا ہے؟ اُس نے میری سر گذشت، اور پیدایش اُن موتیوں کی، حقیقت اُن جانوروں کے نا پیدا ہونے کی جن کے یہ انڈے ہیں، بیان کی اور مجھے اپنے پر دیے۔ اور مفصل احوال ماہ یار سلیمانی کے رو بہ رو کہوں گا، تو سن لیجیو۔'' حاصل یہ ہے کہ حاتم نے سارا ماجرا اُس سے نہ کہا، اس واسطے کہ مبادا یہ آگے چلا جائے، اپنا کام کر لے، میں محروم رہ جاؤں۔ غرض مہر آور کی اتنے ہی احوال سے خاطر جمع ہو گئی کہ میرا کام بھی اسی کی بہ دولت ہوگا۔

یہ باتیں آپس میں کر کے مہر آور تو آسمان کی طرف ہوا ہؤا، حاتم آگے چلا۔ غرض رات کو تو ایک جا رہتے تھے، صبح کو اپنے اپنے طور پر راہی ہوتے تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ ایک سہانی سی جگہ میں دونوں سو گئے تھے کہ سلوک ساز کے دیوؤں میں سے ایک اُن کے سرہانے آ پہنچا۔ دیکھا اُس نے کہ ایک دیو اور پری زاد پاس پاس سوتے ہیں۔

اُس نے جا کر اور دیوؤں سے خبر کی۔ جب وے آئے تو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ اس کو اپنے بادشاہ کے پاس

Marfat.com

لے چلا چاہیے ۔

انہیں میں سے ایک نے کہا ''اے یارو ! ان بے چاروں کو ایذا دینا کیا ضروری ہے ، کچھ یہ ہماری قوم سے نہیں ہیں اور نہ کچھ انہوں نے تقصیر کی ہے ۔ شاید اور کسی پردے کے ہیں ، کچھ کام کو جاتے ہیں ، رات کا وقت دیکھ کر سو رہے ہیں ۔''

لیکن پری زاد فی الحقیقت جاگتا تھا ۔ ان کی باتیں اس نے سب سنی (سنیں) ۔ پھر دیووں نے کہا کہ ان کو جگا کر پوچھا چاہیے ، شاید پردے سے برزخ کے ہوں ۔ وہیں ایک دیو نے کہا ''بالفرض وہیں کے ہوں تو تمہیں کیا ۔''

دوسرا بولا ''بادشاہ سلوک ایک دن کہتا تھا کہ بہت دنوں سے پردۂ برزخ کی کچھ خبر نہیں معلوم ، مگر تجھے اس کا ڈر نہیں جو ایسی بات کہتا ہے ۔ اگر یہ بات جا کر کوئی بادشاہ سے کہہ دے کہ ایک دیو اور پری زاد کسی پردے کے یہاں سوتے تھے ، فلانے فلانے نے دیکھ کر حضور میں خبر نہ پہنچائی ، اس وقت تو کیا جواب دے گا اور ہمارا کیا احوال ہوگا ۔''

آخر دونوں کو جگا دیا ۔ حاتم نے دیووں کو دیکھ کر انہیں کی بولی میں کہا ''تم نے ہمیں کیوں جگایا ، کیا کام ہے ؟''

انہوں نے کہا کہ تم کس پردے کے ہو ، سچ کہو ۔

حاتم بولا ''تم نے نہیں سنا کہ ایک آدمی برزخ کے جزیرے کو جاتا تھا ، اس کی خاطر سے شمس بادشاہ نے مہرانس کو جلا دیا اور ملک اس کا چھین لیا ، شہزادے نے کہا کہ اس کو تلاش کرکے اپنے بادشاہ کے پاس لے جاؤ ۔

دیووں نے پوچھا ''یہ پری زاد کس پردے کا ہے؟''

Marfat.com

حاتم نے کہا "پردۂ طوسان کا ہے، یہی خبر لیے جاتا ہے کہ شمس بادشاہ پیدا ہوا اور مقریس کو مار کر اس نے ملک اس کا لے لیا ہے۔"

یہ سن کر وہ بولے "تم آرام کرو، ہم اسے ڈھونڈنے جاتے ہیں"۔ غرض ان کو رستا بتا کر آپ راہ لی۔

بعد تین روز کے ایک دریا پر جا پہنچے۔ مہرآور نے کہا کہ دریائے قہرمان یہی ہے۔ حاتم نے دیکھا کہ اس کا کنارہ آدھر کا نظر نہیں آتا، موجیں آسمان کو پہنچتی ہیں اور آبی جانور یعنی ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، بیل، گھڑیال، مگر، آدھر کے کنارے پر اکثر لوٹ رہے ہیں۔ بطخیں اور قازیں بلکہ ہر ہر قسم کے جانور ہاتھی سے بھی بڑے بڑے پڑ رہے ہیں اور ہزاروں پرندے خوش رنگ پہاڑوں، ٹاپوؤں پر کریال کلیلیں کر رہے ہیں۔ یہ قدرت الٰہی پر اور بھی قائل ہوا کہ سچ ہے، تیری صفت کو عقل کی کیا تاب جو پا سکے اور خیال کو کیا مجال جو اس کی کنہ کو پہنچ سکے۔

پھر گھبرا کر مہر آور سے کہنے لگا "بھائی ایسے دریا کے پار کس طرح جا سکیں گے اور اس کی لہروں کے صدمے ہم سے ناتوان کیوں کر اٹھا سکیں گے۔"

مہر آور بولا "سچ ہے، تیز پر پرندے کی بھی مجال نہیں کہ سات دن کے عرصے میں اس کے اس کنارے پر پہنچے؛ چناں چہ میں پری زاد ہو کر یہ جرأت نہیں کر سکتا، تیرے تو حق بہ طرف ہے۔"

یہ سن کر حاتم نے کہا "کچھ ہو، ہمیں برزخ کے جزیرے میں جانا ہے۔"

Marfat.com

تب وہ بولا ''اگر چند روز یہاں ٹھہرو تو میں اس دریا سے اترنے کی تدبیر کروں ۔'' اس نے کہا ''بہت اچھا ۔'' پھر سہرآور بولا کہ یہاں سے کئی کوس پر پردۂ بدران ہے ، وہاں کی بادشاہت شمشان پری زاد کرتا ہے ، اس کے پاس دریائی گھوڑے اچھے اچھے پیراک اور اڑنتے ہیں ۔ چاہتا ہوں کہ اس کے پاس جا کر دو گھوڑے لے آؤں ۔

حاتم نے کہا ''مبارک ۔'' وہ وہیں اڑ گیا ، رات بسے وہاں جا پہنچا ، اس بادشاہ سے ملا ۔

پوچھا اس نے ''آپ کے آنے کا سبب کیا ہے ، فرمائیے ؟''

سہر آور نے کہا ''مجھ کو دو گھوڑے ضرور ہیں ، اگر مرحمت کرو تو عین توجہ ہے ۔''

وہ پھر پوچھنے لگا کہ تم کہاں سے آئے ہو ؟
کہا ''پردۂ طومان سے ۔''

بادشاہ بولا ''میں تجھے پہچانتا ہوں ۔ اغلب ہے کہ تو سہر آور شہزادہ طومان کا ہے ۔ اکیلے آنے کا کیا سبب ؟''

اس نے کہا ''سچ کہتے ہو ، لیکن میں ایک بلا میں گرفتار ہوں ، اس لیے جریدہ و لا چار ہوں ۔ اتنی مدد کرو ، احسان تمہارا تمام عمر مجھ پر رہے گا ۔''

شمشان اٹھ کر بغل گیر ہوا اور اپنے طویلے میں لے آیا کہ سب کے سب گھوڑے حاضر ہیں ۔ قصہ مختصر دو گھوڑے چالاک اڑنتے چن کر سہرآور کے حوالے کیے ۔ شہزادہ دونوں گھوڑوں سمیت طرفۃالعین میں آ پہنچا اور کہا ''اٹھو جلد سوار ہو ۔'' حاتم وہیں ایک گھوڑے پر چڑھ بیٹھا ۔ دوسرے پر یہ سوار ہو

Marfat.com

کہنے لگا ''خبر دار اس کی باگ نہ چھوڑ دیجیو ، اٹھائے رہیو ۔'' ندان وہ ان دونوں کو کڑکا کر ہوا ہو گئے ۔

بعد کئی دن کے بھوک پیاس کی شدت ہوئی ۔ پری زاد نے کہا ''میرے پاس تھوڑا سا میوہ اور ایک صراحی پانی کی موجود ہے ، چاہو کھا پی لو ۔''

حاتم نے لے کر دو چار دانے میوے کے کھائے ، دو تین گھونٹ پانی کے پیے ، قدرے توانائی آئی ، پھر سنبھل بیٹھا ۔

بعد چند روز کے کنارہ نظر آیا ۔ پری زاد نے کہا ''بھائی اب باگ ڈال دو '' گھوڑے زمین پر اتر پڑے ۔

حاتم نے کہا ''اے مہر آور! ہم نے سنا ہے کہ جزیرۂ برزخ دریا کے درمیان ہے ۔''

وہ بولا ''ابتدا اس جزیرے کی یہیں سے ہے جہاں ہم تم بیٹھے ہیں ، پر یہ مت گمان کرو کہ دریائے قہرمان سے پار ہو گئے ہیں ، یہ اس کا دوسرا کنارہ نہیں ہے ، ایک یہ بھی ٹاپو ہے ، کئی جزیرے اس میں اور بھی بستے ہیں ۔''

حاتم نے کہا ''وہ شہر یہاں سے کتنی دور ہوگا ؟''

بولا ''دس روز کی راہ'' پھر اس نے کہا ''تو بیٹھے کیوں ہو چلے چلو ۔'' مہر آور نے التماس کیا ''ایک بات کہوں اگر تم مانو ۔''

حاتم بولا ''بہ سر و چشم فرمائیے ؟''

تب مہر آور نے کہا ''میرا ملک یہاں سے نزدیک ہے ، چاہتا ہوں کہ جا کر لشکر لے آؤں تاکہ ہم تم کروفر سے شہر میں داخل ہوں ۔''

حاتم نے کہا ''اے عزیز! کچھ ماہ یار سلیمانی سے لڑنے

Marfat.com

نہیں آئے ھیں جو لاؤ لشکر چاھیے ۔"

سن کر وہ بولا "میری یہ غرض نہیں بلکہ اس واسطے کہتا ھوں کہ حالت غربت میں جو پہنچیں گے تو کسے پروا ھے جو ھماری خبر کرے گا اور جو اس ٹھاٹھ سے جائیں گے تو ھمارے پہنچنے کے پہلے ھی اس کو احوال معلوم ھو گا ۔ تم گھبراؤ نہیں ، میں ایک ھفتے میں آ پہنچتا ھوں ۔"

اس نے کہا "میں تنہا یہاں رھوں ؟"

وہ بولا "کیا مضایقہ ، کیوں کہ یہاں کوئی مفسد ایذا دھندہ نام کو نہیں ۔"

حاتم نے کہا "خدا حافظ ، سدھاریے ۔"

مہر آور وھیں ھوا ھو گیا ۔ جب حاتم کی نظروں سے غائب ھو گیا ، تب حاتم نے سفید پر نکال کر جلائے ۔ ان کی راکھ پانی میں گھول کر اپنے بدن پر ملی ، جیسا تھا ویسا ھی ھوا ؛ پھر تیر و کمان لے کر اٹھا ، ایک بارہ سنگا شکار کر لایا ۔ اسے صاف کر اچھے اچھے گوشت کے تکے بنا ، لون مرچ لگا سیخوں پر چڑھا دیے ؛ پھر چقماق سے آگ جھاڑ کر لکڑیاں جلا کر ان کو بھون بھان کھانے لگا ۔ بعد فراغت کے پانی پیا اور خدا کا شکر کر سو رھا ۔ اسی صورت سے کئی دن کٹے ۔ ایک دن جنگل میں سیر کرتا پھرتا تھا کہ سامنے سے دروازہ کھلا ھوا ایک باغ دکھلائی دیا ، اس کے اندر چلا گیا ۔ کیا دیکھتا ھے کہ درخت میوہ دار ھر ھر قسم کے میوؤں سے لد رھے ھیں اور پھولوں سے پھول رھے ھیں ۔ نہایت محظوظ ھوا بلکہ رھنا وھیں اختیار کیا ۔ گھوڑا ایسا وفادار تھا کہ دن بھر چراگاہ میں دریا کنارے چرتا پھرتا ، رات کے وقت اسی باغ میں آ رھتا ۔

Marfat.com

غرض اسی طرح سے ایک اٹھوارہ آخر ہوا ۔ اور شہزادہ شہرآور جو اپنے جزیرے میں پہنچا ، پری زاد پہچان کر پاؤں پر گر پڑے ، نثار ہوئے ۔ شہزادہ بعضوں کو تسلی دے ، کتنوں کو گلے لگا ، ماں باپ کے پاس گیا ، آداب بجا لا کر قدم بوس ہوا ۔

انھوں نے چھاتی سے لگا کر احوال پوچھا کہ تو تو لشکر و حشمت سے جزیرۂ برزخ کو گیا تھا ، پھر اپنے تئیں لشکر سے جدا کر کس گوشے میں جا چھپا کہ فوج تجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے تتھر بتھر ہو گئی ۔ ایک عمر ڈھونڈا کی ، آخر ناچار ہو کر پھر آئی ۔ بارے کہہ تیری مراد ملی ، ماہ یار کی بیٹی ھاتھ لگی؟

شہزادے نے سر نیچا کرکے عرض کی ”غلام نے جو آپ کا کہنا نہ مانا ، ایک مدت پریشانی کھینچی، برسوں اوقات آہ و زاری میں کاٹی ۔ سچ تو یہ ھے کہ اپنے تن کی بھی سرت نہ تھی ۔ خدا کسی کافر کی بھی یہ حالت نہ پہنچائے بلکہ کسی بندے کو یہ دکھ نہ دکھلائے ۔ لیکن طالع مبارک تھے ، ایک آدم زاد یمنی حاتم نامی شاہ آباد سے تلاش میں اس موتی کے جو مرغابی کے انڈے برابر ھے ، نکلا تھا ، فلانے جنگل میں مجھ سے ملا ، جب میں نے اپنا احوال اس سے بیان کیا ، اس نے مجھے قول دیا کہ جس وقت وہ موتی میرے ھاتھ لگے گا ، ماہ یار سلیمانی کی بیٹی کو تیرے حوالے کر دوں گا ۔“

اس بات کو سن کر اس کے ماں باپ ھنس پڑے اور کہنے لگے کہ اب تک نادانی اور حماقت لڑکوں کی طرح تجھ سے نہیں گئی ۔ پری زاد تو اس کے بھید کو بیان کر ھی نہیں سکتے ، آدمی بے چارے کو کیا علم ھے جو احوال اس کا اظہار کرے گا اور

Marfat.com

ماہ یار سلیمانی سے عہدہ برآ ہوگا۔

شہزادے نے پھر عرض کی ''وہ ایسا ویسا نہیں ہے، یمن کا بادشاہ زادہ ہے۔ عقل و ہنر میں جن و پری سے بھی زیادہ ہے۔ ایک پرند کے جوڑے نے کیفیت اس موتی کی اس سے بیان کرکے بشارت دی ہے؛ چناں چہ جو کچھ ماہ یار سلیمانی کی زبانی میں نے سنا تھا، اس نے میرے سامنے مفصل ظاہر کیا۔ مجھ کو یقین ہوا ہے کہ اس موتی کا احوال وہ ٹھیک ٹھیک جانتا ہے۔ بالفعل میں اسے جزیرۂ برزخ کے قریب چھوڑ آیا ہوں۔ عجب آدمی ہے کہ زبان دیو پری کی بھی جانتا ہے۔''

انھوں نے پوچھا ''پھر تیرے آنے کا موجب کیا ہے؟''

اس نے التماس کیا ''ارادہ غلام کا یہ ہے کہ لاؤ لشکر ساتھ لے کر مانند بادشاہوں کے شہر میں داخل ہوں۔''

بادشاہ نے سنتے ہی کئی ہزار پری زاد سواری کے اسباب سمیت ساتھ کر دیے۔ شہزادہ اسی گھڑی روانہ ہوا، وعدے کے دن جا پہنچا۔ لشکر کو دریا کنارے چھوڑا، حاتم کے مکان پر آیا۔ اس کو جو نہ پایا، حیران ہوا کہ کیا اس نے وعدہ خلافی کی جو پہلے چلا گیا۔

اتنے میں حاتم کے گھوڑے کو چرتے دیکھ کر پہچانا کہ وہی گھوڑا ہے۔ پھر پری زادوں سے کہا کہ اس باغ میں جا کر اس کو ڈھونڈو۔

وہیں وہ سب باغ میں آ کر تلاش کرنے لگے۔ اتنے میں کسی پری زاد کی نظر جا پڑی کہ ایک جوان خوش رو ایک درخت کے تلے بیٹھا تماشا دیکھتا ہے۔ وہ الٹے پاؤں پھرا اور

یہ احوال شہزادے سے عرض کیا کہ میں ایک آدمی کو بیٹھے دیکھ آیا ہوں ، خدا جانے وہی ہے یا کوئی اور ۔

جلد اُٹھ کھڑا ہوا ، پاؤں اٹھائے وہاں چلا گیا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ حاتم سر جھکائے متفکر ہے ۔ پکارا ''اے بھائی! سر اٹھا ، کس سوچ میں ہے ۔'' حاتم نے جو آنکھ اُٹھا کر دیکھا تو مہرآور ہے ، اُٹھ کر گلے سے لپٹ گیا ۔ پھر وہ دونوں باغ سے باہر آئے ۔ حاتم نے دیکھا کہ ایک لشکر عظیم الشان اترا ہوا ہے اور ایک بارگاہ شاہانہ کھڑی ہے ۔ پوچھا کہ یہ بارگاہ لشکر کس کا ہے ؟ مہرآور نے کہا ''آپ ہی کا ہے ۔'' پھر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ سرپچے کے اندر لے گیا اور تخت مرصع پر بٹھلایا ، خاصہ یاد فرمایا ۔ حاتم نے بعد ایک مدت کے جو انواع اقسام کے کھانے دیکھے ، بہ رغبت تمام نوش جان کیے ۔ پھر طائفوں کو یاد کیا ، ناچ ہونے لگا ۔ غرض تمام رات عیش و عشرت سے کاٹی ۔

صبح ہوتے ہی کوچ کا نقارہ کیا ، سوار ہوئے ۔ یہ خبر جزیرۂ برزخ کے بادشاہ کو پہنچی کہ پری زادوں کا لشکر بے شمار قریب آ پہنچا ہے ۔ پر مطلب اُن کے آنے کا معلوم نہیں ۔ اُس نے غضب ہو کر ایک سردار کے ساتھ کئی ہزار پری زاد کر کے فرمایا کہ جلد جا کر اُن کی راہ بند کرو ، آگے نہ آنے پاویں ۔ وہ لشکر سمیت برسر راہ اُتر پڑا ۔ کئی دن کے بعد جو وہ وہاں جا پہنچے ، دیکھا کہ لشکر عظیم راہ روکے ہوئے پڑا ہے ، رک رہے ۔ اتنے میں خبر پہنچی کہ ماہ یار سلیمانی نے تم سے لڑنے کو فوج بھیجی ہے ۔

شہ زادے نے ایک مرد معقول اُس سردار کے پاس بھیجا کہ ہم لڑنے کے ارادے پر نہیں آئے ہیں بلکہ ہمیں بادشاہ کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہونے کی آرزو ہے۔

یہ سن کر اس نے شہ زادے مہر آور کو کہلا بھیجا کہ آپ فراغت سے یہاں ڈیرہ کریں، بادشاہ سے بہ خوبی ملاقات ہو گی۔ اپنے بادشاہ کو اس مضمون کی عرضی بھیجی۔

فرمایا "جو یہ ارادہ ہے تو اپنے ساتھ بہ عزت تمام لے آؤ، ایک مکان پرتکلف میں اترواؤ۔" غرض حاتم اور مہر آور چند مصاحب اور تھوڑے لوگوں سے شہر میں داخل ہوئے۔ لشکر کو قریب شہر کے کسی باغ میں اترنے کا حکم کیا۔ پھر ماہ یار سلیمانی نے ایک امیر کو مہر آور کے پاس بھیجا کہ آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟

اس نے کہا کہ شہ زادۂ یمن کو آپ کے قدم دیکھنے کی نہایت آرزو ہے، چناں چہ میں اس کو لے آیا ہوں۔ وہ بہت خوش گو اور خوش رو ہے۔ آپ دیکھ کر کمال محظوظ ہوں گے۔

یہ سن کر بادشاہ نے پہلے تو مہمانی بھیجی، دوسرے روز حاتم کو بلوا کر ایک جڑاؤ کرسی پر بٹھلایا۔ مہربانی سے پوچھا کہ اس ملک میں تم کس ارادے سے آئے ہو اور کیوں کر یہاں تک پہنچے؟

حاتم نے کہا "خدا کریم ہے، ہر طرح سے اس نے ہمیں پہنچایا۔" پھر روپے کا انڈا جو حسن بانو نے اس موتی کا نمونہ دیا تھا، اس کے آگے رکھ دیا اور کہا "مطلب یہ ہے کہ اس کی جوڑی کا موتی حضور سے عنایت ہو تو عین الطاف ہے۔"

ماہ یار نے کہا "دوسرا اس کا کہاں سے ملے گا؟"

حاتم بولا "میں نے سنا ہے کہ آپ کی سرکار میں ہے، مرحمت

Marfat.com

کریں تو اپنی مراد کو پہنچوں ۔"

بادشاہ نے فرمایا "اگر تو میری ایک شرط بجا لائے تو موتی کے ساتھ اپنی بیٹی بھی دوں ۔"

حاتم نے سر نیچا کیا ۔ بعد ایک ساعت کے اٹھ کر التماس کیا "مجھ کو تو موتی درکار ہے ، صاحب زادی کے آپ مختار ہیں ، جسے چاہیں اسے دیں ۔"

بادشاہ نے فرمایا "جس وقت تو اس کی پیدائش کا احوال بیان کرے گا ، موتی اور لڑکی تیرے حوالے کروں گا ؛ پھر تیرا اختیار ، جسے چاہے اسے دیجیو ۔"

حاتم نے سن کر عرض کی کہ مہر آور شہ زادے کو بلوا بھیجیے ۔

اس نے وہیں بلوا لیا ، گلے لگا کر ایک کرسی پر اس کو بھی بٹھلایا ۔

تب حاتم نے بخت و پزکر کے اس موتی کی پیدائش کا احوال کہنا شروع کیا ۔ ماہ یار سلیمانی سر نیچا کیے سننے لگا ۔ غرض جو کچھ اس پرندے سے سنا تھا ، تمام و کمال کہہ سنایا ۔

بادشاہ تحسین و آفرین کر کے تخت سے اٹھ کھڑا ہوا اور محل میں جا کر موتی لے آیا ۔ پھر ارشاد کیا کہ بادشاہ زادی کو دلھن بنائیں ، بیاہ کی تیاری کریں ۔ حاتم موتی کو دیکھ کر بہت خوش ہوا ۔

بعد اس کے بہت سے ہاتھی گھوڑے جڑاؤ ساز یراق سے سجوا منگوائے ۔ اور شہ زادی کو بنا چنا کتنی سہیلیاں خوش پوشاک ، بہت سے غلام چست و چالاک سمیت مجلس میں بلوایا ۔

Marfat.com

حاتم کی جوں ھی نگاہ اُس پر پڑی ، بول اُٹھا کہ یہ میری بہن ھے ، اس کو میں نے شہ زادۂ مہر آور کو دیا ، یہ اُسی کے لایق ھے ۔ چاھیے کہ تم بھی اپنی رسم کے موافق ان دونوں کی شادی کر دو اور موتی مجھے بخشو کہ میں حسن بانو کو دوں ۔

ماہ یار سلیمانی نے مجلس نشاط کا حکم کیا اور لڑکی کو اپنے دستور و قاعدے کے موافق مہر آور کے ساتھ بیاہ دیا ۔ الحمد للہ کہ عاشق و معشوق اپنی اپنی مراد کو پہنچے ۔

بعد ایک مہینے کے دونوں شہ زادے ، شہ زادی سمیت بادشاہ سے رخصت ھو کر چند روز میں اُسی دریا کنارے پر پھر آئے ۔

حاتم نے کہا ''بھائی ! یہاں سے تم اپنے ملک کو سدھارو ، میں اپنے شہر کو جاتا ھوں ۔''

مہر آور بولا ''بھائی جان ! یہ بات مروت سے بہت دور ھے جو ایسے مکان خطرناک میں تجھے اس وقت تنہا چھوڑوں اور آپ اس جاہ و حشم سے گھر کی راہ لوں ۔ ارادہ میرا یہ ھے کہ اسی تجمل سے تجھ کو شمس بادشاہ تک پہنچاؤں ، آپ بھی اُس سے ملاقات کروں ۔ پھر اپنے لشکر کو فرمایا ''جلد سرانجام تیار کریں اور زنانیوں سواریوں سمیت پار اُتریں ۔''

یہ کہہ کر حاتم اور آپ بہ دستور گھوڑوں پر سوار ھوئے ، رستہ پکڑا ؛ چند روز میں دریائے قہرمان کے پار ھوئے اور ایک جنگل میں اُترے ۔ دیوؤں کو خبر پہنچی کہ پری زادوں کا لشکر آ پہنچا ھے ، وہ بھی جمع ھو کر بہ سر راہ آ پڑے ۔

مہر آور نے ایک پری زاد کو بھیجا کہ اے عزیز ! ھم دونوں حضرت سلیمانؑ کے خانہ زاد ھیں ۔ ھمارا قصد تم سے بگاڑ کا نہیں

Marfat.com

ہے ، تم ہمارے مقابل کیوں ہوئے ہو ۔ ہم شمس بادشاہ کی مبارک باد کے واسطے جاتے ہیں کہ اُس نے بعد مدت کے غضب خدا سے نجات پائی ہے ۔

اُنھوں نے کہلا بھیجا کہ ہم کو بھی تم سے لڑنے کا ارادہ نہیں ہے ، صرف ملاقات کو آئے ہیں ۔

غرض اُن کے سرداروں کو بلا کر ملاقات کی ۔ حاتم کو ایک کونے میں چھپا رکھا ؛ پھر اُن کو انواع و اقسام کے کھانے کھلا کر، طرح بہ طرح کی شرابیں پلا کر رخصت کیا اور آپ بھی روانہ ہوا ۔

چند روز میں دیوؤں کی سرحد سے نکلا ۔ شمس بادشاد کو خبر پہنچی کہ حاتم اور مہر آور آپ کی ملاقات کو آتے ہیں ۔ یہ سن کر وہ بھی اپنے لشکر سمیت اُن کے استقبال کے لیے چلا ۔ اثناء راہ میں باہم ملاقات ہوئی ، خوش ہو ہو کر بغل گیر ہوئے ، تمام ماجرا اپنا اور مہر آور کا بیان کیا ۔

شمس بادشاہ نے سن کر مہر آور کی بہت معذرت کی اور کہا کہ احسان تمھارا مجھ پر ہے جو اس جوان کو صحیح و سلامت مجھ تلک پہنچایا ۔ میں رات دن اس کے لیے غم گین رہتا تھا ، بلکہ زندگانی مجھ پر تلخ تھی ۔ الحمدللہ یہ جیتا جاگتا خدا کے فضل سے اور تمھاری بہ دولت آ ملا ۔

پھر مہر آور شاہ کو لشکر سمیت ایک باغ میں اتارا ؛ چالیس روز تک مجلس نشاط اور عیش گرم رکھی ۔ غرض جتنے حقوق مہمان داری کے تھے سب بجا لایا ۔ اکتالیسویں دن شہ زادہ مہر آور نے حاتم اور شمس بادشاہ سے رخصت چاہی ، اپنے ملک کی راہ لی ۔

بعد اس کے بادشاہ نے حاتم سے کہا ''اے یمن کے شہزادے! تو نے نہایت راہ کی مشقت، سفر کی مصیبت کھینچی ہے، اب بھی تیرا ملک دور ہے لیکن خاطر جمع رکھ کہ ایک دم میں تجھے تیرے شہر میں پہنچا دیتا ہوں۔''

یہ کہہ کر کئی پری زادوں سے فرمایا کہ ابھی شہ زادۂ حاتم کو اُڑن کھٹولے پر بٹھلا کر یمن میں پہنچا دو۔

حاتم نے کہا ''مجھ کو یمن سے کچھ کام نہیں بلکہ شاہ آباد کو جانا منظور ہے، یہ فرمائیے کہ وہیں پہنچا دیں۔''

پری زادوں نے وہیں اُس کو کھٹولے پر بٹھلا کے شاہ آباد کا رستہ لیا، رات دن چلے گئے۔ جب ماندے ہوتے کسی دل چسپ جگہ اُتر پڑتے، قدرے دم لے کر پھر اُڑتے؛ اسی طرح سے بعد ایک مہینے کے نواح شہر میں جا پہنچے۔

حاتم نے اپنی رسید لکھ کر پری زادوں کو دی اور رخصت کیا، آپ شہر میں داخل ہوا۔ لوگوں نے حسن بانو کو خبر پہنچائی کہ وہ جوان پھر صحیح و سلامت آن پہنچا۔

اُس نے بہ دستور پردہ کر کے اندر بلا لیا اور ایک طلائی کرسی پر بٹھلایا۔ حاتم نے کچھ بات نہ کی۔ بیٹھتے[1] ہی دلمیاں[2] سے اُس موتی کو نکال کر سب لوگوں کو دکھلادیا، پھر اس میں رکھ لیا اور سرگذشت ساری بیان کی۔ پھر نکال کر حسن بانو کے

۱۔ نسخۂ مطبوعہ بمبئی میں (صفحہ ۲۷۷) ''بیٹھتے'' کی بجائے ''بیٹھتے'' ہونا چاہیے اس لیے درست کیا۔ فرتی

۲۔ ''دلمیاں'' نسخۂ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۲۷۷)۔ غالبا ''همیانی'' ہوگا۔ مرتب

Marfat.com

دیا ، وہ نہایت شاد ہوئی اور حاتم کی ہمت پر آفرین و تحسین کرنے لگی ۔

اتنے میں حاتم اٹھ کھڑا ہوا ، اس سے رخصت ہو کر مہمان سرائے میں آیا اور منیر شامی سے ملا ، اپنا تمام ماجرا کہہ سنایا ۔ پھر اس کا ھاتھ اپنے ھاتھ میں لے کر کہنے لگا کہ لے اب خوش ہو، خاطرجمع رکھ ، وصال یار نزدیک ھے ؛ ایک سوال رہ گیا ھے ان شاءاللہ تعالیٰ اس کو بھی پورا کرتا ہوں ۔

منیر شامی یہ سن کر بے اختیار حاتم کے پاؤں پر گر پڑا ، اسے اٹھا کر گلے لگا لیا ؛ غرض دونوں ملے جلے سات روز تک باھم رھے ۔

جب حاتم نے دیکھا ماندگیٔ بدن کی بالکل رفع ہوئی، آٹھویں دن پوشاک بدل حسن بانو کے دروازے پر آیا ۔ چوب داروں نے خبر کی، اس نے بہ دستور اندر بلا کر کرسئی مرصع پر بٹھایا ۔

حاتم نے کہا ”اب ساتواں سوال بیان کیجیے ۔“

حسن بانو بولی ”اب ’حمام باد گرد‘ کی خبر لاؤ کیوں کہ حمام کو گردش سے کیا کام ۔ میں نے سنا ھے کہ وہ چکی کی طرح پھرتا ھے ، پھر اس میں لوگ کیوں کر نہاتے ھیں ؟ لازم ھے کہ اس کا احوال اور اس کی بنیاد کا تحقیق کر کے آؤ ۔“

حاتم نے کہا ”اتنا جانتی ہو وہ کدھر ھے ؟“

حسن بانو بولی ”دکھن اور پچھم کے کونے میں ، پر اس کی پیدائش نہیں معلوم ، اور یہ بھی نہیں جانتی کہ کس پردے میں ھے ۔“

یہ بات سن کر حاتم حسن بانو سے رخصت ہوا اور مہمان سرائے میں آیا ۔ منیر شامی کی بہت سی تسلی اور دل داری کی اور کہا ''ان شاءاللہ تعالیٰ اب کا سفر کر آؤں تو تیری معشوقہ کو تجھ سے ملاؤں ، اپنے قول سے سچا ہوں ۔'' یہ کہہ کر منیر شامی سے رخصت ہوا ۔

Marfat.com

ساتواں سوال

حمام بادگرد کی خبر لانے کا - منیر شامی اور حسن بانو کے بیاہے جانے اور حاتم کے اپنے گھر آنے کے احوال میں

جب حاتم شہر سے نکلا ، جنگل کی راہ لی - چند روز کے بعد ایک شہر کے قریب جا پہنچا ؛ کیا دیکھتا ہے کہ ایک کنویں[1] کے گرد بہت سے زن و مرد اکٹھے ہیں -

پوچھا اُس نے ''ایسا کیا ہجوم اور ایسی دھوم کیوں کر لگی ہے ؟''

کسی نے کہا ''اے عزیز ! یہاں کے حاکم کا بیٹا اس کنویں پر دیوانہ ہو کر بیٹھ رہا تھا - آج تیسرا دن ہے کہ اُس نے اپنے تئیں اسی میں گرا دیا - ہر چند ہم اس میں کانٹے اور رسیاں ڈال کر ڈھونڈھتے ہیں پر لاش اُس کی نہیں ملتی - معلوم نہیں کہ اس میں کیا بلا تھی جو اُسے تحت‌الثریٰ میں لے گئی ؛ یا پانی میں پڑا ہو ، پر اپنے ہاتھ نہیں لگتا ، کوئی اپنی جان کے خطرے سے اُترتا بھی نہیں ، مبادا اس کے بیچ اژدہا ہو اور نگل جائے -

---

۱ - نسخۂ مطبوعہ بمبئی (۱۲۷۹) ''کوئے'' اسی طرح ہے ، واحد ''کوا'' ہے - موجودہ رسم‌الخط کے لحاظ سے ''کنویں'' بنا دیا گیا ہے ، واحد ''کنواں'' - قدیم املا ''کوا'' اور بہ حالت جمع ''کوئے'' درست ہے - مرتب

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اس کے ماں باپ گریبان پھاڑے سر میں خاک ڈالے وہاں آ پہنچے اور کنویں پر بیٹھ کر ایسے درد سے روئے کہ پرندے ہوا کے بھی فریاد کرنے لگے بلکہ پتھروں کے جگر بھی پانی ہو کے بہہ گئے ۔

یہ حالت دیکھ کر حاتم کا دل بھی بھر آیا ۔ آب دیدہ ہو کر پرسا دینے لگا کہ خواہش الٰہی سے چارہ نہیں ، صابر و شاکر رہا چاہیے ۔

وے بولے کہ اے جوان ! تو سچ کہتا ہے لیکن جو اُس کی لاش بھی ہاتھ آوے تو دفن کر کے اُس کی قبر ہی سے اپنے دل بے تاب کو تھوڑی بہت تسلی دیں اور صبر کریں ، کیوں کہ موئے ہوئے کی اتنی ہی نشانی بہت ہے ؛ چناں چہ ہر ایک کی منت کرتے ہیں بلکہ ہزاروں روپے بھی دینے کو موجود ہیں لیکن کوئی ہمارے حال تباہ پر رحم نہیں کرتا اور نہیں اترتا ۔ آج یہ ارادہ ہے کہ اپنے تئیں اس کنوئیں میں ڈالیں اور اُس کی لاش تلاش کر کے نکالیں ۔ دوسرے کو کیا پروا ہے جو پرائے واسطے اپنی جان کھو وے ۔

یہ سن کر حاتم بولا "خاطر جمع رکھو ، میں اپنے سر کو خدا کی راہ میں ہتھیلی پر دھرے پھرتا ہوں ۔ یہی آرزو ہے کہ میری جان کسی کے کام آوے ؛ عنداللہ اس کنوئیں میں جا کر تمھارے بیٹے کی لاش ڈھونڈھ لا تا ہوں ، تم میرے آنے تک یہیں منتظر رہو ۔"

انھوں نے کہا "اے جوان ! جانے دو تو کیا ذکر ہے ، ہم اپنی بود و باش یہیں کریں گے ۔"

حاتم بولا "ایک مہینے تلک میری راہ دیکھنا ، اگر آیا تو بہتر ، نہیں تو اپنے کاروبار میں مشغول ہو جیو ۔"

Marfat.com

اتنی بات کہہ کر کنویں میں کود پڑا ۔ کئی غوطے کھائے ، ندان پاؤں تہہ کو جا لگے ۔ آنکھیں کھول دیں ، نہ کنواں ہی نظر آیا ، نہ پانی ہی ، مگر ایک میدان وسیع روشن دکھائی دیا ۔ آگے چلا ، پھر ایک باغ پاکیزہ ، پرفضا دروازہ کھلا ہوا نظر پڑا ۔ بے تامل اس کے اندر چلا گیا ۔ ہر ہر قسم کے پھول پھولے ہوئے دیکھے اور درخت خوب صورت میووں سے لدے ہوئے ، اور وہ باغ خوشبوئیوں سے ایسا مہک رہا تھا کہ اس کا بھی دماغ معطر ہو گیا ۔

اس کے جی میں آیا کہ ایسی خوشبو کن پھولوں کی ہے ۔ اس امتحان کے لیے ہر ایک تختے کی طرف آتا جاتا تھا کہ ایک جماعت پری زادوں کی کسی جگہ بیٹھی ہوئی دکھلائی دی اور ایک تخت مرصع پر ایک جوان خوش رو بھی بیٹھا نظر آیا ۔ تب حاتم تھوڑی دور بڑھ کر گنجان درختوں میں چھپ رہا اور تماشا دیکھنے لگا ۔

اتنے میں نظر پریوں کی اس پر جا پڑی ۔ یکا یکی چیخیں مارنے لگیں[1] کہ ہے ہے یہ آدمی زاد نا محرم کہاں سے آیا ۔ پھر جا کر اپنے سردار سے عرض کی کہ ایک شخص آدم کی قوم سے فلانے درختوں میں چھپا ہوا کھڑا ہے ۔

یہ سنتے ہی پری زاد نے اس جوان کو کہا کہ تمھارا بھائی بند ایک اور بھی یہاں آ پہنچا ۔ اگر کہو تو تمھارے پاس لے آویں شرط مہمان داری کی بجا لاویں ۔

وہ بولا ”بہت بہتر، مجھے بھی اپنے ہم جنس کا کمال اشتیاق تھا ،

---

۱ ۔ نسخہ مطبوعہ بمبئی (صفحہ ۲۸۱) میں ”چیخیں مارنے لگی“ صحیح نہیں ۔ فعل جمع ”مارنے لگیں“ چاہیے ۔ مرتب

Marfat.com

الحمدللہ خدا نے بھیج دیا ۔"

اُس پری نے اپنی دو ایک مصاحبوں سے کہا کہ جا کر تم اُس کو بہ آئین شائستہ لے آؤ ۔

وے جا کر اُسی طرح لے آئیں ۔ جب قریب تخت کے پہنچا پری زاد اور وہ جوان اُٹھ کھڑے ہوئے، اپنے پاس بٹھا لیا ، رسمیں مہمان داری کی بجا لائے ، احوال پوچھنے لگے کہ تم کون ہو ، کیا نام ہے ، کہاں سے آئے ہو ؟

حاتم بولا "یمن کا رہنے والا ہوں ، شاہ آباد سے آتا ہوں ، حمام بادگرد کو جاتا ہوں ، نام میرا حاتم ہے ؛ اتفاقاً اس کنویں پر آ نکلا تھا ، بہت سے لوگوں کو روتے ہوئے دیکھا ، خصوصاً اے جوان! تیرے ماں باپ کی حالت سے میری حالت تغیر ہوگئی ۔ بے اختیار اُن کے پاس جا کر پوچھا کہ تم اس طرح کیوں بیتاب رہے ہو جو سننے والوں کی چھاتیاں پھٹی جاتی ہیں ۔

وے آہ بھر کر بولے کہ اس کنویں میں ہمارا یوسف ثانی گر کے گم ہوگیا ہے ، ایسے ہمارے جی ڈوبے جاتے ہیں ۔ کوئی ایسا نہیں جو خدا کے واسطے اُس میں جا کر اُس کی لاش نکال لاوے ۔

جب میں نے یہ کلمہ سنا ، بے اختیار اپنے تئیں اس کنویں میں گروایا ، یہاں تک آ پہنچا ۔ اب میں نہیں جانتا کہ آیا وہ تو ہی ہے یا کوئی اور ، پر ایک آدمی کو دیکھتا ہوں ۔"

یہ سن کر اُس جوان نے کہا کہ اے بھائی ! وہ شخص جو یعقوب صفت اپنی بی بی سمیت تھا ، میں اُسی کا بیٹا ہوں ۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ اس کنویں پر آ نکلا کہ یہ رشک زلیخا میری نظر پڑ گئی ، وہیں اس کے ایک جلوے پر بے داموں بک گیا اور اُس کی چاہ سے باولا بن گیا ۔ وہیں بیٹھ رہا ۔ ہر چند

برق وش بھی ہر روز اپنی جھلک دکھا کر چلی جاتی تھی ، لیکن مجھے اتنی دیکھا بھالی سے تسلی نہ ہوتی تھی - آخر اس کے سلسلۂ محبت کی کشش نے کھینچ کر میرے تئیں اس چاہ عمیق میں گرا دیا - پھر باد صبا کی طرح اس گل خوبی کی جستجو میں گرتا پڑتا اس باغ میں آ پہنچا - بارے اس نے میری خستہ حالی دیکھ کر نہایت مہربانی فرمائی اور مجھ تشنۂ آب وصال کو اپنے جام وصل سے سیراب کیا - اب بہ آرام گزرتی ہے ، ہر ایک رات عیش و آرام میں کٹتی ہے -

حاتم نے کہا ''حیف ہے! تو یہاں رنگ رلیاں منا رہا ہے ، وہاں تیرے ماں باپ کا احوال تباہ ہو رہا ہے ، یہ کیا انصاف ہے -''

وہ بولا ''اب مجھ گرفتار کا اختیار اس کے ہاتھ ہے - اگر یہ رخصت دے تو جاؤں ، اُن کی تسلی کر آؤں -''

حاتم نے کہا ''اندکے صبر کر، میں تیرا احوال ابھی عرض کرتا ہوں'' یہ کہہ کر پری کی طرف متوجہ ہو کے کہنے لگا کہ اے سراپا ناز ، قدر دان اہل نیاز ، بے دلوں کی دمساز ! احسان و مہربانی سے دور ہے کہ اس کے ماں باپ آتش ہجر سے جلیں اور سوز مفارقت سے سر تا پا شمع کی مانند گلیں - بہتر ہے کہ اس جوان کو دو تین دن کی رخصت دے ، جو یہ جا کر اُن کی چھاتی سے لگے اور آنتاں ٹھنڈی کرے -

وہ مسکرا کر بولی کہ یہاں کس نے اسے منع کیا ہے ، ابھی چلا جائے ، یہ آپ ہی مبتلا ہو کر یہاں آیا ہے ، میں نے تھوڑا ہی اسے بلایا ہے ، اختیار رکھتا ہے جہاں چاہے وہاں جائے -

یہ سن کر حاتم نے کہا ''اٹھ کھڑا ہو، پری نے پروانگی دی -''

Marfat.com

وہ بولا ''یہ اجازت نہیں ہے بلکہ کنایہ ہے ۔ رضامندی یہ ہے کہ مجھ سے اس طرح قول کرے کہ تو خاطر جمع سے اپنے گھر جا ، میں ہر ایک ہفتے میں دو تین بار رات کے وقت تیرے پاس جاؤں گی اور تجھے اپنی خاطر سے نہ بھلاؤں گی ۔''

یہ بات سن کر حاتم نے سر نیچا کر لیا ۔ بعد ایک دم کے پری زاد سے پھر کہا ''خدا کے واسطے تو اس پر مہربان ہو اور جو کہتا ہے مان لے ۔''

پری تیوری چڑھا کر بولی ''یہ چال ہماری قوم کی نہیں جو میں کروں ، یہ پھیکے چوچلے مجھے نہیں بھاتے ، اتنی گرمی نہ کیجیے ، اختلاط زیادہ پر آشنائی جڑ ہے ۔''

حاتم نے کہا ''اگر معشوق اس گرفتار کے حال پر ٹک ایک رحم کھاوے تو میں کچھ عرض کروں ، کیوں کہ میں نے فلانے فلانے پردے کی پریوں سے سنا اور ملاقات کی ہے اور ان کے لطف اور احسان عاشقوں کے احوال سے زیادہ دیکھے ہیں ۔ تم کہتی ہو کہ ہماری قوم میں اس طرح کے سلوک کوئی نہیں کرتا ، میں کیوں کر مانوں بلکہ آدم نام بے وفا جفا در ہیں ، پری زاد ہی عالم دوستی میں وفادار و فرماں بردار ہے ۔''

یہ سن کر اس نے منہ پھیر لیا ۔ کہا ''یہ جھوٹا کہتا ہے ، مجھے جی سے نہیں چاہتا ، یہ تیری بناوٹ ہے ۔''

جوان بولا ''جو کچھ تم فرماتی ہو سچ ہے ۔ اس فہمیدگی کے صدقے جائیے ۔ میں نے اپنا گھر بار تمھاری خاطر چھوڑا ، جان سے ہاتھ دھو کر اپنے تئیں اس کنوئیں میں گرایا ، کیا کیا صدمے اٹھا کر یہاں تک پہنچایا ، تس پر بھی میں چاہنے والا نہ ٹھہرا ۔''

Marfat.com

بیت

ہوئے تم نہ واقف مرے حال سے
میں صدقے رہا جان اور مال سے

یہ سن کر پری بولی ''ایسی باتیں بہت سنی ہیں ، کیا واہی بک رہا ہے - میں جب جانوں کہ تو مجھے چاہتا ہے ، جو کچھ کہوں وہی بجا لائے -''

وہ بے چارہ فی الفور اُٹھ کھڑا ہوا کہ دیر کیوں کرتی ہو ، جو منظور ہے جلد فرماؤ -

اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ ایک کڑاہ میں گھی بھر کر چولھے پر چڑھاؤ - جب گھی اُس میں کڑکڑاوے ، مجھے خبر کرو -

اُنھوں نے وہی کیا - جس وقت گھی کھولنے لگا ، اُس وقت جوان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ''کیوں جی ، تم ہمیں چاہتے ہو تو اس میں کود پڑو -''

جوان بے تامل خوشی بہ خوشی اُس کڑاہ کی طرف جایا چاہتا تھا کہ اپنے تئیں اُس میں گرا وے کہ پری دیوانوں کی طرح دوڑ پڑی ، بے تابانہ اس کے گلے سے لپٹ گئی کہ تو عاشق صادق ہے ، مجھ کو یقین ہوا ، اب جو کہے سو کروں ، مجھے سب قبول ہے -

پھر حکم کیا کہ مجلس طرب آراستہ کرو اور ساقیان گل اندام جڑاؤ ستھری ستھری گلابیوں میں شراب لعل فام بھر کر لے آویں ، دوبار جام شروع کریں - اس کے فرمانے ہی کی دیر تھی ، سب مہیا ہو گیا - غرض اسی طرح عیش و عشرت و مہمان داری میں ایک مہینہ گزر گیا اور وہاں کنوئیں کے اوپر

Marfat.com

جو لوگ بیٹھے تھے وعدہ شماری کر رہے تھے۔ کہنے لگے ''اگر آج وہ جوان نہ نکلا تو اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے۔''

الغرض اکتیسویں دن حاتم نے اُٹھ کر اُس جوان سے کہا ''مجھے کام ضرور ہے، اب نہیں رہ سکتا، جو تم نے وعدہ کیا ہے اُس کو وفا کرو۔'' پری بول اُٹھی ''بہت بہتر۔''

حاتم نے کہا ''بہ شرطے کہ تم وعدہ مضبوط کرو، حضرت سلیمان کو درمیان دو، تب مجھے باور ہو۔''

پری نے قسم کھا کر کہا کہ میں اس قول سے ہرگز نہ پھروں گی، تم خاطر جمع رکھو۔ پھر اپنی پریوں سے کہا کہ ان دونوں جوانوں کو کنوئیں پر پہنچا آؤ۔

اُنہوں نے ایک ہی جست میں دونوں کو کنوئیں پر بٹھلا دیا۔ سب لوگ دیکھ کر اچنبھے میں آ گئے اور اُس کے ماں باپ دوڑ کر حاتم کے قدموں پر گر پڑے۔ خوشی بہ خوشی اپنے شہر میں داخل ہوئے۔ حاتم کی نہایت تکلف سے ضیافت کی، ناچ راگ رنگ شروع ہو گیا۔ گھر گھر شادیانے بجنے لگے۔ چودہ دن تک حاتم کو مہمان رکھا اور پری بھی اپنے قاعدے پر آنے جانے لگی بلکہ یہی معمول رکھا۔ حاتم نے اُس کی راستی اور درستی دیکھ کر اپنے جی میں کہا سبحان اللہ اس قول پر نہ صورت بھی اچھی ہے اور سیرت بھی۔ سچ ہے وہ حسن بے لطف ہے اگر وفا نہ ہو اور وہ آنکھ بے کیفیت ہے جس میں حیا نہ ہو۔

القصہ پندرھویں دن حاتم وہاں سے رخصت ہوا، جنگل کا رستہ لیا، جوان بھی اُس کو شہر کے باہر پہنچا گیا۔ بعد ایک مدت کے ایک بستی نظر آئی۔ اس کے شہر پناہ کے باہر ایک بوڑھا پیر مرد کھڑا تھا۔ حاتم پر جوں اُس کی نظر پڑی کہا اس نے ''السلام علیک

اے جوان مرحبا ۔"

اس نے کہا "علیک السلام اے پیر مرد با صفا !"

بعد اس کے اس نے پوچھا "اے مسافر! آج رات میرے گھر میں قدم رنجہ فرمائیے اور آب و نمک کے شریک ہوجیے تو عین مہربانی ہے ۔"

حاتم بولا "نیکی کا کیا پوچھنا ۔"

ندان وہ پیر مرد اس کو اپنے گھر لے آیا ، ضیافت بہ آئین شائستہ کی ۔ بعد کھانے کے بڈھے نے پوچھا "اے جوان! تیرا کیا نام ہے اور کہاں جائے گا ۔"

اس نے کہا "حاتم نام ہے ، یمن کا رہنے والا ہوں ، حمام باد گرد کی خبر کو جاتا ہوں ۔"

سنتے ہی اس نے سر نیچا کر لیا ۔ بعد ایک ساعت کے سر اٹھا کر کہا کہ اے عزیز! وہ کون تیرا دشمن تھا جس نے تجھے ایسی جگہ بھیجا ۔ اول تو یہ ہے کہ اس کا نشان معلوم نہیں، دوسرے جو کوئی وہاں گیا ، سو گیا ، پھر نہ پھرا ۔ جو کوئی وہاں جانے کا قصد کرے اپنی جان سے ہاتھ دھووے ، غسل میت جیتے جی بجا لاوے ، کیوں کہ اس کا رستہ ، اول منزل سے کم نہیں اور سنتے ہیں "حارس قطان" شہر قطان کے بادشاہ نے اس کی سرحد میں چوکی بٹھائی ہے کہ جو کوئی اس حمام کی خواہش کر کے آوے پہلے اسے میرے پاس لے آؤ ۔ معلوم نہیں اس کے بلانے کی وجہ اپنے رو بہ رو کیا ہے ۔ مار ڈالتا ہے یا اس کو چھوڑ دیتا ہے ۔

یہ سن کر حاتم نے کہا کہ حسن بانو سوداگر بچی پر

Marfat.com

منیر شامی شہ زادہ عاشق ہوا ہے ۔ اپنا خانماں برباد کر کے اس کے شہر میں کارواں سرائے کے بیچ بیٹھ رہا ہے ۔ میں اس کے واسطے یہ رنج اپنے اوپر گوارا کر کے کئی برس سے اس کے کام میں عنداللہ پھرتا ہوں اور اس سوداگر بچی کے چھ سوال خدا کے فضل و کرم سے پورے کر چکا ہوں ۔ اب ساتواں سوال حمام بادگرد کی خبر ہے ، سو لینے جاتا ہوں ۔ دیکھوں قسمت کیا دکھائے ۔

پیر مرد بولا ''آفرین ہے تجھ پر اور تیرے ماں باپ پر جو بیگانے واسطے اپنی عیش و عشرت چھوڑ کر محنت اختیار کی ، مصیبت سہی ۔ لیکن صلاح یہ ہے کہ اب اس خیال محال کو دل سے دور کر ، یہیں سے پھر جا ۔ اس سے کہہ کہ وہ طلسمات ہے ، کوئی اسے نہیں جانتا اور اس کا پتا کہیں نہیں ملتا ۔''

یہ بات سن کر حاتم بولا ''استغفراللہ جھوٹ کس طرح سے بولوں ، بات کیوں کر بناؤں ۔ یہ انصاف نہیں کہ وہ عاشق بے چارہ مدت مدید سے درد انتظار کے سبب جاں بہ لب ہے ۔ فقط آمید وصال پر دم اس کا ٹھہر رہا ہے ۔ قریب ہے کہ شربت وصال اپنی معشوقہ کے ہاتھ سے پیے ، اپنی حیات کو تازہ کرے ۔ حیف ہے کہ اس وقت میں حیلے ڈھونڈوں اور اس کے کام سے پہلو تہی کروں ۔ پس خدا کو کیا جواب دوں گا ، کیوں کہ جو کوئی عنداللہ کمر باندھتا ہے جھوٹ نہیں بولتا اور جو اس نے خدا کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا ہے ، وہ بے حصول مطلب نہیں پھرے ۔''

اس جہاں دیدہ نے کہا ''اے جوان ! اپنی جوانی پر رحم کر ، زنہار اس طرف مت جا ، کیوں کہ وہاں کا جانا جہان سے

جانا ہے ۔ اگر میرا کہنا نہ مانے گا تو پشیمان ہو گا ، جیسے مینڈک نے اپنی قوم کا کہنا نہ مانا ، پشیمانی کھینچی ۔"

حاتم نے کہا "اس کی حقیقت کیوں کر ہے ؟"

بڈھا کہنے لگا "اطراف شام میں ایک دریا تھا ، اس میں بہت سے مینڈک رہتے تھے ، ایک دن ان میں سے کسی غوک نے اپنی قوم سے کہا "جی یوں چاہتا ہے کہ یہاں سے سفر کریں ، کسی اور دریا میں جا کر رہیں کیوں کہ مسافرت میں فائدے بہت ہیں ؛ فقیر غنی ہو جاتے ہیں اور مفلس مال دار ، ہرگز وطن میں کسی کو دولت حاصل نہیں ہوتی ، بدون ہاتھ پاؤں ہلائے نعمت ہاتھ نہیں آتی ۔"

یہ سن کر اس کی قوم نے کہا "اے نادان! یہ خیال باطل تیرے دل میں آیا ہے ، اسے دور کر ، ہر گز راحت نہ پائے گا ، مفت میں رنج اٹھائے گا ، آخر اپنے کیے پر پچتائے گا ۔"

اس نے نہ مانا ۔ اپنے بھائی بند ، زن و فرزند سمیت وہاں سے نکل کر ایک اور دریا کی طرف چلا ۔ ہر چند کہ آبی جانوروں کو خشکی میں چلنا بہت دشوار ہے ، تس پر بھی وہ اچھلتا کودتا خوشی بہ خوشی چلا جاتا تھا ۔ قضاکار راہ میں ایک چشمہ مل گیا ۔ اس میں ایک سانپ تھا کہ اس نے وہاں کے مینڈک سب کھا لیے تھے ۔ چند روز سے غذا جو نہ پائی تھی ، بھوک سے جھنجلا رہا تھا ۔ دیکھتے ہی بے اختیار ان پر لپکا ۔ ایک ایک کو چن کھایا ، جوں تیوں وہ مینڈک آپ بھاگ کر دریائے قدیم میں آپڑا لیکن جورو لڑکے برباد گئے ۔

اس کی قوم یہ حالت دیکھ کر یوں طعنے دینے لگی "اے نادان! یہ کیا کیا تو نے ، مفت میں اپنا گھر رستا بستا اجڑوا دیا ؛

بارے اپنا احوال کہہ کہ تجھ پر کیا گزری ۔" وہ بے چارہ بال بچوں کے غم کا مارا ، سر جھکائے اور اپنے کیے پر ندامت کھینچے چپکا بیٹھا سب کی سنتا تھا ۔ ہر چند کہ وہ لعنت ملامت کرتے تھے، یہ دم نہ مارتا تھا ، جواب دینا تو درکنار ۔ غرض جو کوئی اپنے بزرگوں کا کہنا نہیں کرتا اس کا یہی حال ہوتا ہے ۔ پس اے جوان ! میرا کہا مان ، یہیں سے پھر جا ، گرمی نہ کر ، کیوں کہ حمام باد گرد میں کوئی نہیں پہنچا ، تیرا کیوں سر پھرا ہے ، اپنا علاج کر ۔"

ان باتوں کو سن کر حاتم نے جواب دیا "اے بزرگ ! جو تو کہتا ہے ، میری ہی بہتری ہے ، لیکن جو بات خدا کے واسطے ہو اس سے منہ پھیرنا خوب نہیں ، کیوں کہ دیانت و تقوے سے نہایت دور ہے ۔ کرم الٰہی سے امیدوار ہوں کہ اس جوان کی مراد میرے ہاتھ سے برآوے ۔ خدا کے واسطے جو تو جانتا ہے تو شہر قطان کی راہ مجھے دکھا دے جو اپنی راہ لگوں ۔"

اس مرد دیرینہ نے جو دیکھا کہ اس کا ارادہ کامل ہے ، ساتھ ہو لیا اور شہر کے باہر جا کر کہا "اے مسافر ! داہنی طرف کا رستہ یہاں سے اختیار کر ، آگے بہت سے شہر قصبے ملیں گے ، ان کے بعد ایک پہاڑ نظر آئے گا ، اس کے نیچے ہزاروں آفتیں بلائیں ہیں ۔ اگر ان سے بچ نکلے گا تو ایک صحرائے عظیم ملے گا ، وہاں خدا کی قدرت نظر آئے گی ۔ تھوڑی دور جا کر دوراہا ملے گا ، بائیں طرف کو جائیو کہ وہ راہ بے اندیشہ و بے خطا ہے ؛ بہ خوبی شہر قطان میں پہنچے گا ۔ اگرچہ داہنی طرف کی راہ نزدیک ہے ، پر خطرے اس میں بہت سی آفتیں ہیں ۔"

حاتم بولا "زندگی بن کوئی جی نہیں سکتا اور بے اجل مر

نہیں سکتا ؛ پھر قریب کا رستہ چھوڑ کر راہ بعید کیوں اختیار کروں ۔"

بڈھے نے کہا "نہیں سنا ہے تو نے کہ بزرگوں نے کہا ہے:
بیت (ابیات) ۔

چل راہ راست سوچ نہ ہرچند دور ہے
جورو نہ کر تو بیوہ اگرچہ وہ حور ہے

گو کہ مرتا نہیں کوئی بن موت
لیک تو منہ میں اژدہے کے نہ جا

دیکھ اگر میرے کہنے پر عمل نہ کرے گا ، خراب ہو گا ۔"

غرض حاتم اس کو رخصت کرکے آپ روانہ ہوا ۔ بعد چند روز کے ایک شہر نظر آیا اور نقاروں کی آواز بہ کثرت سنی ۔ جی میں کہنے لگا "آج اس شہر میں کیا کسی کے یہاں شادی ہے ، بہت لوگ جمع ہیں ، شہر کے بادشاہ سراچے کھڑے ہیں اور تنبو ڈیرے استادہ ، فرش پاکیزہ ، ستھرا صاف ہر ایک طرف بچھا ہے ، جا بہ جا لوگ بیٹھے ہیں ۔ ہر ایک مجمع کے قریب نقارے بج رہے ہیں ، مجلس میں راگ ناچ راگ ہو رہا ہے ، چولھوں پر دیگیں کھڑک رہی ہیں ، کھانے پک رہے ہیں ۔

یہ کیفیت دیکھ کر پوچھنے لگا "اے یارو ! سچ کہو ، آج اس شہر میں کیا شادی ہے ؟"

وے بولے "اس ملک کی رسم ہے کہ برسویں دن ہر ایک امیر غریب بلکہ بادشاہ وزیر بھی اپنی اپنی لڑکیوں کو جو بالغ ہیں ، دلھن بنا کر عطر اور ارگجے میں بسا خیموں میں بٹھلا دیتے ہیں ؛ پھر ایک بڑا سانپ جنگل کی طرف سے آتا ہے اور ایک جوان کی شکل بن کر ہر ایک خیمے کے بیچ جا کر ان سبھوں

کو دیکھتا پھرتا ہے ، جو پسند آتی ہے اس کو لے جاتا ہے ۔ ہم نے اس کی دهشت سے بے حیائی کا نقاب منه پر ڈال کے مجبوراً یه شادی مچائی ہے ۔ دیکھیے کس کی لڑکی پسند کرے اور لے جائے ، ہر ایک کو یہی دھڑکا ہے ۔ آج نقارے بجتے دیکھتا ہے ، کل چھاتی پیٹتے دیکھیو ۔ ایک دن کی شادی اور سات دن کا غم ہم کو ہر سال ہے ۔ بے بس ہیں ، کیا کریں ۔ شام کے وقت مقرر وہ آوے گا ، کسی نہ کسی کے سر پر آفت لاوے گا ۔''

یه ماجرا سن کر حاتم نے اپنے جی میں کہا کہ یہ کام جن کا ہے ، فی الحقیقت وہ سانپ نہیں ۔ پھر ان سے مخاطب ہوا ''اے عزیزو ! یه بڑی بلا تم پر ہوئی ہے ؟''

انھوں نے کہا کہ پھر کیا کریں ۔ اس میں کچھ اپنا چارہ نہیں ، جو خدا چاہے سو کرے ۔ مثل مشہور ہے : سنگ آمد و سخت آمد '' ایسا ہم کسی کو نہیں دیکھتے جو خدا کے واسطے اس آفت کو ہمارے سر سے ٹالے ۔

حاتم نے کہا ''انشاء اللہ تعالی اس آفت کو میں آج کی رات تمھارے سر سے دفع کرتا ہوں ، تم مردانہ وار رہو ، کچھ اپنے جی میں اندیشہ نہ کرو ۔''

انھوں نے یہ ذکر جا کر اپنے سرداروں سے کیا ۔ وہ سنتے ہی ہاتھوں ہاتھ اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے اور ماجرا کہہ بیان کیا ۔

تب بادشاہ نے احوال پرسی کی اور ایک کرسی پر بٹھلا کر کہا ''اے جوان ! تجھے کچھ معلوم ہے کہ یہ کیا آفت ہے اور یہ کیا اسرار ؟''

حاتم نے کہا ''میں خوب جانتا ہوں ، وہ جن ہے ۔ جب ان

Marfat.com

کی قوم فساد کیا چاہتی ہے ، راہ راست چھوڑ کجی و مردم آزاری اختیار کرتی ہے ۔"

بادشاہ بولا "اے جواں مرد ! اگر یہ جن تیرے ہاتھ سے مارا جائے یا ہمارے شہر سے دور ہو تو میں سپاہ و رعیت سمیت تیری اطاعت کروں بلکہ جب تک جیوں احسان مند رہوں ۔"

حاتم نے کہا "جو میں کام کرتا ہوں سو خدا کے واسطے کرتا ہوں ، جو قدم آگے بڑھاتا ہوں اپنے مولا کی راہ میں دھرتا ہوں ۔ اگر یہ بھی کام کروں گا تو کسی پر احسان نہیں ہوگا ، پر جو کچھ میں تم سے کہوں سو قبول کرو ۔"

شاہ نے فرمایا "بہ سر و چشم ۔"

پھر حاتم نے کہا "جس وقت وہ آوے اور جس کی لڑکی پسند کرکے لے چلے ، اس وقت وہ اس سے کہے کہ صاحب تم لے جانے میں مختار ہو پر اتنی بات ہماری بھی سنو کہ ہمارا ایک بڑا سردار زادہ مدت کے بعد آج آیا ہے ۔ اب ہم سب کے سب اس کے تابع دار ہیں ، بے کہے اس کے اس لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں کر سکتے ۔ اگر تمہارے حوالے نہ کریں تو عین خطا ہے کیوں کہ تم غصے ہو گے تو ایک برس میں ہمارے ملک کو خراب کرو گے ، جو وہ غضب ہوگا تو ایک پل میں خاک سیاہ کر دے گا ۔"

القصہ بادشاہ نے تمام دن حاتم کو اپنی بارگاہ میں رکھا ۔ جب شام ہوئی ، سانپ کی آمد آمد کا غل ہوا ، لوگوں نے حاتم سے کہا "اے جوان ! وہ موذی آ پہنچا ۔"

اس نے سنتے ہی شاہ سے عرض کی کہ ٹک ایک میں بھی اس کو دیکھوں ۔ پھر اٹھ کھڑا ہوا اور خیمے کے باہر نکلا

Marfat.com

تو دیکھتا کیا ہے کہ ایک اژدھا آسمان سے سر لگائے ہوئے چلا آتا ہے ۔ درازی کا اس کی ٹھکانا ہی نہیں ، دیو بھی اس کا سامنا نہیں کر سکتا ، آدمی کا تو کیا مقدور جو آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے ۔ جو پتھر اور درخت اس کی چھاتی کے تلے آتا ہے سو پس کر سرمہ ہو جاتا ہے ۔ حاتم نے جو اس کو اس ہیبت سے آتے دیکھا ، کہا " الٰہی پناہ تیری ، تو ہی اس سے نجات دے گا ۔

ندان وہ سانپ نزدیک آیا اور اپنی دم ایسی سخت کر کے ہلائی کہ آدمی سب کے سب سر جھکائے زمین پر گر پڑے ۔ پھر وہ چار طرف نگاہ کر کے زمین پر لوٹ کر ایک خوب صورت آدمی بن گیا ۔ تب انھوں نے اٹھ کے ادب سے سلام کیا اور بادشاہ اس کے آگے آ کر اپنے خیمے میں لے آیا ۔ ایک تخت جواہر نگار پر بٹھلایا ۔

وہ ایک دم بیٹھ کر اٹھا اور کہنے لگا کہ اپنی اپنی لڑکیاں مجھے دکھلاؤ ۔ بادشاہ نے کہا " بہت بہتر ، دیکھیے ۔" تب اس نے بارگاہ سے نکل کر سب سرداروں اور سوداگروں اور غریبوں کی لڑکیاں دیکھیں پر کسی کو پسند نہ کیا ۔ کہ پھرا ۔ بادشاہ کے خیمے میں آیا ، جہاں شہزادی بیٹھی تھی وہاں گیا اور اسی کو منظور نظر کر کے بعد ایک دم کے بادشاہ سے سوال کیا کہ مجھے اسی کی خواہش ہے ، میرے حوالے کرو ۔

اس بات کو سن کر بادشاہ نے کہا کہ [illegible] کتنے دنوں سے نکل گیا تھا ، بالفعل [illegible] ہے ، اب [illegible] اس کے کچھ دم نہیں کر سکتے والا [illegible] دے دے ۔ صلاح یہ ہے کہ آپ اس کو بلوا دیں ، وہ جو کچھ [illegible] سو ہم کریں گے ۔

Marfat.com

اس نے سر جھکا کر کہا کہ اب تک وہ کہاں تھا ، آج کیوں کر آیا ؟ اچھا بلواؤ ۔ یہ تو وهاں قنات کے تلے لگ هی رها تھا ، بلاتے هی اس کے رو به رو آ کھڑا هوا ۔

دیو نے پوچھا ''اے جوان ! میں ایک مدت سے اس شہر میں آتا جاتا هوں پر تو کبھی میری نظر نہیں پڑا ، اب کہاں سے آ گیا ۔ سچ بتلا ، تو کون هے اور کس واسطے همارے تابع داروں کو گم راہ کر کے اس ملک کو خراب کروایا چاهتا هے ۔

حاتم نے کہا کہ جب تک میں اس شہر میں نه تھا تب تک انھوں نے تیرا کہا کیا ، اب اس ملک کا مالک میں آیا هوں اور کار بار یہاں کا مجھ سے تعلق رکھتا هے ۔ جو کوئی همارے باپ دادا کی رسمیں بجا لاتا هے ، بیٹی اس کو دیتے هیں ۔

جن نے پوچھا ''وہ کیا هیں؟ بیان کر ۔''

حاتم نے کہا که میرے پاس ایک مہرہ هے ، پہلے تو اس کو گھس کر پلاتا هوں ۔ وہ بولا جو یه رسم هے تو لے آ ، میں پیوں گا ۔

حاتم نے وہ مہرہ جو خرس کی بیٹی نے دیا تھا ، اپنے جیب سے نکال کر تھوڑے سے پانی میں رگڑ کر اس کے حوالے کیا ۔

جن نه جانتا تھا که اس کے حق میں اس کا پینا سم هے ، مارے غرور کے بے تامل پی گیا ؛ ایک لخت علم جنی اس نے فراموش کیا ۔ اس پر بھی ڈھٹائی سے کہنے لگا که اب کوئی اور رسم باقی هو تو اس کے بھی بجا لانے کو حاضر هوں ۔

حاتم بولا ''دوسری رسم یه هے که ایک گولی میں تم آترو، هم اس کا منه باندھ دیں ، پھر اس کے باهر نکل آؤ تب هم به خوشی اس لڑکی کو تمھارے حوالے کریں اور جو اس میں سے نه نکلو

Marfat.com

تو ہزار لعل اور دو ہزار الماس اور ایک موتی مرغابی کے انڈے برابر جو پریوں کے ملک میں ہے گنہ گاری لیں ۔"

وہ نادان اپنے زور کے بھروسے پر بھولا ہوا تھا ، بے اختیار کہہ بیٹھا "جلد لاؤ وہ گولی کہاں ہے ۔"

حاتم نے ایک بڑی سی گولی منگوا کر اس کے آگے دھری اور کہا "بسم اللہ" وہیں وہ اس میں اتر پڑا ۔ حاتم نے اس کے منہ پر ڈھکنا ڈھانک مضبوط باندھ اسم اعظم پڑھنا شروع کیا اور اس سے کہا کہ باہر نکل ۔ اس اسم کی برکت سے ڈھکنا اس کا پہاڑ سا بھاری ہو گیا ، کتنا ہی اس نے زور کیا پر نکل نہ سکا ۔

تب تو حاتم نے لوگوں سے کہا کہ اب اس کے آس پاس تلے اوپر لکڑیاں رکھ کر آگ بھڑکا دو ۔

انھوں نے وہیں اس کے کہنے پر عمل کیا ۔ جن "میں جلا میں جلا" پکارنے لگا ، پردیسی نے اس کی فریاد نہ سنی ، آخر جل کر بھسم ہو گیا ۔

پھر حاتم نے ان سب لوگوں سے کہا "اب تھوڑی سی زمین کھدوا کر اس کو گڑوا کر اپنے گھروں میں جا چین کرو ۔ خدا نے اس بلا کو تمھارے سر سے دور کیا ، نہیں تو خدا جانے تمھارا کیا حال ہوتا اور وہ موذی کیا سلوک کرتا ۔"

بادشاہ نے یہ حال دیکھ کر حاتم کی تحسین و آفرین بہت سی کی ، شہر کے باشندے سب کے سب پاؤں پر گر پڑے ۔ پھر شاہ نے بہت سی اشرفی اور روپے ، کتنی کشتیاں ملبوس و جواہر کی منگوا کر اس کے حضور رکھیں ۔

اس نے کہا "مجھے درکار نہیں ، خدا نے سب کچھ دیا ہے ،

Marfat.com

اگر منظور ہے تو فقیروں کے حوالے کرو جو خدا کی خوشی ہووے اور تمھیں اجر دیوے ، کیوں کہ جو شخص خدا کی راہ میں سر دیتا ہے ، سو مزدوری نہیں لیتا ۔"

شہریار نے اسی گھڑی فقیروں ، غریبوں ، محتاجوں کو بلوا کر اس مال کو تقسیم کر دیا ، حاتم کو تین روز تک مہمان رکھا ۔

چوتھے روز وہ رخصت ہو کر آگے بڑھا ۔ بعد کتنے دنوں کے اس پہاڑ کے نیچے جا پہنچا جس کا مذکور اس پیر مرد نے کیا تھا ۔ ٹک ایک سستا کر اس کے اوپر چڑھا ۔ جب اس سے گزر گیا تب ایک بڑا جنگل دکھلائی دیا ، اسی میں عجائبات دیکھے ۔ قسم قسم کے میوے کھاتا ہوا کئی روز تک چلا گیا ۔ جب اس سے نکلا ایک دو راہا نظر پڑا ۔ وہاں کھڑا ہو کر اپنے جی میں سوچنے لگا کہ اس پیر مرد نے کہا تھا کہ داہنی طرف کی راہ میں بہت سی آفتیں ہیں ، تو ادھر سے مت جانا ۔ اس وقت اس کے کہنے پر عمل کیا چاہیے اور بائیں طرف کا رستہ لیجیے ۔ اس خیال پر بائیں طرف روانہ ہوا ۔ تھوڑی دور جا کر اس نے یوں سمجھا کہ اس راہ سے جانا کچھ حاصل نہیں ، بہتر یہ ہے کہ داہنی طرف چلوں ۔ جو خدا مدد کرے گا تو کوئی بلا میرے سامنے نہ آ سکے گی اور اگر آ جائے گی تو اس کی مدد سے رد کروں گا ، رستہ مسافروں کا پاک ہو جاوے گا اور جو للہ مارا جاؤں گا تو بھی داخل ثواب ہوں گا ۔

یہ بات ٹھہرا کر اس رستے سے پھرا اور داہنی طرف چلا کہ ایک جنگل ببول کا کانٹوں سے بھرا دکھلائی دیا ۔ توکل بخدا یہ اس میں پہنچا اور قدم اٹھائے بہ ہزار خرابی تھوڑی سی راہ طے کی ، آخر درختوں کے کانٹوں سے کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ،

Marfat.com

بدن لہو لہان ہوا اور زمین کے کانٹوں سے تلوے چھد گئے ، پاؤں سوج اٹھے ۔ تب بے دم ہو کر کہنے لگا ''وہ بزرگ سچ کہتا تھا ، مجھ کم بخت نے اس کا کہنا نہ مانا ، اپنے تئیں آپ مصیبت میں ڈالا ۔ اندیشہ یہ ہے کہ اس کے آگے مبادا اور کوئی جنگل پرخطر ہو تو وہاں پناہ کی صورت کیوں کر ہوگی ۔ غرض بہ ہزار خرابی وہ کتنے دنوں میں اس جنگل سے نکلا ، آگے بڑھا ؛ چھپکیوں کے جنگل میں پہنچا ۔ وے سب کی سب آدمی کی بو پاتے ہی اس کے کھانے کو دوڑیاں ۔ حاتم نے دیکھا کہ ہزاروں چھپکلیاں چیتے اور کتے کے برابر ، سینکڑوں لومڑی اورگیدڑ کی مانند دوڑی آتی ہیں ۔ ڈرا اور کانپنے لگا کہ اس بلا کا آنا بے سبب نہیں ، اغلب ہے کہ میرے ہی کھانے کو آتی ہیں لیکن مجبور ہوں ، کچھ تدبیر کر نہیں سکتا ۔

اتنے میں وہ قریب آ پہنچیں ۔ ایک بڈھا نورانی صورت داہنے ہاتھ کو نمود ہوا اور کہنے لگا ''اے جوان ! بزرگوں کا کہنا تو نے نہ مانا ، آخر پشیمان ہوا ۔''

حاتم بولا ''برا کیا میں نے ، اپنی تقصیر پر نادم ہوں ۔''

تب اس بزرگ نے فرمایا کہ مہرہ خرس کی بیٹی کا نکال کر زمین پر ڈال ، وے آپ غائب ہوں گی ۔

اس نے فی الفور مہرے کو کیسے سے نکال کر زمین پر پھینک دیا ۔ پہلے تو زمین زرد ہو گئی ، پھر سیاہ ، آخر سبز ہو کر سرخ ہو گئی ۔ چھپکلیاں جو دوڑی آتی تھیں ، دیوانیاں ہو کر آپس میں لڑ مریں اور تین گھڑی کے عرصے میں تمام ہو گئیں ۔ حاتم نے یہ احوال دیکھ کر متعجب ہو کر کہا کہ الٰہی ! ان میں کیا ایسی دشمنی ہو گئی جو ایک ایک کو مار کر مر گئی ۔

Marfat.com

یقین ہے کہ اس مہرے کا یہ اثر ہے - خدا کا شکر کیا چاہیے جس نے ایسے وقت میں ایسے ولی کو بھیجا ؛ اس نے مجھ کو یہ بھید بتایا اور اس بلیات سے بچایا و الا مجھ کو تکا بوٹی کر ڈالتیں - پھر غور کر کے جو دیکھا تو ایک کو اُن میں جیتا نہ پایا - ارادہ کیا کہ مہرے کو اُٹھا لیجیے، وھیں دھیان آیا شاید اس کے اُٹھانے سے وے جی اُٹھیں اور مجھے کھا جائیں تو جان کی جان جائے اور محنت کی محنت برباد ھو ، جلدی نہ کیا چاھیے - یہاں تک صبر کیا کہ اُن کا گوشت پوست گل گیا ، ھڈی پسلی نکل آئی -

تب حاتم اپنا مہرہ اُٹھا کر آگے چلا - بعد تھوڑے دنوں کے ایک جنگل اژدھات کا ملا - ھر ایک وھاں کا ریزہ اس کے پاؤں کی کفش کو چھید کر پشت پا سے گزر جاتا تھا ، زخم پڑ جاتے تھے - یہ اپنے کپڑوں سے چیتھڑے پھاڑ پھاڑ کر جوتیوں کے اندر رکھ لیتا تھا ، اس کے پاؤں چھانی ھو گئے -

تب اپنے دل میں کہنے لگا کہ اے حاتم! تیرے برابر جہان میں کوئی بے وقوف نہ ھو گا ، کیوں اس بزرگ نے تجھے مکرر منع کیا تھا کہ بابا داھنا رستہ بہت برا ہے ، اُدھر سے مت جانا ؛ اور خدا نے بھی ھوش گوش آدمی کو اسی واسطے دیا ہے کہ بھلے برے کو پہنچانے ، سنبھل کر چلے ، قدم سوچ کر دھرے - تو بھلا چنگا اُس کو چھوڑ کر بائیں طرف گیا تھا - پھر یہ کیا کم بختی تھی جو اُس کو چھوڑ کر داھنی طرف گیا - خیر اب پچتانے سے کچھ فائدہ نہیں ، جو تجھ پر پڑے اُسے گوارا کر ، جس طرح چلا جائے چل ، خدا نبھانے والا ہے ؛ آخر کار ھزار محنت و مشقت سے اُس جنگل کو طے کیا - الحمدللہ کہہ کر ایک جگہ بیٹھ گیا - پاؤں سے جوتیاں اُتار کر جو دیکھیں تو تمام پاؤں چھلنی ھوگئے ھیں ، ریزے اژدھات کے ھر ایک سوراخ میں نظر آتے ھیں ،

Marfat.com

نکالنے لگا ۔ جب سب نکال چکا ، پاؤں پر کپڑا لپیٹ جوتیاں پہن کے لنگڑاتا ہوا چل نکلا اور اپنے جی میں خوش تھا کہ میں نے سب بلاؤں سے نجات پائی ، پر یہ نہ جانتا تھا کہ ایک اور آفت عظیم درپیش ہے ۔

چند قدم اس جنگل میں چلا تھا جو وہاں کے بچھو آدمی کی بو پا کر دوڑے ۔ کتنے اُن میں بلی کے برابر اور کتنے لومڑی کے برابر تھے ؛ دمیں اُن کی گیدڑ کی سی ، پاؤں مرغ کے سے ، گردنیں تختے کی مانند ۔ حاتم کی جو نگاہ اُن پر پڑی ، سہم کر کانپنے لگا اور ایسا گھبرایا کہ سرت جاتی رہی ، ہاتھ پاؤں پھول گئے ؛ ادھر اُدھر تکنے لگا کہ وہی پیر مرد مددگار پھر آ پہنچا ؛ ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا ''خاطر جمع رکھ ، ہراساں مت ہو، استقلال کو ہاتھ سے نہ دے ۔''

حاتم بولا ''اے مرد خدا ! کیا کروں ، مجھ کو طاقت نہیں ۔ ان بچھوؤں سے جن کے ڈنگ ایسے ہیں کہ اگر پتھر پر ماریں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے ، کیوں کر مقابلہ کر سکوں ۔''

اس بزرگ نے فرمایا ''کچھ اندیشہ مت کر ، وہی مہرہ پھر زمین پر اُن کے رو بہ رو ڈال دے ، قدرت خدا کا تماشا دیکھ ۔''

حاتم نے ہرچند مہرے کے نکالنے کا قصد کیا ، پر ہاتھ ایسے کانپنے لگے ، نکال نہ سکا ۔ آخر اُسی پیر مرد نے نکال کر اس کے ہاتھ میں دیا کہ بسم اللہ کر کے زمین پر ڈال دے ۔

حاتم نے جو اُس مہرے کو پھینکا ، وہیں زمین چھپکلیوں کے جنگل کی طرح رنگ بدلنے لگی ۔ جب کہ لال ہوئی بچھو بھی آپس میں لڑنے لگے ، ایک کے ڈنگ سے دوسرے کا بدن پھٹ گیا ۔ حاتم کھڑا دیکھتا کہ آپس میں لڑ کر تین روز کے عرصے میں

Marfat.com

وے بھی تمام ہو گئے ، یہ بھی وہاں رہا ۔

چوتھے روز اُس شہرے کو اُٹھا دوگانہ شکر کا ادا کر روانہ ہوا ۔ چند روز کے بعد ایک شہر عظیم دکھائی دیا ، یہ اُس میں داخل ہوا ۔ لوگوں نے جو اُسے اجنبی دیکھا ، پاس آکر پوچھا ''اے جوان! تو کس راہ سے آیا ؟''

حاتم نے کہا ''داھنی طرف کی راہ سے ۔''

وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ جیتا کیوں کر بچا ۔ کیا چھپکلیوں اور ببول کے کانٹوں کی مصیبت ، اژدھات کے جنگل اور بچھوؤں کی آفت تجھ پر نہ پڑی ؟

حاتم بولا ''عزیزو ! البتہ ان بلاؤں میں مبتلا ہوا تھا لیکن مدد الٰہی سے چھپکلیوں اور بچھوؤں کو ٹھکانے لگایا ۔ اب اس راہ میں سوائے اژدھات کے ریزوں اور ببول کے کانٹوں کے کوئی گزندہ باقی نہیں ۔''

سوداگر جو وہاں اُترے ہوئے تھے ، اس بات کو حاتم کی زبانی سن کر مستعد ہوئے کہ اب اسی راہ سے چلیے ۔ دور کی راہ کس طرح اختیار کیجیے کیوں کہ یہ رستہ صاف ہو چکا ہے ، کچھ حادثہ نہیں ۔ اگر سوداگر آیا جایا کریں گے ، شہر بھی آباد ہو جائے گا ۔ آخر لاد باندھ کر چلے گئے ۔

یہ خبر بادشاہ کو پہنچی کہ کاروانوں نے ایک مسافر کے کہنے پر جس راہ میں اژدھات اور ببول کا جنگل ملتا تھا ، اُسی رستے گئے ۔ حکم کیا کہ بہت سے ھرکارے اُن کے پیچھے پیچھے چلے جائیں ، راہ کا احوال قرار واقعی تحقیق کر کے پھر آئیں اور حاتم کو بلا کر اپنے پاس رکھا ۔ اور کہا ''اے مسافر ! راہ کے حادثے ، مسافری کے صدمے بہت سے تو نے اُٹھائے ھیں ، چند روز

Marfat.com

یہاں دم لے ، قدرے آرام کر ، ہمارا ہم صحبت ہو ، پھر جہاں چاہیو وہاں جائیو ۔ پر مطلب اس کا یہ تھا کہ اگر سچا ہے تو فبہا نہیں تو سولی دوں گا ۔

اس ارادے پر چند روز اس کو رکھا ، کتنے نگہ بان تعینات کیے کہ کہیں آنے جانے نہ پائے ۔ اور وہ لوگ جو راہ کی خبر لینے گئے تھے اُس قافلے کے پیچھے لگ گئے ۔ جا بجا اس کے اُترنے کی نشانی پائی ، آفت کہیں نہ دیکھی ۔ جب سوداگر چھپکلیوں کے جنگل سے صحیح و سلامت گزرے ، وے پھرے ۔ چند روز کے بعد اپنے شہر میں آ پہنچے ۔ بادشاہ سے عرض کی کہ جو کچھ اس مسافر نے کہا تھا ، سچ ہے ؛ واقعی کوئی آفت اس راہ میں نہیں رہی ۔

تب شہر یار نے ہر ایک طرف اشتہار بھجوایا کہ فلانی راہ آفتوں سے پاک ہو چکی ، جس کا جی چاہے بے دغدغے آئے جائے ۔ اور حاتم کی بہت سی معذرت و منت کی اور کہا "اے جوان ! مجھ سے کچھ خطا ہوئی ہے ، تو معاف کر ۔ پھر بہت سا زر وجواہر اس کے آگے رکھا ۔"

حاتم بولا "کچھ آپ کا قصور بہ ظاہر مجھے معلوم نہیں ہوتا کیوں کہ جس روز سے تمہارے شہر میں آیا ہوں ، بہ آرام تمام رہا ہوں ۔ یہ کیا سبب ہے جو تم معذرت کرتے ہو ۔"

بادشاہ نے فرمایا "تم نہیں جانتے کہ میں ظاہر مدارات کرتا تھا کہ مہمانوں کی طرح رکھتا تھا ۔ فی الحقیقت کتنے لوگ تمہارے لیے متعین کیے تھے کہ جب تک اس جنگل کی خبر نہ آوے تم کہیں جانے نہ پاؤ ۔ اگر وہ جھوٹ ہوتا تو شہر کے باہر تمہیں سولی دی جاتی کہ پھر کوئی ایسی افواہ نہ اڑاوے ۔"

اس بات کو سن کر حاتم نے عرض کی کہ یہ تو عین انصاف ہے بادشاہوں کا کہ سچے کو سرفراز کریں ، جھوٹے کی گردن ماریں ۔ تم عبث عذر کرتے ہو ۔ میں نے بھی جھوٹ نہ کہا تھا کہ شیوا بھلے آدمیوں کا نہیں ہے ۔ تمھاری بھی اس بات سے آزردہ نہیں ہوتا کیوں کہ عادلوں کو یوں ہی چاہیے ۔ خدا تم کو اپنی پناہ میں رکھے، ملک تمھارا ہمیشہ تمھارے قبضے میں رہے ۔ اور یہ جو کچھ مجھے عنایت ہوا ہے ، میرے کس کام کا ہے کیوں کہ باربرداری نہیں رکھتا ، میں تن تنہا اسے کس طرح لے جاؤں ۔

بادشاہ نے فرمایا ''تم خاطر جمع رکھو ، میں بار برداری اور تھوڑے بہت لوگ نگہبانی کے واسطے ساتھ کر دوں گا کہ تمھارے وطن تک پہنچا دیں ۔''

حاتم نے التماس کیا ''مجھے ایک کام ضروری درپیش ہے ، جب تک اسے نہیں کرچکوں گا ، وطن کی طرف تو منہ بھی نہ کروں گا ، جانا ایک طرف ۔''

شہریار نے پوچھا کہ کون سا کام ہے ؟ اگر ہم کو معلوم ہو تو ہم بھی اس میں شریک ہوں ، کوتاہی نہ کریں ۔

حاتم بولا '' یہ حضرت کا الطاف ہے لیکن میں سوائے خالق کے کسی مخلوق سے مدد نہیں چاہتا ، پر ایک رہبر ساتھ کر دیجیے جو شہر قطان کا رستہ بتا دے ، یہ بھی احسان سے خالی نہیں ۔''

بادشاہ نے فرمایا ''تم کو اس شہر میں کیا کام ہے ؟''

اس نے کہا ''میں نے سنا ہے کہ حمام بادگرد اسی سر زمین میں ہے ، میں اس کے دیکھنے کا نہایت مشتاق ہوں ۔''

Marfat.com

شاہ نے ارشاد کیا ''اے جوان ! اس خیال کو دل سے اٹھا کیوں کہ جو کوئی اس کی طرف گیا ، جیتا نہیں پھرا ۔ اپنے تئیں کیوں ہلاکت میں ڈالتا ہے ۔''

وہ بولا ''جو ہونی ہو سو ہو، مجھے جایا چاہیے اور وہاں کی خبر لانا ضرور ہے ۔''

غرض ہرچند بادشاہ نے منع کیا اور نصیحتیں کیں ، پند دیں پر اس نے نہ مانا ۔ تب لاعلاج دو آدمی ساتھ کر دیے کہ شہر قطان کی راہ پر اس کو پہنچا دو ۔

حاتم رخصت ہوا، شہر سے باہر نکل کر رستہ پکڑا ۔ بعد چند روز کے ایک مقام پر پہنچ کر رہبروں نے عرض کی کہ ہماری حد تمام ہو چکی ، یہ سرحد شہر قطان کی ہے ، ہمیں رخصت کرو ۔ حاتم ان کو وداع کر کے آگے بڑھا ۔ جب قریب پہنچا تو اس نواح کے لوگ اس کو دیکھ کر کہنے لگے ''اے جوان ! کس راہ سے آیا ہے ؟''

اس نے کہا ''فلانی طرف سے ؛ اگرچہ اس میں بہت سی آفتیں تھیں لیکن خدائے کریم نے اس راہ کو اپنے کرم سے پاک کیا ، آفتیں دور کیں ، مجھے صحیح و سلامت یہاں تک پہنچایا ۔''

یہ بات سن کر سب کے سب خوش ہوئے ۔ حاتم شہر قطان میں داخل ہوا اور کارواں سرائے میں اترا ۔ اگلے دن دو موتی بیش قیمت اور دو لعل گراں بہا کہ ان کا ثانی سرکار عالی میں نہ تھا ، ایک ڈبیا میں رکھ کر بادشاہ کے دردولت پر لیا ۔

چوب داروں نے اپنے اپنے داروغے سے کہا کہ ایک مسافر کسی شہر سے آیا ہے ۔

Marfat.com

اُس نے حضور میں جا کر عرض کی ۔ ارشاد ہوا کہ اس کا احوال تحقیق کر کے آؤ ۔

چوب داروں نے جا کر حاتم سے پوچھا ''تم کہاں سے آئے ہو ، کیا نام تمھارا ہے ؟''

اُس نے کہا ''میں سوداگر ہوں ، آنا شاہ آباد سے ہوا ہے ، اُمیدوار ملازمت کا ہوں ۔''

یہ اُنھوں نے اپنے داروغے کی وساطت سے حضور پرنور میں عرض کیا کہ ایک جوان طرح‌دار خوش‌گفتار سوداگر پیشہ شاہ آباد سے آیا ہے ، قدم بوسی کی آرزو رکھتا ہے ۔

بادشاہ نے حکم کیا ''بلاؤ ۔'' وہ جا کر حاتم کو حضور اعلیٰ میں لے آئے ۔

وہ مجراگاہ میں کھڑا ہو کے آداب شاہانہ بجا لایا اور تعریف کر کے آگے بڑھا، وہ جواہر نذرگزرانا ۔ بادشاہ کا رنگ اُس جواہر کو دیکھ کر مارے خوشی کے دمکنے لگا ۔ اُسے کرسی پر بٹھلایا ، احوال پوچھا ۔

اُس نے عرض کی کہ ایک مدت سے سوداگری کرتا تھا ۔ اب اس دنیا کو ہیچ سمجھ کر تجارت چھوڑ دی ، سلاطینوں کی ملاقات ترک کی ، سیاحی پکڑی ۔ اس شہر میں آ کر حضرت کے اوصاف حمیدہ یہاں تک سنے کہ بے اختیار دوڑا آیا کیوں کہ ایسے بادشاہ عادل کا دیکھنا سعادت ابدی و دولت سرمدی ہے ۔

بادشاہ نے اُس کی گفت‌گو سن کر نہایت نوازش سے فرمایا ''اے جوان ! چند روز اس شہر میں رہ اور ہم کو اپنی صحبت سے مسرور کر ، یہی میری نذر ہے ۔''

Marfat.com

حاتم نے یہ سن کر التماس کیا ''اگرچہ ہم لوگوں کو دو چار روز بھی ایک جگہ رہنا دشوار ہے ، پر تجھ سے بادشاہ صاحب انصاف ، دوست پرور کی خدمت میں حاضر رہنا سب طرح سے بہتری ہے ، میں نے دل و جان سے قبول کیا ۔''

پھر بادشاہ نے پوچھا ''کہاں آترے ہو ؟''

اس نے عرض کی ''کارواں سرائے میں ۔'' یہ سن کر دیوان خاص کے داروغے کو حکم کیا کہ ایک مکان مختصر پاکیزہ آراستہ کر کے ان کو وہاں آترواؤ اور بکاول سے کہہ دو کہ دونوں وقت سات سات خوان خاصے کے بے تکیف پہنچایا کرے اور کتنے خدمت‌گار بھی کاروبار کے لیے متعین کر دو ۔

یہ کہہ کر حاتم کی طرف متوجہ ہوئے کہ اے جوان ! ہماری خوشی اسی میں ہے ، وہاں سے آٹھ اور یہیں رہنا اختیار کر ۔ ہر روز ہماری مجلس کی رونق بڑھا اور اپنا کلام شیریں اکثر اوقات سنا ۔

القصہ حاتم وہیں آ رہا ، بادشاہ سے صحبت گرم کی : چناں چہ چھ مہینے اسی طرح گزر گئے ۔ ندان حارث شاہ اس پر ایسا مبتلا ہوا جو ایک دن نہ دیکھتا تھا تو اسے چین نہ پڑتا ، ناچار بلوا ہی لیتا ۔ غرض جان و دل سے بھی زیادہ دوست رکھتا تھا اور اکثر اپنے ندیموں سے اس کی تعریف کر کے کہتا ''اگر یہ میرے شہر میں اپنی بود و باش ہمیشہ اختیار کرے تو بہ خوبی اوقات کٹے ۔'' وہ بھی یہ سن کر کہتے ''حضرت بجا فرماتے ہیں ، یہ مرد ایسا ہی خوش خلق و شیریں کلام ہے ، اس کا رہنا بادشاہوں کی صحبت میں بہت مناسب ہے ۔''

ایک دن کا ذکر ہے ، حاتم نے جو حارث شاہ کو خوش و خورم

Marfat.com

دیکھا ، کئی لعل و زمرد و الماس بیش قیمت پھر نذر گزرانے ۔ فرمایا ''اے جوان ! میں تیرا دل سے ممنون ہوں ، بار بار شرمندہ کیوں کرتا ہے ، میں تجھ سے محجوب ہوتا ہوں کیوں کہ ایک مدت سے تو میری خدمت میں حاضر ہے پر کچھ فرمایش نہیں کرتا ۔ اب میرا جی یوں چاہتا ہے کہ جو کچھ تجھے درکار ہو بے تکلف مانگ ، میں عزیز نہ کروں گا ، بلا توقف تجھے دوں گا ۔''

حاتم بولا ''آپ کی بدولت سب کچھ موجود ہے ، کسی بات کی کمی نہیں ، سیاحوں کو مکلفات دنیا ایسے زیادہ کیا درکار ہیں ۔''

بادشاہ نے کہا ''یہ کون بات ہے ، میرا تمام ملک تیرا ہی ہے ، جو کچھ تو چاہے بے پوچھے اپنے تصرف میں لا ، یا کسی کو دے ڈال ؛ مختار ہے ، جو کام چاہے اہل کاروں سے لے ، تیرے تابع‌دار ہیں ، کیا مجال جو عذر کریں ۔''

حاتم نے کہا ''عمر شاہ کی بڑھے ، سلطنت مدام قائم رہے ۔ میری دل کی آرزوئیں سب نکل چکی ہیں مگر ایک باقی ہے ، سو تا دم مرگ دل سے نہ جائے گی ۔''

شاہ نے پوچھا ''وہ ایسی کیا ہے کیوں کہ اگر تو رغبت کرے تو اپنی بیٹی بھی تیرے حوالے کروں ، ملک و مال تو کیا چیز ہے ۔''

حاتم نے سر جھکا کر عرض کی کہ حضرت کی بیٹی کو میں اپنی بڑی بہن جانتا ہوں ، یہ دھیان میرے جی میں نہیں ، لیکن تمنا اور ہی ہے ، پر اس سوچ سے میں التماس نہیں کرتا مبادا قبول نہ ہو ، میں کہہ کر لوگوں میں شرمندہ ہوں ۔

بادشاہ نے پھر مہربانی سے ارشاد کیا ''اے عزیز ! میں تیرے لطف کا احسان مند ہوں ۔ اگر تخت خلافت بھی چاہے تو ابھی

بخشوں ، سوائے بیگم کے جو چاہے سو لے ، تیرا ہی ہے ۔"

حاتم نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی "یہ آپ کیا فرماتے ہیں ۔ وہ میری بجائے والدہ کے ہیں اور تخت خلافت کا آپ کو مبارک رہے ، میری عرض اور ہی ہے ۔"

تب تو حارث شاہ نے کہا "بھائی خدا کے واسطے کہیں جلد کہہ ، میرا جی اکتا گیا ، وہ کیا ہے ؟"

اس نے کہا "بہ شرطے آپ قول دیں تو عرض کروں ۔"

بادشاہ نے وہیں عہد کیا اور قسم کھائی ۔

تب حاتم نے التماس کیا "حمام باد گرد کے دیکھنے کی آرزو ہے جو ارشاد ہو تو اس کی سیر کروں ، جی کی کلفت دھوؤں ۔"

بادشاہ نے جو یہ بات سنی ، متفکر ہو کر سر جھکا لیا ، چپکا رہ گیا ۔

حاتم نے جو بادشاہ کو اس حالت میں متفکر دیکھا ، پوچھا "حضرت اس قدر متفکر کیوں ہیں ، میں ہر طور سے آپ کا تابع دار ہوں ، جو آپ کی مرضی ہو گی بجا لاؤں گا ۔"

شہریار نے سر اٹھا کر فرمایا "اے عزیز ! کیوں کر ایسا متفکر نہ ہوں ، مجھے کئی طرح کے اندیشے ہیں ۔ پہلے تو میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی کو حمام بادگرد کی طرف نہ جانے دوں گا ۔ اگر تجھ کو وہاں جانے کی پروانگی دوں تو عہد شکنی ہوتی ہے ۔ دوسرے یہ کہ تجھ سا جوان خوب صورت نیک سیرت اپنی جان سے ہاتھ دھووے ، یہ جانے حیف ہے ۔ تیسرے یہ کہ جیسا تو ہے کوئی ایسا آج تک میرے پاس نہیں آیا ۔ چوتھے یہ اگر تجھ کو رخصت کروں تو درد جدائی کیوں کر سہوں ۔

Marfat.com

پانچویں یہ ، اگر اجازت نہ دوں تو ابھی کے قول سے جھوٹا ہوتا ہوں ؛ یہ بادشاہوں کے حق میں مناسب نہیں کیوں کہ اگر بد عہد مشہور ہوں تو پھر کوئی میرے قول قسم کا اعتبار نہ کرے گا ، اکثر سلطنت کے کاموں میں خلل پڑے گا ۔"

حاتم نے عرض کی "میں خدا سے اُمیدوار ہوں ، ان شاء اللہ تعالٰی جلد خیر و عافیت سے آپ کی خدمت میں پھر حاضر ہوتا ہوں ۔ کسی طرح کا اندیشہ خاطر مبارک میں نہ لائیے ، بے وسواس مجھے اجازت دیجیے کیوں کہ میں اس امر سے تا مقدور دست بردار نہیں ہو سکتا ؛ اس واسطے کہ منیر شامی شہ زادہ حسن بانو برزخ سوداگر کی بیٹی پر عاشق ہوا ہے ، وہ سات سوال رکھتی تھی اور شہ زادہ عہدہ برآ نہیں ہو سکا ؛ میں نے اُس پر رحم کھا کے اپنے ذمے لیے ، بلکہ عہد کیا کہ میں اس کو پورا کیے بن نہ رہوں گا ۔ چناں چہ چھ سوالوں کا جواب دے چکا ہوں ، اب یہی ایک ساتواں سوال باقی رہ گیا ہے ۔ جناب الٰہی سے توقع رکھتا ہوں کہ وہاں بھی جا پہنچوں اور حمام باد گرد کی تمام کیفیت بیان کروں اور حسن بانو سے جا کر کہوں اور بیاہ اُس کا اُسی شاہزادے کے ساتھ کروا دوں کہ مدت کے بعد وہ عاشق زار اپنی مراد کو پہنچے ۔"

اس بات کو سن کر بادشاہ نے کہا "اے جوان ! آفرین تیری ہمت پر اور رحمت تیرے ماں باپ پر کہ تو نے غیروں کے واسطے اپنے تئیں رنج و مصیبت میں ڈالا ، یہاں تک کہ اپنا مرنا گوارا کیا ، اس لیے کہ اُدھر کا گیا ہوا پھر ادھر نہیں آیا ۔ بہت سے شہ زادے ، سوداگر بچے وہیں جا جا کھپے ، سلامت کوئی نہ پھرا ؛ اغلب ہے اُن کو بھی اُسی نے بھیجا ہو ۔ بارے یہ تو کہہ کہ تو کس شہر کا رہنے والا ہے اور نام تیرا کیا ہے؟"

Marfat.com

اُس نے کہا ”وطن میرا یمن ہے ، نام حاتم بن طے ۔“

یہ سنتے ہی حارث شاہ اُٹھا ، بغل گیر ہوا اور اپنے برابر اُس کو بٹھلا کر کہنے لگا کہ نشان بادشاہت کا تیری پیشانی سے ظاہر ہے اور نیک نامی مشہور ہے بلکہ اور زیادہ ہو گی، یہاں تک کہ نام تیرا ضرب المثل ہو جائے گا ، اور جو کوئی ایسا پیدا ہو گا تو تیرا ثانی کہلائے گا ۔“ یہ کہہ کر اپنے وزیر سے فرمایا کہ سامان ارک حمام بادگرد کے دربان کو شقہ لکھ کر حوالے کرو ۔

بعد اُس کے اُٹھ کھڑا ہوا، حاتم کو گلے لگا کر ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور آب دیدہ ہوا، کتنے لوگ ساتھ کر کے رخصت کیا ۔ جب تک حاتم نظر آیا ، یہ ٹکٹکی باندھے رہا، جس وقت آنکھوں سے اوجھل ہوا ، بادشاہ تخت سے اُٹھ کر غم زدوں کی طرح محل میں چلا گیا اور حاتم نے شہر سے نکل کر جنگل کی راہ لی ۔

غرض ہم راہیوں سے قال و مقال کرتا ہوا چلا جاتا تھا ۔ بعد پندرہ روز کے حمام نظر آنے لگا ۔ حاتم نے اُن سے پوچھا ”یہ قلعہ ہے یا پہاڑ ، کیا دکھلائی دیتا ہے ؟“

اُنہوں نے عرض کی ”یہی حمام کا دروازہ ہے ، دیکھنے میں نزدیک ہے ، پر سات روز میں پہنچیے گا ۔“

یہ کہہ کر آگے بڑھا ، ساتویں دن دروازے کے متصل جا پہنچے ۔ حاتم کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک پہاڑ کے دامن میں لشکر عظیم پڑا ہے ۔ پوچھا اُس نے ”یہ فوج کس کی ہے؟“ ہمراہیوں نے التماس کیا ”حمام بادگرد کے دربان کی ۔“

آخر حاتم اس لشکر میں داخل ہوا ، اس کے ہم راہیوں کے

Marfat.com

اکثر خویش و اقربا تھے، باھم ملے اور پوچھنے لگے کہ تمھارا آنا کیوں کر ھوا؟

انھوں نے کہا "اسی جوان یمنی کے ساتھ بادشاہ نے بھیجا ھے اور ایک نامہ بھی دربانوں کو اس کے واسطے لکھا ھے۔"

القصہ حاتم سامان ارک کے خیمے میں آیا۔ صاحب سلامت کر کے شقے کو حوالے کیا۔ وہ اٹھ کر بغل گیر ھوا اور نامہ سر پر رکھ لیا، سرنامے پر بادشاہ کی مہر دیکھ کر بوسہ دیا۔ بعد اس کے کھول کر پڑھا تو اس میں یوں لکھا تھا کہ اس جوان یمنی کے ساتھ میں نے عہد کیا تھا، بنابر اس کے بھیجا ھے۔ اگر تو اس کو سمجھا کر کسی صورت سے الٹا پھیر دے گا تو ھم خوش ھوں گے اور تو سرفراز ھوگا اور جو یہ کسی طرح سے نہ مانے تو حمام میں بہ خوبی بھجوا دیجیو، پر مقدور بھر اس کے پھیرنے میں سعی کیجیو۔

وہ اس کو پڑھتے ھی اٹھ کھڑا ھوا اور حاتم کو بہ تعظیم تمام کرسی پر بٹھلایا، شرطیں مہمان داری کی بہ خوبی بجا لایا۔ قصہ کوتاہ چند روز حسب الحکم بادشاہ کے سمجھایا بجھایا کیا، پر پتھر کو جونک نہ لگی۔ چناں چہ اس نے ان نصیحتوں کے جواب میں یوں کہا:

تم "اس خیال سے ھاتھ اٹھاؤ۔ جب کہ میں نے کہنا بادشاہ کا اس امر میں نہ مانا، تمھاری کب سنتا ھوں، مجھے تصدیع مت دو، بہتر ھے کہ جلد رخصت کرو۔"

سامان ارک نے جو دیکھا کہ یہ میری نصیحت مطلق نہیں سنتا، بن جائے نہیں رھنے کا، لاچار بادشاہ کو عرضی کی کہ یہ جوان اپنی ھٹ نہیں چھوڑتا اور نصیحت کسی کی نہیں مانتا،

اب جو کچھ حکم ہو بجا لاؤں ۔ بادشاہ کو جب وہ عرضی گزری ، پڑھ کر اُس نے سر دھنا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا ۔ آخر مجبوری لکھ کر بھیجا ''اگر وہ راضی نہیں ہوتا ، مزاحمت نہ کرو، جانے دو ، شاید اُس کی عمر تمام ہو چکی ، حمام کا بہانا ہے ۔''

وہاں تو سامان اَرک منتظر جواب کا تھا اور حاتم کو اپنے چلنے کی پڑ رہی تھی ۔ غرض ادھر سے تقاضا تھا اور اُدھر سے امروز فردا ؛ اسی حیص و بحث (بیص) میں فرمان بادشاہی آ پہنچا کہ اس کو مت روکو ، راہ دو ۔ اس پر بھی سامان اَرک نے بہ طور نصیحت کے پھر کہا ''اے عزیز! اب بھی کچھ نہیں گیا ، اگر زندگی عزیز ہے تو باز آ ، نہیں تو پشیمانی کھینچے گا بلکہ جان سے جائے گا ۔''

حاتم نے کہا ''یہ مبالغہ عبث ہے ۔ خدا کے واسطے مجھے معذور رکھ ، کہیں جانے دے ۔''

تب ناچار ہو کر 'سامان' اٹھ کھڑا ہوا ، حاتم کو حمام کے دروازے پر لے گیا ۔ وہاں بھی کھڑے ہو کے بہت سمجھایا پر کچھ کام نہ آیا ۔ حاتم نے ایسا دروازہ اپنی تمام عمر میں نہ دیکھا تھا ۔ جو آنکھ اٹھا کر غور کیا تو خط شریانی (سریانی) سے اس کے اوپر لکھا دیکھا کہ یہ طلسمات کیومرس بادشاہ کے وقت میں بنا ہے ۔ نشان اس کا مدتوں رہے گا اور جو کوئی اس طلسمات میں جائے گا ، جیتا نہ نکلے گا ، وہیں بھوکا پیاسا سرگرداں رہے گا ۔ اگر اس کی زندگی ہے تو ایک باغ میں وارد ہوگا ، وہاں کے میوے کھائے گا ، اپنی حیات کے دن پورے کرے گا ، پر ممکن نہیں جو باہر نکل سکے ۔

جوں اس نوشتے کو حاتم نے پڑھا ، دل میں دھیان کیا کہ

Marfat.com

جو کچھ حقیقت تھی ، سو دروازے پر لکھی پائی ، اندر جانا کیا ضرور ہے ۔ چاہتا تھا کہ وہاں سے پھرے ، وہیں خاطر میں لایا کہ حسن بانو جو اس کے اندر کا احوال پوچھے تو کیا کہوں ، مگر شرمندہ ہوں ۔ اب جو ہونی ہو سو ہو ، اندر چلا چاہیے ؛ پھر لوگوں کو رخصت کیا ۔

آپ اندر پیٹھا ۔ دس بارہ قدم چل کر جو پیچھے پھر کے دیکھا تو نہ لوگوں ہی کو پایا ، نہ دروازہ ہی نظر آیا ، مگر جنگل لق و دق موجود تھا ، اور کچھ دکھلائی نہیں دیا ۔ متفکر ہوا کہ ابھی دس بارہ قدم سے زیادہ چلنے کی نوبت نہیں پہنچی ، دروازہ نظر سے غائب ہوا بلکہ اس کے آثار بھی دکھائی نہیں دیتے ۔ جس تس طرح اسی کو ڈھونڈھیے پھر باہر نکلیے ۔ غرض تمام دن اسی تلاش میں پھرا ، پر دروازہ نہ ملا ۔ تب دل میں کہنے لگا ''حمام کا بہانہ تھا کہ پاؤں رکھتے ہی اجل کے ہاتھ میں پڑ گیا ، اب بن جان دیے چھٹکارا نہیں ۔ غرض دائیں بائیں دیکھ کر چل نکلا ۔ پر اضطراب میں ادھر آدھر بھٹکتا پھرتا تھا ۔

بعد چند روز کے ایک سمت کا رستہ پکڑا ۔ تھوڑی دور گیا ہو گا کہ ایک آدمی کی صورت نظر پڑی ۔ یہ خیال کیا ''اغلب ہے کہ آگے بستی ہو ۔'' اس کی طرف روانہ ہوا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ بھی ادھر ہی کو آتا ہے ۔ جب نزدیک پہنچا تب اس صورت طلسماتی نے سلام کیا اور ایک آئینہ بغل سے نکال کر حاتم کے ہاتھ میں دیا ۔

حاتم نے اس کو لے کر اپنا منہ دیکھا اور اس سے پوچھا کہ حمام یہاں سے نزدیک ہے ؟ اور کیا تو حجام ہے جو آرسی دکھاتا ہے ؟

Marfat.com

اس نے کہا " البتہ ۔"

پھر حاتم نے پوچھا کہ تو حمام کو چھوڑ کر کدھر جاتا ہے ؟

وہ بولا "میں حمامی ہوں ۔ جس کسی کو دیکھتا ہوں ، لے جا کر حمام میں نہلاتا ہوں ، پھر امیدوار انعام کا ہوتا ہوں ۔ اگر آپ بھی مہربانی فرمائیے اور میرے ساتھ چل کر غسل کریے تو میرے دل کی کدورت جاتی رہے ۔ آپ کی بہ‌دولت کچھ نہ کچھ مل ہی رہے گا ۔"

حاتم نے کہا "بہت بہتر ۔ میرے بھی بدن پر سفر کی گرد سے میل جم رہی ہے ۔ چاہتا ہوں کہ اسے چھڑاؤں ، آج خوب طرح سے مل مل کر نہاؤں ۔ مگر تو اکیلا ہی ہے یا کوئی شریک بھی رکھتا ہے ؟

اس نے عرض کی "ہیں تو بہتیرے پر آج غلام ہی کی باری ہے ۔"

الغرض آگے آگے حاتم ، پیچھے پیچھے نائی خوشی بہ خوشی چلے جاتے تھے ۔ دو تین کوس چلے ہوں گے کہ ایک گنبد آسمان سے لگا ہوا نظر پڑا ۔ حاتم نزدیک پہنچا تب حجام حمام کے اندر گیا اور اس کو بلایا ۔ وہ جوں ہی داخل ہوا دروازہ بند ہو گیا ۔ اس نے گھبرا کر جو پیچھے دیکھا تو واقعی بند ہو گیا ہے ، پر نظر آتا ہے ۔ اس امید پر آگے بڑھا کہ جب جا ہوں گا نکل جاؤں گا ۔

آخر حمامی اسے حوض پر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ اس میں اتریں تو بدن پر پانی ڈالوں ، میل چھڑاؤں ۔

حاتم نے کہا "میں کپڑے اتار لوں تو اس میں اتروں ،

Marfat.com

مگر بے لنگی یہ بھی نہیں ہو سکتا ۔‘‘

تب حجام نے ایک لنگی پاکیزہ ، بہت تحفہ حوالے کی ۔ حاتم نے اس کو باندھ ، کپڑے اتار حوض پر رکھ دیے اور آپ اتر پڑا ۔ پھر حجام نے ایک جڑاؤ طاس گرم پانی سے بھر کر اس کے ہاتھ میں دیا ، اس نے سر پر ڈال لیا ۔ اس نے پھر بھر کر دیا ، اس نے اسے بھی اپنے اوپر ڈال لیا ۔ تیسری مرتبہ جوں ہی سر پر پانی ڈالا وہیں ایک تڑاقہ ہوا ، حمام اندھیرا ہو گیا ۔ بعد ایک ساعت کے تاریکی جاتی رہی تو کیا دیکھتا ہے کہ نہ حجام ہے ، نہ حمام ، نہ حوض مگر ایک پتھر کا تراشا گنبد ہے ۔ اس کا تمام صحن پانی سے بھرا نظر آتا ہے ۔

ایک دم نہ گزرا تھا کہ پانی پنڈلیوں تک آگیا ۔ حاتم عاجز ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا اور وہ بڑھ کر گھٹنوں سے بھی اوپر پہنچا ۔ تب یہ گھبرایا کہ الٰہی ! پانی ہر دم بڑھا جاتا ہے ، نکلنے کی صورت نظر نہیں آتی ۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ڈوب مروں گا ؛ ندان مضطرب ہو کر دروازے کی طرف گیا ۔ چاروں طرف سر ٹکراتا پھرا پر اسے نہ پایا ۔ اتنے میں پانی ڈوباؤ ہو گیا ۔ یہ پیراک تھا پیرنے لگا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ اس حمام سے جو لوگ نہیں نکل سکتے ، یہی سبب ہے کہ تیرتے تیرتے تھکے اور ڈوب گئے ۔ میں بھی ہاتھ پاؤں مارتے مارتے ڈوب جاؤں گا کیوں کہ کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی ، باہر ہونا تو معلوم ۔ حارث شاہ اسی دن کے لیے مجھے منع کرتا تھا ۔ اس کا کہنا نہ مانا ، حیف ہے حرام موت موا ۔ یہ کہہ کر جی کو ڈھارس بندھانے لگا کہ خدا کریم کار ساز ہے ، اتنا مت گھبراؤ ، داتا کی ناؤ پہاڑ پر چڑھتی ہے ۔ اور جو یوں ہی آئی ہے تو بہتر ؛ کیوں کہ تو نے کچھ

اپنے مزے کے واسطے یہ مصیبت نہیں اختیار کی بلکہ مرتے ہوئے کے جلانے کو اپنی جان پر جوکھوں اٹھائی ، چاہیے شاد رہ - اگر ہزار جانیں اللہ کی راہ میں جائیں کچھ غم نہیں -

غرض اسی طرح کی گفت گو سے دل کو تسلی دیتا تھا - اتنے میں پانی اتنا بلند ہوا کہ سر اس کا گنبد میں جا لگا اور نہایت ماندہ ہوا تھا - ہاتھ پاؤں شل ہو گئے تھے - قریب تھا کہ بیٹھ جائے ، وہیں ایک زنجیر لٹکی دکھائی دی - حاتم نے بے اختیار دونوں ہاتھ سے پکڑ لی کہ بھلا ایک ساعت تو دم لوں کہ پھر ویسی ہی آواز ہوئی - وہ گنبد کے باہر ہو گیا ؛ اپنے تئیں ایک جنگل میں کھڑے پایا - ہر طرف دیکھنے لگا ، سوائے میدان کے کچھ دکھلائی نہ دیا - جی میں خوش ہوا کہ بارے اس طوفان سے میں نے نجات پائی اور طلسمات سے رہائی ، آگے بڑا -

غرض تین دن تک بھٹکتا پھرا کہ ایک عمارت عالی شان چمکتی نظر آئی - آبادی کی امید پر اس طرف چلا ؛ جب نزدیک پہنچا ایک باغ خوش قطع ، پر فضا دیکھا - دل میں سوچنے لگا کہ اس بہار کا باغ یہاں کس نے بنایا ہے ؛ البتہ اس کے قریب کسی طرف بستی ہوگی - جب متصل پہنچا ، دروازہ کھلا پایا ، چلا گیا - کئی قدم بڑھ کے جو پھر کر دیکھا دروازے کا نشان بھی نہ پایا - تب فکر مند ہوا کہ یہ کیا بلا ہے - اتنے صدمے اٹھائے ، ہنوز اس طلسم کے باہر نہ نکلا - آخر لاچار ہو کر ایک مکان کی طرف روانہ ہوا - وہاں طرح بہ طرح کے میوے کے درخت لدے ہوئے دیکھے - بھوکا تو تھا ہی ، میوہ توڑ توڑ کھانے لگا - جتنا کھاتا تھا پیٹ نہ بھرتا تھا - غرض سو من کے قریب کھایا پر سیر نہ ہوا ، لیکن کچھ تھک گیا -

پھر سیر کرتا ، تماشا دیکھتا ایک بارہ دری کے قریب

Marfat.com

جا پہنچا ۔ اس کے متصل بہت سے آدمی پتھر کے ننگے منگے کھڑے تھے مگر ایک ایک لنگ باندھے تھے ، سو وہ بھی پتھر کا ۔ حیرت میں آ گیا کہ یہ کیا بھید ھے ۔ اس کا عقدہ کیوں کر کھولوں ۔ اس فکر میں تھا کہ ایک طوطی نے ھانک ماری کہ اے جوان ! کیوں کھڑا ھے ، یہاں جو آیا ھے ، مگر جان سے ھاتھ دھوئے ھیں ۔

حاتم نے جو سر اٹھایا تو ایک طوطی پنجرے میں دیکھی اور یہ عبارت ایوان پر لکھی پائی : ''اے بندۂ خدا ! اس حمام بادگرد سے جان سلامت نہ لے جائے گا کہ یہ طلسمات کیومرس بادشاہ کا ھے ۔ ایک روز کیومرس بادشاہ شکار کھیلتا ھوا اس جگہ آ نکلا تھا ؛ اتفاقاً اس نے ایک الماس یہاں پڑا دیکھا ، اٹھا لیا ۔ پھر جو اس کو تلوایا تو تین سو مثقال کے وزن پایا ۔ حیران ہو کر حکیموں سے پوچھا ''اس کا ثانی مل سکے گا ، یا نہیں ؟''

انھوں نے عرض کی کہ آدم کے وقت سے لے کر اب تک نہ ایسا دیکھا ھے نہ سنا ۔

تب اس نے کہا '' لازم ھے کہ اس کو ایسی جگہ رکھوں تا کسی کے ھاتھ نہ لگے ۔'' یہ بات ٹھہرا کے یہ حمام بادگرد کا طلسمات بنایا اور اس طوطی کو وہ ھیرا نگلا کر پنجرے میں رکھ کے یہاں لٹکا دیا اور اس کرسی جواھرنگار پر تیروکہان اس واسطے رکھ دیا ھے کہ جو کوئی اس طلسم میں وارد ھو اور پھر باھر نکلنے کا قصد کرے تو یہ تیروکہان اٹھا لے، اسی طوطی کے سر میں ایک تیر مارے ، اگر لگا تو وہ وھیں اس طلسم کے باھر ھوا اور ھیرا بھی اس نے پایا ، نہیں تو پتھر کا ھو جائے گا ۔''

حاتم نے اس کو پڑھ کر ان بتوں کی طرف دیکھا کہ جہاں کے تہاں کھڑے ہیں ، ہل بھی نہیں سکتے۔ اندیشہ کیا کہ اے حاتم ! اگر تو اس طلسم سے باہر نہ نکلا تو اپنی جان اسی سرگردانی میں کھو دے گا ۔ بہتر یہ ہے کہ جلد انہیں میں مل جا ، چپکا ہو رہ ۔ جو اپنے تئیں بچا لے گا ، جب تک جیتا ہے رنج ہی میں رہے گا ، کسی تدبیر سے باہر نہ ہو سکے گا اور منیر شامی جدا تیری انتظاری میں تباہ ہوگا ۔ یہ سب الجھیڑے بکھیڑے زندگی ہی کے ہیں ۔ بس بہتر یہ ہے کہ جینے سے ہاتھ اٹھا ، پتھر ہو جا ، سب فکروں سے چھٹ جائے گا ۔ خدا کار ساز ہے ، اپنے کام آپ کر لے گا ۔

یہ باتیں دل میں ٹھہرا کر کرسی کے پاس گیا ۔ بسم اللہ کرکے تیروکمان اٹھا ایک تیر اسے لگا ہی بیٹھا ۔ طوطی پھڑک گئی ، تیر خطا کر کے پنجرے کی چھت میں جا لگا ۔ حاتم گھٹنوں تک پتھر کا ہوگیا ۔ وہ جہاں بیٹھی تھی وہیں آ بیٹھی اور کہنے لگی ''اے جوان! جا یہاں سے ، یہ مکان تیرے قابل نہیں ہے ۔''

حاتم اس جگہ سے اچھل کر تیروکمان سمیت سو قدم پیچھے جا پڑا ۔ پاؤں اس کے ایسے بوجھل ہو گئے تھے جو اٹھا نہ سکتا تھا ۔ اپنی اس حالت پر آنسو بھر لایا اور کہنے لگا ''یہ کیا حرکت ہے ؛ کس خرابی و خستگی سے ایک مدت میں تو یہاں تک آ پہنچا ، اب ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا کیا لطف ہے ۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ ایک تیر اور لگا، انہیں بتوں میں شامل ہو جاؤں ۔ یہ سوچ کر دوسرا تیر پھر مارا ، اس نے بھی خطا کی ۔ یہ ناف تک پتھر کا ہو گیا ۔ طوطی نے پھر یہی بات کہی ''اے جوان ! پرے سرک ، یہ جگہ تیرے لائق نہیں ۔''

حاتم آپ سے آپ دو سو قدم اچھل کر وہاں سے پرے

Marfat.com

قریب بتوں کے پہنچا ۔ زار زار رونے اور کہنے لگا کہ مجھ سا نامراد کوئی نہیں جو تیر الٹا میرا کام کرتا ہے ۔ پھر ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور کہا کہ اے حاتم ! اپنی مرگ آنکھوں سے نہ دیکھا چاہیے ؛ بہتر ہے کہ آنکھوں پر پٹی باندھ اور یہ ایک تیر جو بساط میں رہ گیا ہے ، توکل بہ خدا اس کو بھی لگا چک ، کیوں کہ ایسا جینا مرنے سے بدتر ہے ۔ نداں طوطی کو تاک ، آنکھوں پر پٹی باندھ ، اللہ اکبر کہہ کے وہ بھی تیر مارا ؛ وہیں طوطی کی روح پرواز کر گئی ، پنجرے کے باہر نکل پڑی ۔ اتنے میں ایک آندھی آئی ، گھٹا اٹھی ، بجلی کڑکنے لگی ، اندھیرا ہو گیا ، سوجھنے سے رہ گیا ، شور و غوغا ایسا بلند ہوا کہ حاتم بے ہوش ہوکر گر پڑا ، اس وہم میں کہ میں بھی بت ہو گیا ۔

بعد ایک ساعت کے آندھی ہوا ہو گئی ، ابر جاتا رہا ، شور و غل موقوف ہو گیا ، سورج نکل آیا ۔ حاتم نے جو آنکھیں کھولیں تو اپنے تئیں بتوں کے برابر پرے دیکھا ۔ جب خوب ہوش آیا اور جی ٹھہرا ، حواس بجا ہوئے تو کیا دیکھتا ہے کہ نہ وہ حمام ہے ، نہ باغ ، نہ کرسی ، نہ پنجرہ ، نہ طوطی مگر الماس زمین پر پڑا تارا سا چمک رہا ہے ۔

حاتم اٹھ کھڑا ہوا اور دوڑ کر اسے اٹھا لیا ، سجدۂ شکر ادا کیا ، وے بت سب کے سب آدمی ہو گئے ۔

حاتم کو دیکھ کر کہنے لگے ''اے جوان ! تو اس جگہ کیوں کر سلامت رہا ، وہ باغ کدھر گیا ، حمام کیا ہوا ؟''

تب اس نے تمام سرگزشت کہی ۔

وہ دوڑ کر اس کے پاؤں پر گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم

Marfat.com

آج سے تمھارے غلام ہو چکے ، یہ طوق بندگی جیتے جی ہماری گردن سے نہ نکلے گا۔

اس بات کو سن کر حاتم نے ان کی بہت سی تسلی وخاطرداری کی اور اپنے ساتھ لے کر شہر قطان کا قصد کرکے روانہ ہوا۔ پر یہ نہ جانتا تھا کہ میں کس طرف جاتا ہوں اور شہر قطان کدھر ھے ، لیکن ھادی حقیقی اس کو راہ راست پر لیے جاتا تھا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ وھی دروازہ نظر آیا جس راہ سے داخل ہوا تھا۔ جو اس سے باہر نکلا ، 'سامان آرک' کا لشکر دکھلائی دیا ؛ آدھر ھی متوجہ ھوا ، اس سے جا ملا۔ وہ اس کو دیکھتے ھی اٹھا ، نہایت تپاک سے بغل گیر ھوا اور ایک کرسی زریں پر بٹھلایا ، بہ آئین شائستہ ضیافت کی۔

بعد عطر و پان کی رسم کے حاتم نے وھاں کا تمام احوال بیان کیا ، دو چار روز رھا پھر اس نے بہت سے لوگ ساتھ کر کے شہر قطان کی طرف روانہ کیا ، چند روز کے بعد شہر قطان میں داخل ھوا ، حارث شاہ سے ملازمت کی ، بادشاہ نے نہایت الطاف و نوازش فرمائی ، برابر اپنے تخت پر بٹھایا ، احوال پوچھا۔

اس نے ماجرا وھاں کا جیوں کا تیوں عرض کیا اور الماس بادشاہ کے رو بہ رو رکھ دیا کہ حضور کی نظر ھے ، لیکن اتنا چاھتا ھوں کہ ایک بار حسن بانو کو دکھلا لوں تا اس کو یقین آ جائے ، پھر خدمت شریف میں بھیج دوں گا۔

بادشاہ نہایت خوش ھوا اور فرمایا "بارک اللہ۔"

پھر حاتم نے عرض کی کہ یہ بےچارے جو میرے ساتھ آئے ھیں ، پتھر کے ھو گئے تھے۔ اکثر ان میں عمدہ زادے اور

Marfat.com

سوداگر بچے ھیں ؛ بالفعل محتاج اسباب و سواری کے ھیں ، امیدوار ھوں کہ ایک ایک گھوڑا اور اسباب و خرچ راہ ھر ایک کو عنایت ھو جو اپنے اپنے وطن بہ آرام پہنچیں ، حضرت کو دعا کریں ۔ حارث شاہ نے اس کے کہنے کے بہ موجب کیا ۔

پھر حاتم بھی اس سے رخصت ھوا ؛ تب بادشاہ نے بہت سے لوگ اور اسباب و سرانجام راہ کا اس کے ساتھ کر کے نہایت عظم و شان سے روانہ کیا ۔ حاتم کئی مہینے کے عرصے میں بڑے ٹھاٹھ سے شاہ آباد میں داخل ھوا ۔

لوگوں نے اس کو پہچان کر حسن بانو کو اطلاع دی کہ وہ جوان جو حمام بادگرد کی خبر کو گیا تھا ، نہایت شوکت و شان سے آیا ھے ۔

حسن بانو نے چوب داروں کے مردھے کو بھیجا کہ میری طرف سے بعد سلام کے کہو اگر تکلیف نہ ھو تو اسی طرف چلے آئیں ۔ وہ دوڑا گیا اور یہ پیغام و سلام حاتم کو پہنچایا ۔ وہ سن کر اس کے محل کی طرف متوجہ ھوا ۔ غرض حسن بانو نے بہ‌دستور اندر بلا لیا اور جڑاؤ کرسی پر بٹھلایا ، احوال پوچھا ۔

اس نے تمام کیفیت ان گرمیوں سے بیان کی کہ وہ سنتے ھی ٹھنڈی ھو گئی ، پھر الماس بھی نکال کر دکھایا ۔

تب حسن بانو نے سر نیچا کر لیا ، مارے شرمندگی کے پسینے پسینے ھو کر چپ ھی رہ گئی ۔

حاتم نے کہا کہ میں اپنا وعدہ پورا کر چکا ھوں ، اب تو بھی وفا کر ۔

اس نے آھستگی و نرمی سے التماس کیا کہ میں بھی تیری ھو چکی ھوں ، جو چاھے سو کر ، جس کو چاھے اس کو بخش ۔

Marfat.com

اپنے پاس رکھا چاھتا ھے تو رکھ ، مختار ھے ۔

اس بات کو سن کر شہزادے نے کہا ''جو کچھ تو نے کہا میں نے کیا ، جو میں کہوں سو تو کر ۔ سچ تو یہ ھے کہ میں نے یہ محنت و مشقت اپنے واسطے نہیں کھینچی بلکہ عنداللہ منیر شامی شہزادے کے لیے ۔ لازم ھے کہ تو اسے قبول کرے ؛ کیوں کہ وہ مدت سے تیرے فراق میں رو رھا ھے اور تیری جدائی کے درد سے جان کھو رھا ھے ۔ اپنے بیمار عشق کو شربت وصال پلانا ھی بھلا ھے ، اس میں قصور کرنا عنداللہ اور عندالناس برا ھے ۔''

حسن بانو بولی کہ اب تم میرے باپ کی جگہ ھو ، جو میرے حق میں مناسب جانو سو کرو ، بہ شرطے جو وہ میرے شوھر ھونے کے لائق ھو تو مجھے کچھ عذر نہیں ۔

یہ سنتے ھی حاتم نے منیر شامی شہزادے کو کہلا بھیجا کہ تم پوشاک بدل ، سج سجا ، نہایت زرق و برق سے میرے پاس آؤ ۔

شہزادہ ایسے ٹھاٹھ سے شاداں و فرحاں آیا ۔ حاتم نے اس کو بھی ایک جڑاؤ کرسی پر اپنے پاس بٹھایا ۔

حسن بانو نے پردے میں سے جو جھانک کر دیکھا ، ھزار جان سے عاشق ھوئی اور نیچے نظریں کیے شرم سے اٹھ کر دوسرے مکان میں چلی گئی ۔

حاتم بھی منیر شامی کو لیے کارواں سرائے میں آیا ۔ رات کی رات وھاں رھا ، صبح کو حسن بانو نے ایک مکان نہایت عالی شان خالی کروا دیا ، حاتم اس میں منیر شامی سمیت داخل ھوا ۔

Marfat.com

نوبت رکھوا دی ، بیاہ کی تیاری شروع ہوئی ، مجلس نشاط کی جائی - بعد کئی دن کے ساچق بہ طور بادشاہوں کے بھجوائی - دوسرے دن ادھر سے مہندی بھی اسی ٹھاٹھ سے آئی - صبح کو بیاہ کی تیاری ہونے لگی - مکانوں کے فرش بدلے ، براتیوں نے کپڑے جھمجھاتے پہنے ، طائفے بہت سے اور بھی بلوائے ، دو رستہ ٹھاٹھ روشنی کے میناکاری کی ٹٹیوں سمیت دلھن کے محل تک بندھوائے ، آتش بازی کی چادریں بھی جا بہ جا قرینے سے استادہ کروائیں ، لاکھوں گنج ستارے کے گڑوائے ، آدھی رات گئے نہایت تجمل سے منیر شامی بیاھنے کو چڑھا -

ابیات

وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار　　وہ موتی کا سہرا جواہر نگار
ٹھہر کر وہ گھوڑے کا جانا سنبھل　　ہلا کے وہ دونوں طرف مورچھل
وہ فانوسیں آگے زمرد نگار　　کہ ہو سبز مینا جنھوں پر نثار
هزاروں تمامی کے تخت رواں　　اوراهل نشاط اس پہ جلوہ کناں
وہ شہنائیوں کی سہانی دھنیں　　جنھیں گوش زھرہ مفصل سنیں

اناروں کی کثرت سے گلزار ہوا تھا راہ ، پھل جھڑیوں کی روشنی سے چودھویں رات کی چاندنی مات ، ستاروں کی چمک سے دن ہو گئی تھی رات - غرض تمام آتش‌بازی کی کیفیت ، روشنی کی کثرت ، براتیوں کی بہتایت ، نہ زبان کو یارا جو کہیے ، نہ قلم کو طاقت جو لکھیے -

بیت

جب آئی وہ دلہن کے گھر پر برات
کہوں واں کے عالم کی کیا تم سے بات

یہاں بھی مجلس نشاط کی وھاں سے زیادہ تر آراستہ تھی ؛ ساز بج

Marfat.com

رہے تھے ، ناچ ہو رہا تھا ۔ کتنے اشخاص پیشوا گئے ، دولھا کو ہاتھوں ہاتھ لے آئے ، مسند شاہانہ پر بٹھلایا ۔ حاتم بھی نوشہ کے پاس ایک مسند پر بیٹھ کر خوش و خرم تھا اور براتی اپنے اپنے قرینے سے شریک مجلس ہوئے ۔

ابیات

وہ دولھا کا مسند پہ آ بیٹھنا   برابر رفیقوں کا جا بیٹھنا
طوائف کا اٹھنا اک انداز سے   دکھانا وہ آ صورتیں ناز سے

غرض ناچ کا سماں ، راگ کا بیان کچھ کہا نہیں جاتا ۔ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے ۔

اتنے میں قاضی آیا ، عقد اس نے پڑھایا ۔ مبارک سلامت ہوئی ، شربت اور ہار پان بٹنے لگے ، دولھا کو محل کی ڈیوڑھی پر لے گئے ۔ وہاں سے کئی بوڑھی بڑی بیگمیں دلھن کی انا سمیت آئیں ، نوشہ کو بسم اللہ کرکے لے گئیں ، دلھن کے پاس مسند پر بٹھا دیا ۔ وہ لباس عروسی پہنے ، جواہر سے آراستہ ، عطر میں ڈوبی ، پھولوں میں بسی اینڈی ہو رہی تھی ۔ شہزادہ گھونگھٹ میں اس کی جھلک دیکھ کر بوباس سونگھ جوں تیوں ٹھہرا تھا ، پر آرسی مصحف دیکھتے ہی غش ہو گیا ۔ انا وہیں گھبرا کر دوڑی ، گلاب پاش لا کر گلاب چھڑکنے لگی ۔ بعد دیر کے ہوش میں آئے ، دوگانہ شکر کا پڑھا ، حاتم کی ہمت پر آفرین و تحسین کی ۔

بعد اس کے جو رسمیں باقی رہی تھیں ، چونپ سے ہنسی خوشی بجا لایا ۔ پھر دلھن کو گود میں لے در چنڈول میں سوار کیا ۔ بڑی دھوم دھام سے شادیانے بجواتا ہوا دولت خانے میں داخل ہوا ، چار دن تک محل سے پاؤں باہر نہ رکھا ۔

Marfat.com

ذخیرۂ محمد وقار مجددی

پانچویں روز برآمد ہوا ، حاتم کے پاؤں پرگر پڑا ۔ شہزادے نے اسے خوب سا بھینچ کر گلے لگایا ، مبارک باد دی ، رخصت چاہی ۔ منیر شامی نے دو چار روز اس کو بہ منت اور بھی رکھا ؛ صحبت نشاط کی دوبارہ گرم کی ، آئین مہمان داری کے خاطرخواہ بجا لایا ۔

تب حاتم نے متبسم ہو کر کہا کہ بھائی! اب مجھے رخصت کر ۔ یہ شرط انصاف نہیں، اپنی سی حالت سمجھو؛ تب منیر شامی نے محجوب ہو کر وہیں رخصت کیا ۔ وہ نہایت خوشی و خرمی سے یمن کی طرف روانہ ہوا ۔ تھوڑے دنوں میں قریب شہر کے جا پہنچا ۔

بادشاہ کو اس کے آنے کی جو خبر ہوئی ، وزیر کو پیشوا بھیجا ۔ وہ اس کو نہایت جاہ و جلال سے بادشاہ کے حضور لے گیا ۔ اس نے دوڑ کر چھاتی سے لگا لیا ، یہ پاؤں پر گر پڑا ۔ بادشاہ نے پھر اٹھا کر سینے سے لگا لیا ، پیشانی چومی ، محل میں لے گیا ۔ اس نے مودب ہو کر اپنی والدہ کو مجرا کیا ۔ اس نے سر سے پاؤں تلک بلائیں لیں ۔ یہ قدم بوس ہوا ، اس نے اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا ، آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ۔

محل میں مبارک باد مچ گئی ، شہر میں آمین آمین ہوئی ، گھر گھر شادیانے بجے ۔ بادشاہ نے ہر ایک چھوٹے بڑے کو موافق رتبے کے خلعت دیا ، زر و جواہر بخشا ، محتاجوں کو غنی کر دیا اور حاتم کا نئے سر سے ملکہ زریں پوش کے ساتھ بیاہ کیا ۔

پھر سب کے سب خدا کا شکر بجا لائے ، عیش و عشرت میں مشغول ہوئے ۔ ملک آباد ہوا ، ہر ایک غنی و غریب کا

Marfat.com

دل شاد ھوا ، بادشاہ اپنے دیوان عام میں جا بیٹھا ۔

ندیموں سے کہنے لگا کہ خلق میں ایسے لوگ بھی ھیں جو غیر کے واسطے اپنا سکھ چھوڑیں ، اوروں کے کام میں دکھ بھریں؛ فی الحقیقت دونوں جہان میں بھلے وھی ھیں ، جینا مرنا بھی انہیں کا اچھا ھے ۔ یہ چند کلمے بادشاہ نے ارشاد کرکے گوشہ پکڑا اور حاتم کو قائم مقام کیا ۔

غرض دس برس اور سات مہینے اور نو روز میں حاتم کی ہفت سیر تمام ھوئی ۔ منیر شامی اپنے مطلب کو پہنچا ۔ آخر نہ یہ رھا نہ وہ رھا ، ایک کہانی کہنے سننے کو رہ گئی ۔

بیت

ھے طے کدھر جہان میں حاتم کہاں رھا
افسانہ ان کا خلق کے بس درمیاں رھا

قطعۂ تاریخ

اس قصۂ پر لطف کے اتمام کی تاریخ
میں دل میں سمجھتا تھا نہایت ھے یہ مشکل
کر دور سر یاس کہا پیر خرد نے
کیوں کر نہ کہیں ھم اسے "آرایش محفل"

تمام ھوا

Marfat.com